سالنامہ تجلیات رضا
کا
صدر العلماء
محدث بریلوی
نمبر
خانقاہ عالیہ تحسینیہ، کانکرٹولہ،
پرانا شہر بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت مظہر مفتی اعظم

پیارے تحسین الرضا سے پوچھئے
شغل تحسین رضا جا تا رہا

خانقاہ عالیہ تحسینیہ، کانکرٹولہ، پرانا شہر بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تاجدار اہلسنت حضور
مفتی اعظم ہند
علیہ الرحمۃ والرضوان
بفیض روحانی
مظہر مفتی اعظم ہند
حضرت صدر العلما
علیہ الرحمۃ والرضوان
سالنامہ
تجلیات رضا
شمارہ/۶
صدر العلما محدث بریلوی نمبر
سرپرستان گرامی
امین ملت حضرت ڈاکٹر
سید محمد امین میاں صاحب
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ
بحر العلوم حضرت علامہ
مفتی عبد المنان صاحب
اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی
مدیر اعلیٰ
محمد حنیف خاں رضوی
Mb:9412489368
مدیر مسئول
عبد السلام رضوی
Mb:9411900459
مدیر معاون
صغیر اختر مصباحی
Mb:9412489367
کمپوزنگ وڈیزائننگ: محمد قمر اشرف نعمانی شیش گڑھ، بریلی شریف Mb:9758792339
شائع کردہ: امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر، رامپور روڈ بریلی شریف-Ph.9219442368
پرنٹر، پبلیشر ایڈیٹر صغیر اختر مصباحی نے برائٹ آفسٹ پرنٹرس دہلی سے طبع کراکے آفس ''امام احمد رضا اکیڈمی'' بریلی شریف سے شائع کیا۔

انتساب

علم وعرفان، جودواحسان، فضل وانعام، اورشریعت وطریقت کے اس تاجدار

کے نام

جس کی آغوش تربیت میں

صدرالعلما نے تعلیمی وتدریسی مراحل طے کیے

جس کی نگاہ کیمیااثر نے

صدرالعلما کو اپنی ذات کا مظہر بنادیا

جس نے خلافت عطا فرماکر

"قرة عینی ودرة زینی" جیسے محبانہ ومشفقانہ القاب سے نوازا اور اپنے خانوادہ کا "گل سرسبد" ارشاد فرمایا

یعنی تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، امام المشائخ

حضرت علامہ شاہ محی الدین آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان

جن کو دنیا "مفتی اعظم"

اور

"تاجدار اہل سنت"

جیسے جلیل القدر اور عظیم الشان القاب سے یاد کرتی ہے

فہرست مضامین

امام احمد رضا اکیڈمی۔۔کارکردگی وعزائم

مولانا محمد حنیف رضوی بریلوی

امام احمد رضا اکیڈمی منزل بہ منزل اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی طرف رواں دواں ہے۔اس ادارہ کی تعمیر وترقی میں سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت اور سیدی حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہما کے روحانی فیضان کے ساتھ ہمارے ان بزرگوں کی خصوصی دعائیں قدم بہ قدم شامل حال ہیں جنھوں نے اس تحقیقی مرکز کا خاکہ مدینۃ الرسول کی پرنور فضاؤں میں تیار کیا تھا اور بریلی شریف میں اپنے مقدس ہاتھوں سے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔حالات کی نامساعدت اور وسائل کی قلت کے باوجود آج اس کی عمارت کی پہلی منزل بحمدہ تعالیٰ مکمل ہوگئی ہے اور ہم علمائے کرام و مشائخ عظام کی نورانی مجلس میں اس کا افتتاح کرتے ہوئے مسرت وخوشی محسوس کررہے ہیں کہ ہم اراکین اکیڈمی کو رب قدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ توفیق بخشی۔

پیش نظر سالنامے کے سابقہ شماروں میں ہم نے وضاحت سے اپنے منصوبوں کو شائع کردیا ہے،موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اب ہم نے اکیڈمی کے منتشر اور غیر مرتب علمی اثاثہ کو یکجا کرلیا ہے اور اس کی ترتیب بھی ہوگئی ہے،البتہ اس کی فہرست سازی میں ابھی کچھ وقت درکار ہے۔ گزشتہ کارکردگی کی اجمالی فہرست یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ جامع الاحادیث کی اشاعت کے ساتھ ایک درجن سے زیادہ کتابیں اکیڈمی کے دارالاشاعت سے شائع ہوچکی ہیں۔ہمارے منصوبوں میں خاص طور پر امام احمد رضا قدس سرہ کی غیر مطبوعہ تصانیف کی تبییض واشاعت اور رضویات میں پائے جانے والے علوم ومعارف کی علیحدہ علیحدہ تدوین وتشریح ہے۔اس کے ساتھ ہی مسلک امام اعظم پر غیر مقلدوں کی جانب سے ہونے والے جارحانہ حملوں کا دفاع اور مسکت جواب بھی پیش نظر ہے۔

ان دونوں منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کام شروع کیا جاچکا ہے جس کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے۔

(۱) ہم نے گزشتہ سال نامے میں وعدہ کیا تھا کہ فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو جدید طرز پر ایڈٹ کرکے تینتیس (۳۳) جلدوں میں جو رضا فاؤنڈیشن لاہور نے حسین کتابت کے ساتھ شائع کیا ہے اس کو عصری تقاضے کے پیش نظر از سر نو کمپوز کرایا جائے اور قدیم نسخوں سے ایک مرتبہ اس کا مزید مقابلہ ہو اور تخریج وترتیب پر بھی نظر ثانی کی جائے تاکہ اس میں مزید خوبیاں پیدا کی جاسکیں۔ہم بحمدہ تعالیٰ اس وعدہ پر قائم ہیں۔ اس سلسلہ میں مفتیان اسلام وعلمائے کرام کی ایک جماعت کا انتخاب کیا جاچکا ہے بلکہ جزوی طور پر کام شروع ہوچکا ہے۔ہماری فہرست میں تقریبا چالیس حضرات ہیں،ان میں بعض سے رابطہ بھی ہوچکا ہے اور بعض جلدیں ان کے پاس ارسال کردی گئی ہیں۔چھبیس (۲۶) جلدوں کی کمپوزنگ تیار ہے جن کو مرتب کرکے متعلقہ حضرات کے یہاں ارسال کی جارہی ہیں۔پہلے مرحلہ میں ان تمام جلدوں کو مرتب کرکے ان حضرات کو ایک ایک جلد پہنچائی جارہی ہے،یہ مرحلہ جب مکمل ہوجائیگا تو پھر تصحیح کے بعد دوسری مرتبہ یہ جلدیں ان حضرات کو اس طرح بھیجی جائیں کہ جن کی تصحیح پہلے جن صاحب نے کی تھی وہ ان کے پاس نہ جاکر دوسرے صاحب کو ارسال ہوگی تاکہ ایک جلد دو حضرات کی نگاہ سے گزر جائے اور کمپوز کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر رہ جائیں۔

ان دو مرحلوں سے گزر کر جیسے جیسے یہ جلدیں ہمارے پاس آتی جائیں گی ہم اکیڈمی میں کچھ حضرات کی مستقل خدمات حاصل کریں گے اور اکیڈمی کی عمارت میں بیٹھ کر قدیم نسخوں سے مقابلہ،تخریج کی اصل ماخذوں سے تصحیح،اور پھر حل طلب مقامات کی تشریح وتوضیح۔یہ سب امور انشاء

المولیٰ تعالی اکیڈمی میں موجود محققین اور ارباب علم ودانش کے ذریعہ انجام پائیں گے۔ قارئین سمجھتے ہوں گے کہ یہ اتنا طویل عمل ہے کہ چار چھ سال کا زمانہ گزر جائیگا اور شاید کام مکمل نہ ہو سکے لیکن ''ہمت مرداں مدد خدا'' ہمیں امید ہے کہ اس پر خار وادی کو عبور کرنے کے لئے ہمارے باہمت اور پر خلوص علمائے ذوی الاحترام ہمارا ساتھ دیں گے، پھر یہ کہ ہمارے اکابر علما و مشائخ کی دعائیں اور رہنمائیاں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی، تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارا یہ سفر منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

ہمارے عزائم میں سے یہ ایک عزم ہے جس کی یہ روداد قبل از وقت ہم آپ کو سنا رہے ہیں لیکن پر عزم ہو کر۔

(۲) امام احمد رضا اکیڈمی کی تصانیف مختلف علوم وفنون کا خزانہ ہیں۔

اس بحر علم ومعرفت میں غواصی کر کے نہ جانے اب تک کتنے آبدار موتی اہل علم چن چکے ہیں۔ کسی نے فقہ واصول پر، کسی نے ادب ولغت پر، کسی نے شعر وسخن پر، کسی نے منطق وفلسفہ پر، کسی نے طب وسائنس پر، کسی نے فلکیات وارضیات پر، کسی نے معاشیات واقتصادیات پر لکھا اور وہ انمول ہیرے اہل ذوق کے مطالعہ کا سامان بنے۔ راقم الحروف نے علم حدیث وتفسیر پر آپ کی نگارشات کو ''جامع الاحادیث'' کی دس ضخیم جلدوں میں مرتب کیا جس کو اہل علم نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

اسی طرح ہر فن کے جواہر پارے مرتب ہوں تو پھر بہت سے علوم وفنون پر کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔ اکیڈمی کے ارکان نے طے کیا ہے کہ اس طرح متعلقہ فنون کو رضویات سے اخذ کیا جائے گا اس طرح بہت سے فنون اس خزانہ سے برآمد ہونگے۔ راقم الحروف کا عزم ہے کہ علم عقائد وکلام پر اس طرح کی ایک کتاب مرتب کی جائے گی۔ ساتھ ہی دوسرے فنون پر دوسرے حضرات کام کریں گے۔

(۳) امام احمد رضا کی غیر مطبوعہ تصانیف وحواشی بھی مرتب ہو رہے ہیں، حال ہی میں صحیح بخاری کا حاشیہ جو تعلیقات کی شکل میں تھا اس کو مرتب کیا گیا اس پر بہت سا کام تو محبّ گرامی قدر حضرت مفتی محمد اشرف رضا صاحب نے کر دیا تھا۔ راقم الحروف نے بھی ''انگلی کاٹ شہیدوں میں داخل'' ہونے کے لئے کچھ چیزوں کا اضافہ کیا اور از سر نو مرتب کیا، پھر اس کی تحقیق وتصحیح عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی مدظلہ العالی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے فرمائی۔ اسی طرح تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری مدظلہ العالی کا حاشیہ بخاری جو حضرت نے اپنے خدام کے ذریعہ اس خادم کو بھجوایا تھا اور ان حضرات نے کچھ بخاری اور کچھ منتشر اوراق میں لاکر دیا تھا جس کو اس خاکسار نے حتی الوسع کوشش کر کے مرتب کیا اور پھر حضرت علامہ مصباحی صاحب قبلہ نے اس کو بھی آخری شکل دی۔ یہ دونوں حاشیہ ''مجلس برکات مبارکپور'' سے بخاری شریف کے ساتھ امسال ہی شائع ہو چکے ہیں۔

(۴) امام احمد رضا نے ''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' پر مبسوط حاشیہ لکھا ہے، فل اسکیپ سائز میں پانچ سو صفحات سے زیادہ پر ہے اس کی تبییض وتحقیق چل رہی ہے، اصل حاشیہ جو امام احمد رضا نے اصل کتاب پر تحریر فرمایا تھا، آج تک تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں مل سکا، موجودہ حاشیہ نقل ہے اور کتابت کی غلطیاں کافی مقدار میں نظر آرہی ہیں، فی الحال حاشیہ اور اصل فواتح کی کمپوز تیار ہے، مقابلہ اور پھر تحقیق کے مراحل سے گزرنا ہے۔ یہ کام محبّ گرامی قدر حضرت مولانا مفتی آل مصطفیٰ استاذ جامعہ امجدیہ کر رہے ہیں۔

(۵) امام احمد رضا نے مسئلہ علم غیب پر ایک مبسوط کتاب لکھنے کے لئے خاکہ تیار فرمایا تھا جس کا نام ''مالی الجیب بعلوم الغیب'' رکھا، اصل کتاب لکھی جا سکی یا نہیں؟ اسکا تو علم تاہنوز نہ ہو سکا، البتہ یہ خاکہ عربی زبان میں بجائے خود ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ اس خاکہ کو ترجمہ وتخریج کے ساتھ شائع کیا جائے، یہ کتاب راقم الحروف کے قدیم ساتھی محبّ گرامی حضرت مولانا مجاہد حسین صاحب استاذ دار العلوم

غریب نواز الہ آباد کے سپرد ہے، فی الحال کہاں تک کام پہنچا معلوم نہیں۔

اسی طرح تیسیر شرح جامع صغیر اور سنن ابوداؤد، جامع ترمذی پر بھی مبسوط حاشیے ہیں جن پر کام جلد ہی شروع کرایا جائے گا۔

(۶) امام احمد رضا نے تقریباً ایک ہزار کتابیں مختلف موضوعات پر لکھی تھیں، لیکن اب تک خود ان کی شخصیت پر ایک ہزار سے زائد کتابیں مقالات، مضامین اور تقدیمات لکھی جا چکی ہیں۔ ان سب کو سمیٹنے اور مرتب کرنے کی اہم ضرورت ہے، لہٰذا ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے مرتب کردہ خاکہ (دائرہ معارف امام احمد رضا) کے خطوط پر ''جہان مجدد اعظم امام احمد رضا'' کے نام سے جامع سوانح حیات اور علمی کارنامے جمع کرائے جائیں۔

راقم الحروف ابھی شوال/ ۲۸ھ میں پاکستان کے سفر پر گیا تو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی لاہور میں حضرت مولانا سید وجاہت رسول صاحب قادری کی صدارت میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں اس موضوع پر پاک و ہند کے ارباب علم و دانش کو دعوت دے کر کتاب لکھوانے کی بابت میٹنگ ہوئی اور طے ہوا کہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے اشتراک عمل سے اس موضوع پر کام کا آغاز ہو۔

(۵) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے غیر مقلدین زمانہ نے یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ مسلک احناف کی بنیاد قرآن وحدیث کے خلاف محض قیاس پر ہے، احناف قرآن وحدیث کے مقابل قیاس کرتے اور مسائل شرعیہ کو اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ زمانہ قدیم سے اس کا منہ توڑ جواب ہمارے اسلاف دیتے آئے ہیں۔

دوسری جانب امام اعظم کی عبقری شخصیت پر یہ الزام بھی عائد کیا جا تا رہا ہے کہ آپ کو صرف سترہ اٹھارہ حدیثیں یاد تھیں اور بس۔ حالانکہ اس من گڑھت اتہام کی بھی کوئی وقعت نہیں۔

ہمارے علما اس منہ زوری کا بھی بھرپور جواب دے چکے ہیں اور فقہ حنفی کا سرمایہ اس پر شاہد عدل ہے۔

حنفی مسلک کہاں تک حدیث کے مطابق ہے اور امام اعظم کا علم حدیث میں کیا مقام تھا۔ ان دونوں جہتوں سے از سر نو کام کرنے کا بیڑا ابھی امام احمد رضا اکیڈمی نے اٹھالیا ہے۔

امام اعظم کی حدیث دانی کا اندازہ من وجہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ میں وہ عظیم شخصیات ہیں جن پر آج کے علم حدیث کا پورا سرمایہ موقوف ہے۔

جرح وتعدیل کے میدان میں امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل سے سبھی واقف ہیں، انہوں نے اس فن میں امامت کا درجہ جس شخصیت کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کر کے حاصل کیا وہ فن جرح وتعدیل کے اولین امام یحییٰ بن سعید قطان ہیں اور ان کو بلا واسطہ شرف تلمذ حاصل ہے امام اعظم ابوحنیفہ سے۔ فن روایت میں بالاتفاق جن کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے وہ ہیں امام عبداللہ بن مبارک۔ اور ان کو ہمیشہ امام اعظم کی شاگردی پر ناز رہا۔ فرماتے تھے: اگر مجھے امام اعظم کی بارگاہ میں شرف تلمذ حاصل نہ ہوا ہوتا تو میں بھی ایک عام شخص ہو کر رہ جاتا۔

امام بخاری ہوں یا امام مسلم یا دیگر اصحاب صحاح ستہ بلکہ تقریباً تمام محدثین، سب کے سب امام اعظم کے تلامذہ سے ہی اکتساب فیض کرتے نظر آتے ہیں۔

امام محمد کی موطأ اور کتاب الآثار، مطبوع ہیں، امام ابو یوسف کی کتاب الآثار ۱۲ ضخیم مجلدات میں حال ہی میں بیروت سے شائع ہو چکی ہے، امام طحاوی کی شرح معانی الآثار چار جلدوں میں اور پھر اس کی شروح امام بدرالدین عینی نے متعدد جلدوں میں تحریر فرمائی ہیں، خود امام طحاوی کی شرح مشکل الآثار ۱۲ ضخیم مجلدات میں حال ہی میں بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ یہ سب فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ ہیں۔ زجاجۃ المصابیح چار جلدوں میں فقہی حنفی کا عظیم حدیثی ماخذ ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ اجل ملک العلما علامہ شاہ ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری نے ''الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی جس میں دس ہزار سے زیادہ احادیث صرف عقائد و عبارات پر جمع فرما دیں، باقی موضوعات کا خاکہ تیار فرمایا تھا جس کو وہ مکمل نہ کر سکے۔

ان تمام ذخیروں کو سامنے رکھ کر انشاء المولیٰ تعالیٰ جدید انداز پر اپڈیٹ کر کے دونوں رخ سے احادیث پر کام امام احمد رضا اکیڈمی نے شروع کرادیا ہے۔

امام اعظم کی مرویات پر کام کرنے کے لئے محبّ گرامی حضرت مولانا کوثر امام صاحب استاذ مدرسہ قدوسیہ پرسونا بازار مہراج گنج یو۔پی، کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اب تک اس موضوع پر تقریباً چار ہزار سے زائد احادیث جمع کر چکے ہیں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ وہ دن دور نہیں کہ مسند امام اعظم ابوحنیفہ ہزاروں احادیث پر مشتمل منظر عام پر آئے گی۔

مسلک امام اعظم کی ماخذ و مستدل احادیث کا ذخیرہ جس کا وافر حصہ ملک العلما نے جمع کر دیا ہے اسی طرز پر یہ کام آگے بڑھایا جائے گا اور احادیث کریمہ کے ذخائر کو کھنگال کر ایک جامع کتاب منظر عام پر لائی جائے گی جو انشاء المولیٰ تعالیٰ ہزاروں احادیث پر مشتمل ہوگی۔ ساتھ ہی جدید طرز پر اس کی تخریج اور تشریح پر بھی کام ہوگا۔

راقم الحروف نے جامع الاحادیث کے عربی ایڈیشن کا بھی آغاز کرادیا ہے، یہ کام عربی زبان و بیان کے ماہر حضرت مولانا انوار احمد خاں صاحب بغدادی استاذ جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی کر رہے ہیں۔ پھر اس کی تخریج کا اسلوب بھی قدرے تبدیل ہوگا اور ہر حدیث کا مقام و مرتبہ متعین کر کے مزید خوبیوں کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔

یہ ہیں ہمارے موجودہ اور آئندہ کے عزائم۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے ان عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خانوادۂ رضویہ کے گل سرسبد

امین ملت حضرت ڈاکٹر پروفیسر سید محمد امین صاحب قبلہ
سجادہ نشین آستانۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ

فقیر برکاتی سید محمد امین، خادم سجادہ آستانۂ قادریہ برکاتیہ برادر طریقت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر دلی غم کا اظہار کرتا ہے۔حضرت مولانا مرحوم خانوادۂ رضویہ کے گل سرسبد اور ہماری جماعت کے بہترین عالم اور مدرس تھے۔سادہ لوحی اور منکسر المزاجی کا بہترین نمونہ تھے،اپنے اسلاف کرام کے سچے وارث تھے۔میں خانوادۂ رضویہ کے تمام افراد اور ان کے اہل وعیال،متوسلین اور محبین سے تعزیت ادا کرتا ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں۔مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت والا کے صاحبزادگان خصوصاً مولانا حسان رضا خاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سید محمد امین: نزیل ممبئی

۷/شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱/۸/ ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما ایک فرد جلیل

جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ

للّٰہ ما اعطیٰ و للہ ما اخذ وکل شئی عندہٗ بمقدار

اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا اور جو اس نے لیا اور ہر شئی کی اس کے یہاں ایک مقدار مقرر ہے، دنیا میں جو آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے، ہر دن ہزاروں آتے ہیں ہزاروں جاتے ہیں، نہ ان کا آنا کوئی بڑی خوشی کی بات نہ ان کا جانا کوئی بڑا صدمہ شمار ہوتا ہے، لیکن بندگان خدا میں کوئی فرد ایسا ہوتا ہے جس کے آنے سے ان گنت لوگوں کو خوشی ہوتی ہے اور جانے پر بے شمار آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ ایسے ہی مقبولان بارگاہ خداوندی میں سے ایک فرد جلیل تھے جن کا ورود مسعود زمانے کے لئے فرحت وانبساط کا موجب تھا وہ بہجت زمن اور برکت زماں تھے ان کے جانے سے اہل سنت والجماعت میں عظیم خلا رونما ہوا جس کا پُر ہونا مستقبل قریب میں متوقع نہیں۔

خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ایک عظیم بزرگ کی حیثیت سے ان کا وجود باجود خاندان کے لئے بڑی رونق تھا، ان کے جانے سے وہ رونق چلی گئی، ''جامعۃ الرضا'' میں وہ تھوڑے عرصے رہے مگر اس طرح انہوں نے جامعہ کا کام سنبھالا کہ انہیں جامعہ کا عظیم ستون کہا جائے تو بجا ہے۔ افسوس کہ جامعہ ایسے مشفق وکرم فرما شیخ الحدیث وصدر المدرسین اور صدر المفتیین سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند کرے اور ان پر رحمت ومغفرت کی بارش فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے اور ان کا سچا وارث بنائے اور ان کا جانشین بنائے اور ان کی نیک روش پر چلائے۔ انہیں مظہر مفتی اعظم ہند ان کی زندگی میں کہا گیا ایسا لگتا ہے کہ کسی کے منہ سے فرط عقیدت میں نکلنے والے اس لقب کو خدا نے وہ قبول عام بخشا کہ اپنوں وبیگانوں، دیوانوں اور فرزانوں سب نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور سب نے بیک زبان اسکو قبول کیا اور ان کی وفات کے بعد اور آشکار ہو گیا کہ وہ واقعی مظہر مفتی اعظم ہند تھے۔ ان کے جنازہ میں عقیدت مندوں کے ہجوم سے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے جنازہ کی یاد تازہ ہو گئی، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کو ''گل سرسبد'' فرمایا واقعی وہ گلزار رضویت کے ایک منفرد مہکتے ہوئے پھول تھے، ان کے مستفیدین وتلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے مجھے بھی ان سے گاہے گاہے کچھ استفادہ کا اتفاق ہوا، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض علمی کو عام فرمائے اور ان کے شاگردوں کو توفیق رفیق ہو کہ وہ ان کی علمی خصوصیات کو آشکار کریں۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہٗ
۸/ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلما پیکر حلم و بردباری

امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب برادر اکبر حضرت صدر العلما

آہ! مظہر مفتی اعظم، برادر عزیز مولانا تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت سے جو صدمۂ جانکاہ دل و دماغ کو پہنچا ہے وہ مدتوں بھلایا نہ جا سکے گا۔ یہ ایک ایسا زخم ہے جس کا اندمال جلد ممکن نہیں۔ اپنی مسلسل علالت و کمزوری کے باعث سمجھ تو یہ رہا تھا کہ بھائیوں میں بڑا ہونے کی وجہ سے دنیا سے جانے میں بھی پہلا نمبر میرا ہی رہے گا مگر مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی جو ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ کو ظاہر ہوئی۔ ''انا للہ و انا الیہ راجعون''

ادھر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی کی جانب سے بذریعہ مولانا صغیر اختر مصباحی خط آیا کہ ان کے حالات پر کچھ لکھوں مگر اپنا حال تو یہ ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے دل بیٹھ جاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں مگر ان کی محبت کا جذبہ دل کو ابھارتا کہ جیسے بھی کچھ ہو لکھوں ضرور، کبھی بچپن کی یاد ستاتی ہے کبھی زمانۂ طالب علمی کا خیال آتا ہے جب ہم دونوں ساتھ پڑھتے تھے، اور تقریباً پانچ چھ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان کی دعوت پر ایک سال کے لئے پاکستان چلے گئے تھے، کبھی انکی سادگی طبع، سادہ لوحی، تواضع و انکساری، حلم و بردباری، متانت و سنجیدگی، زہد و تقویٰ و پرہیزگاری، خلق خدا کی خدمت کا جذبۂ بے کراں۔ برخلاف اس کے اخلاق رذیلہ، ریاکاری و دکھاوا، تکبر و غرور سے دوری برتی۔ ان کی پاکیزہ زندگی کی سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے۔

ان کی علمی صلاحیت و قابلیت، پڑھانے کا انداز (انداز تفہیم) تو یہ ان کے بے شمار تلامذہ ہی بتا سکیں گے کہ جنھوں نے ان کے سامنے زانوئے ادب طے کئے، ہم تو جانتے ہیں کہ ان کی زندگی کا بہترین مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہے جو زمانۂ طالب علمی سے آخر تک جاری رہا، ''ذلك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء''

اب آخر میں اپنے پیارے بھائی کے خلوص و محبت اور قلبی لگاؤ کا جو انہیں مجھ سے تھا، اور مجھے ان سے تھا اس کا کچھ تذکرہ کروں۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت و محبت جو اسلامی اخلاق کا ایک زریں حصہ ہے اگر آج بھی مسلمان اس پر عمل کرے تو مسلمانوں میں گھر گھر جو خانہ جنگی چھڑی ہوئی ہے، وہ یکسر ختم ہو جائے، اور اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہو جائے، میں ان سے عمر میں بڑا ہوں مگر مجھے یہ لکھنے میں کوئی عار نہیں کہ وہ مجھ سے علم میں بڑے تھے ''لك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء''

اس کے باوجود جب کوئی بات ان سے کہتا تو مان لیتے، پڑھانے کے زمانے میں انہیں منطق و فلسفہ سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور ایک عرصہ تک یہی پڑھاتے رہے، میں نے ان سے کہا کہ اب اسے چھوڑو، اب دوسرے فنون نیز تفسیر و حدیث و فقہ بھی پڑھاؤ، تو انہوں نے اس طرف توجہ دی، اور اس سے انہیں اتنی دلچسپی بڑھی کہ نہ صرف مدرسہ میں پڑھاتے بلکہ محلّہ کی بڑی مسجد میں ہر جمعہ کو بعد فجر درس قرآن و حدیث کا سلسلہ شروع کرایا جو آخر تک جاری رہا، پچیس سال تک پابندی سے درس دیا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔

مدرسہ سے ان دنوں تنخواہ کم ملتی تھی، میں نے مشورہ دیا کہ کتب خانہ کھول دو تو گھبرائے کہ کون سنبھالے گا کون چلائے گا، میں

ان دنوں ناگپور میں تھا، وہاں سے کچھ کتابیں خرید کر پارسل سے بھجوا دیں تو مجبوراً راضی ہو گئے اور کتب خانہ بنام مکتبہ مشرق قائم کر دیا، انہیں دنوں قاری عرفان الحق آ گئے، جو ان کے شریک کار ہو گئے، اور وہ مکتبہ آج تک چل رہا ہے، خدا کا فضل ہے کہ ہم بھائیوں میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا، اور ہوا بھی تو ختم ہو گیا، مکان و زمین کی تقسیم پر اکثر بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے، مگر اس مرحلہ سے بھی بآسانی گذر گئے، والد صاحب کے انتقال کے بعد جب انہوں نے مکان کی تقسیم کے لئے مجھے لکھا تو میں نے انہیں لکھ دیا کہ تم دونوں بھائی تقسیم کر لو اور جو میرے حصہ میں آئے چھوڑ دو، چنانچہ ایسا ہی ہوا، میں باہر رہا اور مکان کی تقسیم ہو گئی، مزید برآں میرے مکان کی تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا باہر رہنے کی وجہ سے میرے لئے یہ امر مشکل تھا کہ میں یہاں رہ کر مکان کی تعمیر کراؤں، یہ کام بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا اور اپنی نگرانی میں یہ کام بھی کرا دیا، ان کی محبت اور سعادت مندی کا یہ حال تھا کہ چھوٹے چھوٹے کام ان کے سپرد کر دیتا اور وہ بخوشی انجام دیتے ۶۳ء سے میں باہر رہتا ہوں، مدھ پردیش جس کا ایک حصہ اب چھتیس گڑھ کہلاتا ہے، حضرت مفتی اعظم کے ایماء پر جو عالم خواب میں فرمایا تھا، وہاں جانا ہوا اور آج بھی وہیں رہتا ہوں۔

برادر عزیز اور یہ ناچیز اتفاق سے قد و قامت نیز شکل و صورت میں یکساں تھے کہ اگر میرا لباس وہ پہن لیتے یا میں ان کے کپڑے پہنتا تو دیکھنے والے کو امتیاز مشکل ہوتا کہ کسی دوسرے کا لباس ہے، اس زمانہ میں کئی بار ایسا ہوا کہ ضرورت پڑنے پر انہیں لکھ دیا کہ کپڑے سلوا کر بھیج دو تو اپنے ناپ کے سلوا کر مطلوبہ کپڑے بھیج دیئے، شکل و صورت میں مشابہت اس درجہ کہ ان سے کوئی صاحب کسی کام کے لئے کہتے اور کچھ دن بعد میں انہیں مل جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرنے لگتے، کہ فلاں کام کرنے کے لئے آپ سے کہا تھا اس کا کیا رہا۔ یہی معاملہ انکے ساتھ ہوتا تھا ایسا اکثر ہوا۔ اس زمانے میں فون اور موبائل کا چلن نہیں تھا، خط و کتابت ہوا کرتی تھی، کبھی وہ لکھتے کبھی میں لکھتا، خط کے شروع میں آداب والقاب اور سلام کے بعد یہ ضرور لکھتے، کہ بہت دن سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم نہیں ہوئی، فکر ہے، افسوس! کہ وہ فکر کرنے والا نہ رہا اور اپنی فکر ہم لوگوں کے لئے چھوڑ گیا، وقت رخصت ان پر خدا ہی جانے کیا گذری اور اب کس حال میں ہیں، لیکن میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ وہ گئے نہیں ہیں بلکہ مدینہ کی پرفضا بہاروں میں کھو گئے، اس لئے کہ بہت پہلے اپنی ایک نعت کے مطلع میں کہا تھا۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا قلب مضطر میں

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

غم زدہ دل شکستہ، سبطین رضا غفرلہ ۹ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما حیات اسلاف کا آئینہ

بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی

مخدوم گرامی حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عالیشان خاندان کے باوقار عالم دین تھے اور دین اسلام کے ایک بے مثل رہنما۔ سادگی جن کا حسن ذاتی، اور کم گوئی جن کے جمال گفتار کی زینت، خوبی اخلاق اور پاکیزگی عمل ان کا اسوۂ حسنہ۔ طہارت فکر اور اصابت رائے ان کی دانش وبینش۔ ان کی زندگی سلف صالحین کی زندگیوں کا آئینہ اور ان کی بندگی واصلان حق کی معرفتوں کا گنجینہ۔ تصنع اور بناوٹ سے پاک، نمائش اور ریا سے آزاد، اور حق بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے بندوں کی یہی علامت و پہچان ہے۔

زحسن اہتمام ما جمال یار مستغنیست　　　　با آب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

آج کل عام طور پر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ جو خاندان علم دین وعلم معرفت دونوں سعادتوں کا سنگم رہا ہے فی الوقت احفاد واولاد تک آتے آتے صرف سجادہ نشینی باقی رہ گئی ہے اور علم وفضل اور شریعت ومعرفت کا بوریۂ فقر رخصت ہو گیا ہے۔ جس سے بجا طور پر لوگوں کو شکایت کا موقع ملتا ہے۔

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری　　　　رہا صوفی گئی روشن ضمیری

مگر مولانا قدس سرہ کی یہ خصوصیت رہی کہ بحر معرفت وحقیقت کے شناور ہوتے ہوئے بھی آپ نے وراثت انبیا کی مسند نہیں چھوڑی اور زندگی بھر درس وتدریس کی چٹائی پر ثابت قدم رہے۔ مرحوم مولانا محمد شفیع صاحب سابق ناظم اعلی جامعہ اشرفیہ مبارک پور علیہ الرحمہ جنھوں نے مولانا قدس سرہ کے بارے میں مجھے بتایا تھا کہ حضرت مولانا جامع العلوم استاذ تھے۔ قرآن وحدیث جس شان سے پڑھاتے تھے، اسی طنطنہ سے منطق وفلسفہ کا بھی درس دیتے تھے، معانی وبیان کی نکتہ سنجیوں کے ساتھ ساتھ متنبّی اور حریری کے لطائف و لذائذ کی داد بھی دیتے تھے۔

اعدائے دین وسنت سے زندگی بھر جہاد زبان وقلم میں مصروف اور غازئ میدان وفا رہے اور جانا ہوا تو اسی راہ میں شہید وفا بن کر دنیا سے گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات ورفعت میں ترقی عطا فرمائے اور طبقۂ علما اہل سنت میں ان کے امثال واقران پیدا کرے

یہ آج دہر میں کس کی وفات کا غم ہے　　　　فسردہ چہرے ہیں چشم حیات پرنم ہے
صدائے بلبل رنگیں میں سوز ماتم ہے　　　　ہے گل بھی چاک بداماں صبا بھی برہم ہے
یہ آج کون اٹھا خاکدان گیتی سے　　　　کہ جس طرف بھی نظر جائے ہو کا عالم ہے
یہ زندہ تھے تو دھڑکتی تھی نبض دورزماں　　　　وفات پائی تو موت ان کی موت عالم ہے

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۸ر شعبان المعظم، ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما......فقیہ عالم دین

تلمیذ وخلیفۂ محدث اعظم پاکستان وخلیفۂ مجاز حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ
شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا پیر سید مراتب علی شاہ صاحب گوجرانوالہ

شیخ الحدیث مولانا تحسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے میرے ساتھ حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں دورۂ حدیث مکمل کیا۔ میں نے اس دور میں بھی ان کو انتہائی متقی، پرہیزگار، صاحب مطالعہ اور فقیہ عالم دین پایا۔

مولانا تحسین رضا خاں صاحب کی وفات پر ہم ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے اور نئے آنے والے علما کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابوالحسن سید مراتب علی شاہ غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما اخلاص میں اسلاف کی یادگار

علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

مجھے یہ معلوم کر کے دلی صدمہ ہوا کہ حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے پوتے حضرت مولانا تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ۳ ؍اگست ۲۰۰۷ء کو ایک ایکسیڈینٹ میں جام شہادت نوش فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند وبالا درجات عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔

وہ امام احمد رضا بریلوی کے خاندان کے چشم وچراغ، حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔

راقم جب دوسری مرتبہ بریلی شریف حاضر ہوا تو جامعہ نوریہ رضویہ میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ نیز حدیث اور دوسرے علوم کی اجازت بھی حاصل کی وہ بلاشبہ علم وعمل وتقویٰ وطہارت واخلاص اور سادگی میں اسلاف کی یادگار تھے۔

انہیں اگر گلشن بریلی کا دل نواز اور روح پرور گل تر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ راقم ان کے تمام متعلقین صاحبزادگان اہل خانہ حضرت مولانا محمد اختر رضا خاں، حضرت مولانا منان رضا خاں، حضرت مولانا توصیف رضا خاں، حضرت مولانا محمد حنیف خاں اور زیب سجادۂ رضویہ حضرت مولانا محمد سبحان رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کی خدمات میں تعزیت پیش کرتا ہے اور بیار ہے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

والسلام۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما اکابر کے صحیح جانشیں

خواجہ علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی

آہ! زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

جن دنوں مرکز اہل سنت بریلی شریف میں پیرو مرشد حضور سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے زیر سایہ انہیں کے اشارۂ کرم سے تدریسی خدمت کے لئے دار العلوم مظہر اسلام میں مقرر ہوا انہیں دنوں تقریباً ایک سال پیشتر محبّ مکرم حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ بھی مدرس ہو چکے تھے۔ اس وقت دار العلوم مظہر اسلام دنیائے درس وتدریس کے نامور اساتذہ کی حسین آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ حضرت علامہ محدث ثناء اللہ صاحب شیخ الحدیث کی حیثیت سے مسند تدریس پر جلوہ گر تھے، شیخ الاساتذہ حضرت علامہ معین الدین خاں صاحب اور شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی گھوسوی اور شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہم الرحمۃ والرضوان علمی وفکری موتیوں کے شہ پارے بکھیر رہے تھے، اس علم وفن کی انجمن مین علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اپنے زہدوورع، تواضع وانکساری اور اخلاقی رواداری کی وجہ سے سرکار مفتی اعظم ومفسر اعظم کے بعد خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں تمام وابستگان مرکز اہل سنت کی نظر میں ایک امتیازی حیثیت اور پسندیدہ شخصیت کے مالک بن چکے تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ سے ہمارے دوستانہ مراسم نہایت گہرے تھے۔ ہم مزاج وہم مشرب اور ایک ہی مدرسہ میں ہم منصب ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی قرب تھا، خواہ درس وتدریس کا میدان ہو یا شعر وسخن کا، خواہ کھانے پینے کا دسترخوان ہو یا ملی حالات پر تبصرہ وتنقید کا معاملہ، ہم ہر جگہ ایک دوسرے سے قریب ہی نظر آتے تھے۔ حضرت کے اچانک حادثاتی سانحۂ ارتحال سے دل کو جو گہرا صدمہ پہونچا وہ حیطۂ تحریر وضبط تعبیر سے باہر ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ ایک مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل اور علمی سنجیدگی وفکری روش میں اکابر کے صحیح مظہر وجانشین تھے۔ ان کے حادثۂ رحلت سے قوم وملت کا جو خسارہ ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے اور قبر انور کو بقعۂ نور بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ أ فضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

خواجہ مظفر حسین رضوی

شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما ایک باکمال مدرس

مفکر اسلام لسان العصر حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی رضوی

حضرت علامہ محمد حنیف صاحب استاذ دار العلوم نوریہ رضویہ کے ٹیلیفون سے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ تحسین رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے اندوہناک حادثے اور وصال کی اطلاع ملی۔ اور چند گھنٹوں میں پورے یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ان تمام اداروں اور شخصیتوں تک پہونچ گئی جن کا تعلق اہل سنت وجماعت سے ہے۔ علمائے کرام نے ایک دوسرے کو تعزیت پیش کی اور متعدد مقامات پر جلسہائے تعزیت وایصال ثواب منعقد ہوئے۔

یقیناً حضرت علامہ تحسین رضا علیہ الرحمہ کی حادثانہ شہادت ''موت العالم موت العالم'' کی مصداق ہے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی علم دین کی خدمت میں گزاری۔ ان کی تدریسی خدمات کم وبیش نصف صدی پر محیط ہیں۔ انھوں نے مرکز اہل سنت بریلی شریف جامعہ نوریہ رضویہ منظر الاسلام اور جامعۃ الرضا میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ وہ ۲۳ سال تک جامعہ نوریہ رضویہ میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز رہے، منظر اسلام میں بھی شیخ الحدیث رہے۔ اور اس سے قبل مظہر اسلام میں شیخ المعقولات کی حیثیت سے بے مثال خدمات انجام دیں۔ یہ وہ دور تھا جب علامہ مفتی ایوب مظہر صاحب اور مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب جیسی عظیم شخصیات وہاں زیر تعلیم تھیں۔ اور فی الحال جامعۃ الرضا میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، انھوں نے کئی ہزار طالبانِ علوم نبوت کو علم دین سے آراستہ فرما کر اس قابل بنایا کہ وہ دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمات انجام دیں۔

خاندان اعلیٰحضرت کے اس عظیم فرزند کے وصال کے بعد ہمارا مرکز بریلی شریف ایک عظیم عالم دین اور نائب امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان سے محروم ہوگیا۔ یوں تو ان کے وصال سے پورا عالم اسلام غم والم میں ڈوبا ہوا ہے مگر وہ تمام علماء جو اُن سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور ان کی معنوی اولاد ہیں ان کے غم واندوہ کا تو ہم اندازہ نہیں کر سکتے، اس لئے ورلڈ اسلامک مشن کی جانب سے جملہ ارکان ورلڈ اسلامک مشن حضرت علامہ تحسین رضا علیہ الرحمہ کے پسماندگان، ان کے تلامذہ، تمام علمائے ملت اسلامیہ کو بالخصوص اور پوری ملت اسلامیہ کو بالعموم تعزیت پیش کرتے ہیں، اور خدائے واحد وقدوس کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ پروردگار عالم حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے مدارج کو بلند فرمائے، اور بریلی شریف میں ان کے مثل علما کو پیدا فرمائے جو اس عظیم خلا کو پر کرسکیں۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

شریک غم: محمد قمر الزماں اعظمی رضوی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن۔ مانچسٹر۔ انگلینڈ

Tel: 0161 7955126

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلما یگانہ روزگار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

وہی ہنساتا ہے، وہی رُلاتا ہے...... وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے...... جب چاہے عطا فرماتا ہے، جب چاہے لے لیتا ہے...... غم بھی اس کی طرف سے، خوشی بھی اس کی عطا ہے...... زندگی بھی اس کی عطا ہے، موت بھی اس کی عطا ہے۔

تیری مرضی جو دیکھ پاتی ہے خلشِ درد کی بن آتی ہے

ایک عظیم حادثہ گزر گیا۔ یہ حادثہ اہلِ سنت وجماعت کا ایک عظیم المیہ ہے۔

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو رونا ہے یہ کوئی ہنسی نہیں ہے

مخدومِ ملت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ علم وفضل، زہد وتقویٰ، تواضع، انکساری میں یگانۂ روزگار تھے۔ سادہ لباس، سادہ

مزاج، سادہ گفتار۔ان کی اداؤں میں خود پسندی یا خودنمائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ان کے چہرے پر سلف صالحین کا نورنکھارتا۔جیسے حضرت صدرالافاضل کے چہرے پر، جیسے حضرت ابوالبرکات سید احمد کے چہرے پر، جیسے حضرت برہانِ ملت کے چہرے پر، جیسے مفتی محمد مظہر اللہ شاہ علیہم الرحمہ کے چہرے پر......اب ان نورانی چہروں کو آنکھیں ترستی ہیں۔

کون جیتا ہے شبِ ہجر سحر ہونے تک　　　　عمر اِک چاہئے یہ عمر بسر ہونے تک

فقیر جب بھی بریلی شریف حاضر ہوتا، محبی ڈاکٹر سرتاج حسین رضوی کے ہاں قیام کرتا، حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ باوجود، خاندانی وجاہت اور علمی عظمت کے، ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور بڑا اکرم فرماتے۔جامعہ نوریہ رضویہ میں شیخ الحدیث تھے، ایک مرتبہ وہاں بھی شرفِ نیاز حاصل کیا۔۱۹ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/۳راگست ۲۰۰۷ء اچانک حادثے کی خبر سنی تو دل پر ایک بجلی سی گری۔پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔حضرت علیہ الرحمہ کا آنا جانا، کرم فرمانا یاد آیا۔دل سے مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا نکلی۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہوترا　　　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہوترا　آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما کے شہر، بریلی کا تاریخی پس منظر

ڈاکٹر محمد حسن قادری

ہندوستان کے تہذیبی، تمدنی اور مذہبی سرمایہ میں شہر بریلی دنیا میں منفرد و یکتا مقام رکھتا ہے۔

سرزمین بریلی پر خانقاہوں اور مزاروں کی کثرت ،صوفیائے کرام واولیائے کرام کی عظمت اور انکے مریدوں اور عقیدت مندوں کی عقیدت ومحبت کی وجہ سے بریلی کو مدینۃ الاولیا بھی کہا جاتا ہے۔حضرت جلال الدین شاہ دانہ ولی کا مزار شریف، خانقاہ نیازیہ میں حضرت شاہ نیاز احمد (خواجہ قطب) نومحلہ میں حضرت سید معصوم ترمذی پیرومرشد حافظ رحمت خاں، سید احمد عرف شاہ جی بابا اور آپ کی اولاد، شاہ ناصر میاں، حضرت مولانا شاہ محمد بشیر میاں (گلاب نگر)، سید شاہ حبیب میاں، سید نجم الدین (جھاڑ جھوڑا صاحب) بابا شاہ مستان صاحب، شاہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کے مزارات تو رحمت کا سرچشمہ ہیں ہی اس پر فخر بالائے فخر یہ کہ اس سرزمین کو تاجدار اہل سنت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا کی آخری آرام گاہ ہونے کا بھی فخر حاصل ہے۔آپکی وجہ سے ہی بریلی کو بریلی شریف اور سنیت کا مرکز کہا جاتا ہے۔اس طرح بریلی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہی نہیں بلکہ علم وادب وسنیت کا مرکز بھی ہے جس کو وطن کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں بریلی کا علاقہ پانچال کے نام سے موسوم تھا جس کا مہابھارت میں ذکر ہے، جس کی وسعت ہمالیہ پہاڑ سے دریائے چنبل تک تھی۔پانچال کا آ ہ چ ھ چ ھ ن ہ.دارالسلطنت تھا جس کو آجکل مراد آباد کی حد سے چند میل کے فاصلہ پر پرگنہ سرولی ضلع بریلی میں رام نگر کہتے ہیں۔

۶۳۸ر میں ہوان سانگ چینی سیام نے اس علاقہ کا سفر کیا اسوقت اس ملک میں شیلادتیہ کی حکومت تھی جو بودھ مذہب کا پیرو تھا،

صدہا سال کی مدت کے بعد راجپوتوں کی زور آوری کے زمانہ میں اس کو کٹھیر کے نام سے پکارا جانے لگا۔۱۱۹۴ء تک کٹھیر میں ہندوؤں کی بلاشرکت غیرے حکومت رہی۔ سب سے پہلے کٹھیر یا ٹھاکر جگت سنگھ نے موجودہ بریلی سے پورب کی سمت ۱۵۰۰ء میں موضع جگت پور آباد کیا جو آج بھی بریلی کا معروف محلّہ ہے، پھر اس کے سینتیس (۳۷) سال بعد ٹھاکر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، برل دیو نے ۱۵۲۷ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور ہوا۔ اتفاق سے بریلی بانس کے جنگلوں کے لئے بھی مشہور ہو گیا تھا اس لئے اس کا نام بانس بریلی ہو گیا۔

۱۵۷۷ء میں بریلی صدر مقام ہو گیا۔ اکبر نے حکیم عبدالملک شیرازی کو بریلی کا پہلا ناظم مقرر کیا، مرزائی مسجد، مرزائی باغ، مرزائی محلّہ عہد اکبری و نظامت عین الملک شیرازی کی یادگار ہیں۔ جن میں مرزائی مسجد محلّہ گھیر جعفر خاں میں موجود ہے جو عین الملک کے اہتمام میں ۱۵۷۰ء میں تعمیر کی گئی یہ بریلی میں پہلی مسجد ہے۔ عہد اکبری کی ایک جلیل القدر شخصیت حضرت شاہ دانا ولی کی ہے جنہوں نے حمایت حق کا فریضہ انجام دیا۔ شہنشاہ اکبر کا دور الحاد و بے دینی کا دور تھا اس نے دین الٰہی مذہب ایجاد کیا۔ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی اور مجدد الف ثانی نے شہنشاہ اکبر کے ایجاد کردہ مذہب کے خلاف قلمی و لسانی جہاد کیا لیکن شاہ دانا ولی نے اکبر کی بے دینی کے خلاف جہاد بالسیف کیا۔ اِکبر کے گورنر عین الملک نے شاہ دانا کا مقابلہ کیا، شاہ دانا نے سنت حسینی پر عمل کیا اور اکبر کی باطل قوت سے مقابلہ کرتے ہوئے ۱۵۸۲ء کو جام شہادت نوش کیا۔ جہانگیر کے عہد میں شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے شیخ فرید بریلی کے گورنر مقرر ہوئے، ان کے زمانے میں رہپورہ کا نام فرید پور ہوا۔ فرید پور کا قلعہ انہوں نے ہی بنوایا تھا۔ شیخ فرید کے بعد سلطان علی خاں وقلی خاں حاکم بریلی مقرر ہوئے۔ جہانگیر کے زمانہ میں صوفی شاہ درویش شہر کہنہ میں جہاں سکونت رکھتے تھے وہ علاقہ صوفی ٹولہ محلّہ ہو گیا۔ شاہ جہاں کے عہد میں پہلا ناظم عبد اللہ خاں اور راجہ نالک چندکھتری ساکن دہلی مقرر ہوا۔ ۱۶۵۷ء میں مکرند رائے گورنر ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں مکرند رائے پھر سے گورنر مقرر ہو گیا اور بریلی کے مغرب کی جانب جنگل کٹوا کر شہر آباد کیا جو نیا شہر مشہور ہوا۔ مکرند رائے نے عالمگیر کے حکم سے بریلی کی جامع مسجد تعمیر کروائی، شاہ دانہ ولی کے مقبرہ کی تعمیر جدید کرائی۔ کنور پور، مکرند پور محلے اس کے بھائی بھتیجوں کے نام پر آباد ہیں۔

عالمگیر کے جانشینوں سے حکومت مغلیہ کا زوال شروع ہوا۔ اس علاقہ پر مرکزی حکومت کی گرفت کمزور پڑ گئی اور کٹھیر پر روہیلوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ دہلی سلطنت نے روہیلکھنڈ کے باغیوں کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے جد امجد شجاعت جنگ سعد اللہ خاں کو روانہ کیا انجام کار جون ۱۷۴۵ء میں روہیلوں نے ہتھیار ڈال دیے اور نواب علی محمد خاں بادشاہ کے روبرو ہاتھ باندھ کر حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر شجاعت جنگ سعد اللہ خاں کو بریلی کا صوبیدار بنانے کا حکم جاری کیا لیکن فرمان شاہی ایسے وقت ملا کہ آپ بستر مرگ پر تھے۔ اس لئے بریلی نہ صوبہ بن سکا اور نہ آپ صوبیدار۔ نواب علی محمد خاں نے اس کے بعد حکومت مغلیہ سے مصالحت کر لی تھی اور حکومت دہلی نے ان کی حکومت وریاست کو تسلیم کر لیا تھا۔

درحقیقت روہیلوں کا دور بہت خوش حالی کا دور تھا۔ روہیلوں کے دور اقتدار میں یہ علاقہ کٹھیر سے روہیلکھنڈ ہو گیا۔ خطہ روہیلکھنڈ میں بریلی، رامپور، مرادآباد، شاہجہاں پور، پیلی بھیت، اور بجنور کے اضلاع شامل تھے۔ بریلی روہیلکھنڈ کا دارالخلافہ قرار پایا۔ نواب علی محمد خاں روہیلکھنڈ کے بانی اور پہلے نواب تھے۔ نواب علی محمد خاں کے بعد حکومت کی باگ ڈور حافظ الملک نواب حافظ

رحمت خاں کے ہاتھ میں آ گئی۔حافظ رحمت خاں کا دور حکومت روہیلکھنڈ کا سنہرا دور حکومت تھا،اگر یہ کہا جائے کہ حافظ رحمت خاں کی حکومت خالص اسلامی حکومت تھی تو بیجانہ ہوگا حافظ رحمت خاں کا تعلق قبیلہ بڑیچ سے تھا۔امام احمد رضا خاں کے جدامجد حضرت سعید اللہ خاں کی چھٹی پشت سے حافظ الملک حافظ رحمت خاں اور امام احمد رضا کا سلسلہ نسب ایک ہوجاتا ہے۔حافظ رحمت خاں نے تقریباً چالیس سال روہیلکھنڈ پر حکومت کی۔

حافظ رحمت خاں،اودھ کے نواب شجاع الدولہ اور انگریزوں کی سازش کا شکار ہوئے انگریزوں اور شجاع الدولہ کی مشترکہ فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے میران پور کٹرہ میں۔۱۷۷۶ء میں شہید ہوئے۔

آپ کا مقبرہ باقر گنج میں موجود ہے۔حافظ رحمت خاں کو اگر ہندوستان کی جنگ آزادی کا پہلا مجاہد کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔حافظ رحمت خاں اور ان کی اولادیں جس جگہ کثرت سے آباد ہوئیں وہ جگہ گلی نوابان کہلاتی ہے۔غالباً بزریا عنایت گنج حافظ رحمت خاں کے ولی عہد کے نام سے مشہور ہے۔بازار صندل خاں حافظ رحمت خاں کے کوتوال صندل خاں کا قائم کیا ہوا ہے۔محلّہ ملوکپور حافظ رحمت خاں کے بھانجے میر خاں کے نام پر ہے۔روہیلہ امیر احمد علی خاں کا باغ احمد علی اور احمد علی کا تالاب آج تک مشہور ہیں۔گڑھ مان رائے حافظ رحمت خاں کے وزیر راجہ مان رائے کی یادگار ہے۔مان رائے کی یہ حویلی تھی جس میں شاہ عالم بادشاہ دہلی ۱۷۵۹ء میں بطور مہمان ٹھہرے تھے اور نواب عنایت خاں کی شادی اسی حویلی میں ہوئی تھی۔بزریہ پورن مل کا تعلق حافظ رحمت خاں کے پورن مل کائستھ سے ہے۔بان خانہ وہ علاقہ ہے جہاں روہلوں کے دور میں بان یعنی جنگی گولے بنائے جاتے تھے۔قلعہ ندی کا پل روہلہ حاکم راؤ پہاڑ سنگھ کا تحفہ ہے۔سرکار اودھ کے زمانے میں لکھنؤ کے ایک شیخ صاحب چاند خاں بریلی تشریف لائے جن کے نام سے پرانے شہر کا کٹھرہ چاند خاں مشہور ہے،چاند خاں کی اولاد میں نواب مجاہد خاں اور نواب ایوب خاں موجود ہیں اور محلّہ سیلانی بارہ دری میں قیام پزیر ہیں۔بریلی کی مسجد گذری جو ساہوکارہ میں ہے عہد محمد شاہی کی تعمیر ہے۔

حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد روہیلکھنڈ پوری طرح سے والی اودھ شجاع الدولہ کے زیر اقتدار آ گیا۔شجاع الدولہ نے روہیلکھڈ کو بری طرح پامال کیا رعایا کو خوب لوٹا گیا۔حد یہ کہ اسلامی شعائر اور مساجد کی توہین کی گئی ۱۸۰۱ء میں انگریزوں نے بریلی (روہیلکھنڈ) پر اپنا اقتدار جمالیا اس طرح۔۱۸۰۱ء سے انگریز روہیلکھنڈ پر پوری طرح قابض وداخل ہوگئے۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے عموماً اور علما وفضلا نے خصوصاً وطن عزیز کے تحفظ وبقا کے لئے جو عظیم قربانیاں دی ہیں اس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔چنانچہ روہیلکھنڈ کی عوام نے والی اودھ اور انگریزوں کے اقتدار کو کبھی گوارا نہیں کیا اس لئے۔۱۷۹۴ء میں دوجوڑا (فتح گنج پچھمی) کے مقام پر نواب آصف الدولہ اور اس کے حلیف انگریزوں سے روہیلوں کی جنگ ہوئی جس میں روہیلوں نے اپنی روایتی داد شجاعت دی لیکن قسمت نے یاوری نہ کی یہاں کے عوام اپنی شکست پر بے چین رہے اور یہ بے چینی بریلی کی عوام نے ۱۸۱۶ء میں مفتی محمد عیوض عثمانی کی قیادت میں ظاہر کی۔مفتی محمد عیوض عثمانی حضرت مولانا عبد القادر بدایونی کے اجداد میں تھے،حافظ رحمت خاں کے عہد میں مفتی تھے اور مسند افتا پر فائز تھے۔اپنی مذہبی ذمہ داری ادا کرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی رہنمائی بھی کی۔انگریزوں کے خلاف سبز ہلالی پرچم حسین باغ میں لہرایا،یہ باغ آج بھی شہر بریلی کے مغرب میں واقع ہے۔ہزاروں ہتھیار بند مسلمان مفتی محمد عیوض کے ارد گرد جمع ہوگئے اور پیلی بھیت رامپور شاہجہانپور جیسے دور دراز علاقوں کے عوام بھی اس جنگ میں شریک ہوئے،انگریزوں کے مقابلہ میں

پہلی بار مجاہدین کو فتح حاصل ہوئی، مجاہدین نے بریلی میں پوری طرح قبضہ کر لیا۔لیکن انگریزوں نے پھر قبضہ کرلیا اس شکست کے بعد بھی روہیلکھنڈ کے غیور عوام نے ہمت نہ ہاری اور اپنا کھویا ہوا سیاسی اقتدار وملی وقار حاصل کرنے کے لئے برابر کوشش کرتے رہے، ان کی آخری کوشش ۱۸۵۷ء کا وہ معرکہ تھی جس میں انہوں نے امام العلما مولانا رضا علی خاں (دادا امام احمد رضا) کی سرپرستی اور نبیرۂ حافظ الملک حافظ رحمت خاں، جناب خان بہادر خاں کی قیادت میں انگریزوں سے جنگ کی، دراصل ۱۸۵۷ء میں پلان کے مطابق پورے ملک میں ایک ساتھ ایک وقت میں انگریزوں کے خلاف بغاوت ہونا تھی لیکن یہ بغاوت قبل از وقت شروع ہوگئی نتیجتاً یہ بغاوت ناکام ہوگئی لیکن بریلی میں یہ بغاوت امام العلما مولانا رضا علی کی سرپرستی اور خان بہادر خاں کی قیادت میں شروع ہوگئی اور کامیاب ہوئی، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امام العلما کی ذات مقدسہ غیر متنازعہ اور عوام کے لئے معتبر و موثر تھی اور انکے دست راست جزل بخت خاں امام العلما کے مشورہ اور منشاء کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرتے تھے چنانچہ تقریباً چودہ ماہ تک روہیلکھنڈ کے حریت پسند عوام نے انگریزوں کو آزاد حکومت کے حدود کے قریب بھٹکنے تک نہ دیا۔ یہ روہیلکھنڈ کا سنہرا دور تھا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں امام احمد رضا کے والد ماجد امام الاتقیا مفتی نقی علی خاں نے بھی بنفس نفیس حصہ لیا۔ ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لئے ہند کے علما نے ایک جہاد کمیٹی بنائی۔ اس جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا اِس جہاد کمیٹی میں امام العلما مولانا رضا علی خاں ودیگر علما کے علاوہ امام الاتقیا مفتی نقی علی خاں کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔مولانا نقی علی خاں انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچاتے تھے، آپنے انگریز مخالف تقریر سے مسلمانوں میں جوش و جہاد کا ولولہ پیدا کیا۔ بریلی کا جہاد کامیاب ہوا۔ انگریزوں کو مسلمانوں نے بریلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ افسوس! روہیلکھنڈ کی یہ فارغ البالی اور خوشحالی عارضی ثابت ہوئی، نواب رامپور نے انگریزوں کی غلامی کا قلادہ پہن رکھا تھا۔

مغلیہ خاندان کا آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر انگریزوں کی قید میں پہنچ چکا تھا۔ اکیلا بریلی انگریزوں کی طاقت کو کہاں تک جھیلتا چنانچہ ٦ رمئی ۱۸۵۷ء کو انگریز روہیلہ نواب کے مقابلہ پر زبردست طاقت لیکر مقابلہ پر آ گئے تلوار بندوق کا مقابلہ نہ کر سکی بریلی اور اس کے نواحی علاقوں پر ان کا قبضہ ہوگیا۔ انگریز بلا شرکت غیر ہندوستان کے مالک بن گئے ۔نواب خاں بہادر خان کو نیپال سے گرفتار کیا گیا اور پرانی کوتوالی موجودہ شاستری مارکیٹ میں ان کو پھانسی دیدی گئی اور ان کو ضلع جیل بریلی میں بغیر کفن کے دفن کر دیا گیا۔

خان بہادر خاں کو ۱۳ ر ماہ کا مختصر زمانہ حکومت ملا تاہم آپ نے چند ضروری کام انجام دئے، سب سے پہلے اپنے نامور دادا حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے مقبرہ کی مرمت کرائی، اپنی قیامگاہ کے قریب محلّہ بھوڑ میں سرراہ مسجد تعمیر کرائی جواب تک موجود ہے، ۱۸۵۷ء میں خان بہادر خاں کی کوٹھی لٹی تو یہ علاقہ خان بہادر خان کا کھیڑا کہلانے لگا۔ ۱۸۵۷ء میں پہلی جنگ آزادی کا آغاز ہوا اور ۱۸۵٦ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ولادت ہوئی ۔آپ کا خاندان انگریز دشمنی میں مشہور تھا، آپ فطرتاً حریت پسند تھے، آپنے تمام عمر انگریزوں کی مخالفت کی اور ان کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف کیں ۔آپ انگریز دشمنی میں اتنے شدت پسند تھے کہ انگریزی طرز معاشرت کو حرام قرار دیتے تھے۔ آپ نے مسلم معاشرے میں اسلام کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی اس لئے اسلامیات کی زیادہ تر کتابیں اردو میں لکھیں ۔آپ نے جہاں انگریزوں کی مخالفت کی وہیں دین اسلام سے بے رہ روی اور آزاد مزاجی اختیار کرنے والے علما اور لیڈروں کو بھی صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کی ۔اسلام کا نام لیکر اسلام کو نقصان پہنچانے والے باطل فرقوں کا بھی تعاقب کیا۔ اسلامی تعلیم و تربیت اور مسلمانوں کا

اسلامی ذہن بنانے کیلیئے آپ نے ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام قائم کیا، اگر چہ اس دار العلوم سے قبل مدرسہ مصباح التہذیب ۱۸۷۲ء میں مولوی احسن نانوتوی اور مدرسہ اشاعت العلوم مولوی یاسین نے قائم کئے تھے مگر یہ دونوں مدارس امام احمد رضا کے مسلک ومشرب اور عقیدے کے خلاف تھے، اس لئے دار العلوم منظر اسلام قائم کیا۔ آج یہ دار العلوم بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔

جدید بریلی نے وطن عزیز کو نئے نئے تحفے دئے ہیں، آئی وی آر آئی ایشیا کا سب سے بڑا ویٹری.... کا تحقیقی مرکز۔ آنولہ میں افکو کا کھاد کا کارخانہ ملک کا سب سے بڑا کھاد کا کارخانہ ہے۔ بریلی کا بید کا کام، بریلی کا سرمہ، بیڑی، فرنیچر کا کام زردوزی کا کام ہندوستان بھر میں مشہور ہے۔

بریلی کالج بریلی کی ایک تاریخی یادگار ہے یہ روہیلکھنڈ کا سب سے بڑا کالج ہے جہاں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جیسے رہنماؤں نے تعلیم حاصل کی۔ بریلی کا فوجی ہوائی اڈہ ہندوستان میں اپنی نوعیت کا منفرد نمونہ ہے۔ اسلامیہ انٹر کالج اور اسلامیہ گرلز انٹر کالج مسلم تعلیمی ادارے ہیں جو سادات مارہرہ کی آراضی پر تعمیر ہیں۔

اس بریلی شہر کا یہ قصہ یہ افسانہ ہے ایک ایسی شمع جسکا ہر کوئی پروانہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما کے خاندانی حالات

ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی

انیسویں صدی کا ابتدائی دور ہندوستانیوں اور خصوصا مسلمانوں کے لئے انتہائی پر آشوب دور تھا۔ مسلمانوں میں نئی نئی تحریکیں جنم لے رہی تھیں جو مسلمانوں کو کافر، مشرک اور بدعتی بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مسلمان زبردست کشمکش کا شکار تھے۔ ایک طرف پوری ملت اسلامیہ مذہبی خانہ جنگی کا شکار تھی، کفر وشرک وبدعت کے شوروغوغا سے پورا مذہبی ماحول گرد آلود تھا۔ دوسری جانب انگریز مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے اقتدار کے مواقع بڑھا رہے تھے۔ یہ ماحول مسلمانوں کے لئے انتہائی کس مپرسی کا تھا۔ مسلمانوں کے جو نامور علما اور دانشور تھے ان میں بیشتر جہاد آزادی میں کام آ گئے تھے اور جو باقی بچے وہ اس مذہبی اور سیاسی بحران سے ملت اسلامیہ کو بچانے میں مصروف ہو گئے۔

اس مسلم مخالف طوفان کو روکنے کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جسے علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں میں پوری دستگاہ حاصل ہو اور تمام علوم وفنون میں ممتاز مقام رکھتا ہو۔ جو ایک جانب توحید کی شمع روشن کرے تو دوسری جانب فخر کون ومکان ﷺ کی محبت ووارفتگی کا پرچم لہرائے اور نئی نئی مسلم کش تحریکوں کا منہ توڑ جواب دے سکے۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی کے آخری سال میں ایک ایسی ہی گراں مایہ اور عبقری شخصیت نے اس دنیائے آب وگل میں قدم رکھا جسے عالم اسلام مولٰینا مولوی مفتی نقی علی خاں کے نام سے جانتا ہے۔

امام العلما مولٰینا مولوی مفتی رضا علی خاں کے فرزند امام الاتقیا مفتی نقی علی خاں کی ولادت سلخ جمادی الآخرہ یا غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو بریلی کے محلّہ ذخیرہ میں ہوئی۔ آپ نے جملہ علوم وفنون کی تعلیم اپنے والد ماجد امام العلما مولٰینا رضا علی خاں سے

حاصل کی۔ مفتی نقی علی خاں علم وعمل کے بحرِ ذخار تھے۔ آپ کی ذات مرجع خلائق وعلما تھی۔ آپ کی آرا واقوال کو علمائے عصر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کو تینتالیس علوم وفنون پر کامل دسترس حاصل تھی۔ کثیر علوم میں آپ کی تصنیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔ آپ کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا۔ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف آپ کے ہم عصر علمانے بھی کیا۔ آپ عالم اسلام کی ان مقدس ترین شخصیتوں میں ہیں جنہوں نے تاحیات علم وعرفان کے دریا بہائے۔ آپ نے زبان وقلم کے ذریعہ اشاعت دین اور ناموس رسالت کے لئے جہادِ پیہم کیا۔ آپنے دین مبین کے لئے جو کارنامے انجام دیئے وہ رہتی دنیا تک آپ کے علم وفضل کی شہادت دیتے رہیں گے۔

مولانا نقی علی خاں بریلوی کا خونی اسہال کے عارضہ میں ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء کو وصال ہوا علمانے اس کو شہادت سے تعبیر کیا۔ آپ اپنے والد ماجد امام العلما مولانا رضا علی خاں کے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔

شجرہ آباء واجداد

امام الاتقیاء مفتی نقی علی خاں کا تعلق قبیلہ بڑہیچ سے تھا جس میں بڑے بڑے علما، صوفیہ مشائخ ہوئے ہیں ان کے مزارات افغانستان وہندوستان میں آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں روہیلکھنڈ کے حکمراں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کا تعلق بھی قبیلہ بڑہیچ سے ہے۔ نواب حافظ رحمت خاں اور مفتی نقی علی خاں کا شجرۂ نسب مفتی نقی علی خاں کے جدامجد شجاعت جنگ سعد اللہ خاں کی چھٹی پشت میں ایک ہوجاتا ہے۔

شجاعت جنگ سعد اللہ خاں

آپ قبیلہ بڑہیچ کے معزز سردار تھے۔ نادر شاہ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ نادر شاہ نے ہندوستان میں ۱۷۲۹ء میں حملہ کیا اور ہندوستان کو تہس نہس کر کے واپس چلا گیا لیکن شجاعت جنگ محمد سعد اللہ خاں نے ہندوستان میں ہی سکونت اختیار کر لی۔ شاہ نے آپ کو لاہور کا شیش محل بطور جاگیر عطا کیا جس میں آپ قیام فرما ہوئے۔ محمد شاہ بادشاہ نے آپ کو دہلی بلا کر منصب شش ہزاری عطا کیا اور شجاعت جنگ کے خطاب سے نوازا اور ریاست رامپور کے بہت سے مواضعات معافی ودوامی عطا فرمائے۔ آپ کے فرزند سعادت یار خاں سعادت مند تھے جن کے سن بلوغ کو پہنچنے پر حضرت شجاعت جنگ محمد سعد اللہ خاں نے دربار شاہی سے علیحدگی اختیار کر کے آخری عمر یادالٰہی میں متوکلانہ زندگی بسر کی۔ آپ ہی مولانا نقی علی خاں کے جدامجد ہیں جو اس خاندان کو ہندوستان لائے اور آباد کرنے کے بانی ہیں۔

سعادت یار خاں

شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں کے سعادت مند فرزند سعادت یار خاں محمد شاہ کے دربار سے وابستہ ہو کر وزیر مال کے منصب فائز کیے گئے۔ بادشاہ ہندوستان محمد شاہ نے کچھ مواضعات ضلع رامپور میں آپ کو عطا فرمائے تھے ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد انگریزوں نے اس جاگیر کو ضبط کر لیا اور ریاست رامپور میں ضم کر دیا۔ علاقہ کٹھیر جو بعد کو روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہوا، سلطنت دہلی کی گرفت اس پر ڈھیلی پڑھ گئی تو سلطنت دہلی نے روہیلکھنڈ کے باغیوں کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے کے لئے فوج کشی کا اردہ کیا۔ اس مہم کو سر کرنے کیلئے قرعۂ فال سعادت یار خاں کے نام نکلا۔ اس مہم کو سر کرنے کیلئے سعادت یار خاں نے جبلی شجاعت اور جنگی مہارت کے خوب جوہر دکھائے۔ انجام کار ۲ر جون ۱۷۴۵ء روہیلوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نواب علی محمد خاں بادشاہ کے روبرو ہاتھ باندھ کر حاضر ہوا، اس طرح فتح بریلی کا سہرا انہیں کے سر رہا، شاہ نے مسرور ہو کر بریلی کا صوبیدار بنانے کے لئے آپ کے نام فرمان جاری کیا، لیکن فرمان شاہی ایسے

وقت جاری ہوا کہ آپ بستر مرگ پر تھے اس وقت موت نے مہلت نہ دی، نہ بریلی صوبہ بن پایا اور نہ آپ بریلی کے صوبیدار ہوئے۔سعادت یار خاں نے اپنے دورِ وزارت کی دہلی میں دونشانیاں چھوڑ دیں (۱)بازار سعادت گنج (۲)سعادت نہر۔حوادث روز گار کے دست ستم سے ان میں سے کوئی نشانی نہ بچ سکی۔مولنا نقی علی خاں کے پوتے مولنا حسنین رضا خاں کا قول ہے کہ ''سعادت یار خاں کی مہر وزارت ان کی جوانی کی عمر تک خاندان میں موجود تھی اور انھوں نے اس مہر کو دیکھا بھی تھا ''

مولنا حسنین رضا خاں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ان کی جوانی کی عمر چالیس سال مان لی جائے تو اس طرح ۱۹۳۲ء تک سعادت یار خاں کی مہر وزارت آپ کے خاندان میں محفوظ تھی۔اسی دور میں عبدالعزیز خاں عاصی تاریخ روہیلکھنڈ مرتب کر رہے تھے انہوں نے حضور مفتی اعظم سے اس تاریخ کی ترتیب میں معاونت کی استدعا کی تھی۔حضرت مفتی اعظم ہند نے اپنے خاندان میں موجود شاہی دور کے سکے اور مہریں ان کو دیں تھیں، ان میں سے کچھ سکوں کے عکس کو عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں حضرت مفتی اعظم ہند کے حوالے سے شائع کیا، وہ سکے اور مہر عبدالعزیز خاں عاصی نے واپس نہیں کیے اور بر بنائے وضعداری حضور مفتی اعظم ہند نے واپس نہیں مانگے۔آخر عمر میں عاصی مفلوک الحال ہوگئے تھے اور بریلی کے محلّہ کٹگھر میں لب سڑک ایک جھونپڑی میں ان کا انتقال ہوا۔غالباً یہ سکے اور مہریں عبدالعزیز خاں عاصی کے دور مفلسی میں مفلوک الحالی کی بھینٹ چڑھ کر کسی سونار کی بھٹی کی ستم گاری کا شکار بن گئے۔

سعادت یار خاں کے تین فرزند شہزادہ محمد اعظم خاں شہزادہ محمد معظم خاں اور شہزادہ محمد مکرم خاں تھے۔

مولانا محمد اعظم خاں

سلطان محمد شاہ کے وزیر دولت سعادت یار خاں کے فرزند اکبر محمد اعظم خاں تھے، آپ بھی دربار شاہی سے وابستہ تھے۔آپ کو بھی دربار شاہی سے منصب ملا تھا لیکن آپ کا میلان طبع دربار شاہی سے مطابقت نہ رکھتا تھا، اس لئے آپ نے جلد ہی درباری مراعات ومنصب سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔چونکہ آپ کی طبیعت مائل بہ زہد تھی اس لئے آپنے امور دنیا سے سبکدوش ہو کر زہد وریاضت کی راہ لی۔ساری عمر یاد الٰہی میں گذاری۔محمد اعظم خاں نے دو شادیاں کی تھیں۔زوجۂ اولیٰ سے حافظ کاظم علی خاں اور زوجۂ ثانیہ سے چار صاحبزادیاں تھیں۔جن میں ایک کا نام فہمیدہ بیگم تھا، جن کا عقد ولی محمد خاں رفیع کے ہمراہ ہوا تھا۔فہیدہ بیگم کا انتقال ۱۹۳۸ء میں ہوا۔محمد اعظم خاں کی رفیقۂ حیات سلطان خانم تھیں جن کے نام سے اعظم خاں نے دہلی میں ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۸ھ کو کٹھرہ خریدا تھا۔یہ کٹھرہ چھتہ جاں نثار خاں لاہوری دروازہ میں واقع تھا۔اعظم خاں کا انتقال ۱۸۱۵ء کے آس پاس ہوا۔

اعظم خاں نے تارک الدنیا ہونے کے بعد دہلی کی سکونت ترک کر دی اور بریلی کے محلّہ معماران کو اپنا مسکن بنایا۔جس جگہ آپ نے قیام کیا وہ ''شہزادہ کا تکیہ'' کے نام سے مشہور ہوا اور آپ اسی تکیہ کے گوشہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا حافظ کاظم علی خاں

سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا جسکی وجہ سے حافظ کاظم علی خاں اودھ کی سلطنت سے وابستہ ہوگئے فرض منصبی کی ادائیگی میں اعظم خاں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کے صلہ میں آپ کو سلطنت اودھ سے بدایوں میں جاگیر عطا کی گئی، اور بدایوں کا نظم ونسق آپ کے سپرد کیا گیا، دوسوسواروں کی بٹالین کی آپ خدمت میں رہتی تھی۔آٹھ گاؤں آپ کو ملے تھے جس میں دو گاؤں آپ نے اپنے متعلقین کو عطا کر دیئے۔بقیہ چھ گاؤں آپ کی جاگیر میں رہے، آپ کی جاگیر مندرجہ ذیل گاؤں میں تھی۔

(۱) اُسہیت (۲) نہطور (۳) نقی پور (۴) کرتولی (۵) مرزاپور (۶) نگلا۔ یہ گاؤں معافی ودوامی تھے اور نسلاً بعد نسلٍ آپ کے خاندان کے پاس رہے۔ قانون خاتمۂ زمین داری ۱۹۵۲ء کے نفاذ کے بعد ضبط کیے گئے، سیر کاشت اب تک مذکورہ بالا آپ کے ورثہ کے پاس موجود ہیں۔

مولانا کاظم علی خاں دیندار صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت تھے، آپ اعلی حضرت امام احمد رضا کے پیر طریقت حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے استاذ حضرت مولانا انوار الحق فرنگی محلی سے سلسلۂ رزاقیہ میں بیعت تھے اور آپ کو اپنے پیر مرشد سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، آپ بڑے عاشق رسول تھے۔ ۱۲؍ربیع الاول کو محفل میلاد بڑے تزک واحتشام سے منعقد کرتے تھے۔ یہ سلسلہ آج بھی آپ کی نسل میں برقرار ہے۔

سلطنت مغلیہ کی کے بعد انگریزوں نے تمام اصول وضابطے اور قانون بالائے طاق رکھ کر اہل ہند پر ظلم وزیادتی کی تو دربار دہلی اور انگریزوں کے درمیان خلیج وسیع ہوگئی۔ آپ بادشاہ دہلی کی وکالت کرنے وائسرائے کے پاس کلکتہ گئے انجام کیا نکلا اس کا حال دریافت نہ ہوسکا۔ قیاس کہتا ہے کہ انگریزوں نے دربار دہلی کے موقف کو تسلیم نہیں کیا شاید اسی لیے آپ اور آپ کے صاحبزادے امام العلما انگریزوں کے خلاف تھے اور پہلی جنگ آزادی میں انگریزوں کی زبردست مخالفت کی تھی۔

مولانا کاظم علی خاں کی زوجہ اولیٰ سے دو فرزند مولانا رضا علی خاں اور حکیم تقی علی خاں تھے اور ایک دختر زینت بیگم عرف موتی بیگم تھیں۔ زوجہ ثانیہ سے تین دختران تھیں، زوجۂ ثالثہ کا نام سلونی بیگم تھا جن کے بطن سے جعفر علی خاں پیدا ہوئے اور لاولد فوت ہوئے۔ حافظ کاظم علی خاں کی نسل آپ کے دونوں فرزندوں امام العلما مولانا رضا علی خاں اور حکیم تقی علی خاں سے چلی، امام العلما مولانا رضا علی خاں کے ایک ہی فرزند امام الاتقیا مولوی مفتی نقی علی خاں ہیں، امام العلما کے برادر اصغر حکیم تقی خاں کے فرزند حکیم ہادی علی خاں تھے۔ حکیم ہادی علی خاں کے فرزند مولانا سردار ولی خاں تھے۔ اور سردار ولی خاں کے چار فرزند مولوی تقدس علی خاں اعجاز ولی خاں عبد العلی خاں اور مقدس علی خاں ہوئے۔

حافظ کاظم علی خاں کی دختر زینت بیگم کی شادی بندے علی خاں سے ہوئی تھی۔ ''حیات اعلی حضرت'' کا یہ قول کہ ان کی شادی محمد حیات خاں سے ہوئی تھی یہ یوسف زئی تھے بے بنیاد ہے زینت بیگم عرف موتی بیگم کی شادی بندے علیخاں سے ہوئی تھی۔ ۱۹ مئی ۱۸۳۲ء کو ورثا کے درمیان جائیداد کی تقسیم عمل میں آئی۔ تقسیم نامہ میں موتی بیگم کے شوہر کا نام بندے علی خاں ہے۔ اس تقسیم نامہ پر بندے علی خاں کے دستخط ومہر ہے۔ اور موتی بیگم کے کارمختار کی حیثیت سے کوچک علی خاں کے دستخط ہیں، کچھ اور لوگوں کے علاوہ اردو کے معروف نعت گو شاعر لطف علی خاں بریلوی کے بھی دستخط ہیں۔ ایک اور بیعنامہ ۱۷ مارچ ۱۸۳۹ء کا ہے، بیعنامہ موتی بیگم نے اپنے بیٹے کوچک علی خاں ولد بندے علی خاں کی بیوی بیگم جاں کے حق میں موضع اُسہیت وموضع کرتولی کی زمینداری بیع کی ہے، اس بیعنامہ کی سطر اول اس طرح ہے۔

من کہ مساۃ موتی بیگم بنت کاظم علی خاں زوجہ بندے علی خاں مرحوم ساکن شہر بریلی

یہ بیعنامہ فارسی زبان میں ہے، اس بیع نامہ پر موتی بیگم، بزرگ علی، کبیر النسا کے علاوہ امام العلما مولٰنا رضا علی خاں کے بھی دستخط ہیں جو موتی بیگم کے حقیقی بھائی ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موتی بیگم کی شادی بندے علی خان سے ہوئی تھی۔ موتی بیگم کے دو فرزند نعمت علی خان عرف بزرگ علی خان وکوچک علی خاں تھے۔ نعمت علی خاں کے بیٹے حاجی وارث علی خاں تھے جن سے مولانا نقی علی خاں کی بڑی صاحبزادی حجاب بیگم کا عقد ہوا تھا۔ ان کی نسل آج بھی سرسبز وشاداب ہے۔

امام العلما مولانا رضا علی خاں

حافظ کاظم علی خاں کے فرزند اکبر امام العلما مولانا رضا علی خاں تھے۔آپ کی ولادت بریلی میں ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور بعمر باسٹھ سال چھ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔نزد سٹی اسٹیشن بریلی واقع قبرستان بہاری پور سول لائن آپ کی آخری آرام گاہ ہے، آپ نے جملہ علوم وفنون کی تکمیل ۱۲۴۷ھ میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب رامپوری ابن ملاّ عرفان ولایتی رامپوری سے رامپور اور ٹونک میں کی۔علمائے اہل سنت، میں آپ کی سن ولادت ۱۲۶۴ھ لکھی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

فقہ میں آپ کو دسترس خاص حاصل تھی ،روہیلہ دور کے شاہی خاندان کے آخری چشم و چراغ مفتی محمد عیوض صاحب کے ۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے شکست کھانے کے بعد مسند افتا خالی تھی ۱۸۱۶ء میں مفتی محمد عیوض بریلی سے ٹونک تشریف لے گئے اور ۱۸۱۸ء میں وہیں فوت ہوئے۔ایسے نازک دور میں امام العلما مولانا رضا علی خاں نے مسند افتا کو رونق بخشی ،آپ اپنے دور میں مرجع فتویٰ تھے آپ کی تقریر انتہائی مؤثر ہوتی تھی۔محفل خوف خدا اور خشیت الٰہی سے آہ وبکا کر اٹھتی تھی۔چونکہ خود بڑے تقویٰ شعار تھے،اسی لئے آپ کی نصیحت کا بڑا اثر ہوتا تھا۔انتہائی منکسر المزاج تھے سلام کرنے میں سبقت فرماتے تھے۔دنیا سے استغنا آپ کا شیوہ تھا۔زہد وقناعت اور تجرید جیسے اوصافِ حمیدہ میں آپ ممتاز تھے،اللہ تعالیٰ نے آپ کو عشق نبوی کی دولت سے نوازا تھا،اس لئے آپ ناموس رسالت کے دشمنوں سے انتہائی متنفر رہتے تھے۔

امام العلما کو اجازت وخلافت اور سند حدیث مولانا خلیل الرحمٰن سے اور ان کو فاضل محمد سنڈیلوی سے اور ان کو ملک العلما بحر العلوم ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی سے

امام العلما نے جمعہ اور عیدین کے لئے عربی زبان میں خطبات تصنیف کئے،جن کو آپ کے شاگرد اور مرید مولانا محمد حسن علمی بریلوی نے ترتیب دے کر خطبات علمی کے نام سے شائع کیا،یہ خطبات برصغیر ہندو پاک وبنگلہ دیش میں آج بھی پڑھے جاتے ہیں۔ان خطبات میں اردو کے منظوم خطبات مولانا محمد حسن علمی کے ہیں اسی لئے خطبات علمی پر مولانا محمد حسن علمی کا نام بحیثیت مؤلف لکھا جاتا ہے۔

امام العلما مولانا رضا علی خاں جید عالم باعمل اور معروف مفتی وقت ہونے کے ساتھ جلیل القدر مجاہد آزادی بھی تھے،امام العلما نے عملاً خود جنگ آزادی میں حصہ لیا اور اپنی تحریر وتقریر سے عوام اور بالخصوص مسلمانوں کے جذبۂ حریّت کو بیدار کیا،انگریزوں کی بیخ کنی کے لئے جہاد کمیٹی بنائی گئی اس میں امام العلما سرفہرست تھے۔علما کے فتوائے جہاد کا پورے ہندوستان میں زبردست اثر ہوا اور مسلمان جذبۂ شہادت سے سرشار ہوکر میدان جہاد میں کود پڑے۔

امام الاتقیا مفتی نقی علی خاں کا عقد واولاد

مولانا نقی علی خاں کی شادی مرزا اسفندیار بیگ لکھنوی کی دختر حسینی خانم کے ساتھ ہوئی تھی۔مرزا اسفندیار بیگ کا آبائی مکان لکھنؤ میں تھا مگر انہوں نے مع اہل وعیال بریلی میں سکونت اختیار کرلی اور وہ مسلکاً سنی تھے۔مندرجہ ذیل اولادیں مولانا نقی علی خاں کی یادگار تھیں۔

(۱) احمدی بیگم زوجۂ غلام دستگیر خاں
(۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں
(۳) مولانا حسن رضا خاں
(۴) حجاب بیگم زوجۂ وارث علی خاں
(۵) مولانا محمد رضا خاں
(۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں خلف عطاء اللہ خاں

(۱) احمدی بیگم امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عمر میں بڑی تھیں جن کے دو فرزند مولوی احمد علی خاں اور مولوی علی محمد خاں تھے، اور ایک دختر محمودی جان تھیں جن کا عقد مولوی حشمت اللہ خاں تلمیذ مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ ہوا تھا۔ مولوی حشمت اللہ خاں علیگڑھ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور رٹائر ہونے کے بعد بریلی ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ محمودی جان کے ایک فرزند محمد اسحٰق اللہ خاں عرف پیارے میاں بیرسٹر پروفیسر علیگڑھ مسلم یونیورسٹی تھے۔

(۲) مولٰنا نقی علی خاں کے فرزند اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی تھے جن کا نکاح شیخ فضل حسین عثمانی کی دختر ارشاد بیگم کے ہمراہ ہوا تھا، شیخ فضل حسین عثمانی کی زوجہ یعقوتی جان تھیں جو غلام فرید خاں کی دختر تھیں، غلام فرید خاں غلام دستگیر خاں کے بیٹے تھے اور غلام دستگیر خاں شہزادہ مکرم خاں کے بیٹے تھے۔ شہزادہ مکرم خاں حضرت محمد اعظم خاں کے برادر اصغر تھے۔

امام احمد رضا خاں کے دو فرزند حضرت مولٰنا حامد رضا خاں جو حجۃ الاسلام کے نام سے معروف ہوئے اور دوسرے فرزند حضور مفتی اعظم حضرت مصطفٰے رضا خاں جو مفتی اعظم کے نام سے مشہور ہوئے۔

مولٰنا حامد رضا خاں کی شادی کنیز عائشہ سے ہوئی تھی جو مولانا نقی علی خاں کی دختر حجاب بیگم کی بیٹی تھیں۔ مفتی اعظم مصطفٰے رضا خاں کا عقد اپنے چچا مولانا محمد رضا خاں کی دختر فاطمہ بیگم سے ہوا تھا جن کے ایک فرزند انوار رضا خاں ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ ہفتہ کے دن ظہر کے آخر وقت میں پیدا ہوئے ایک سال آٹھ ماہ تین دن کی عمر میں ۹ محرم ۱۳۵۲ء کی شب میں وصال ہوا اور اپنے دادا مفتی نقی علی خاں کی پائنتی دفن کئے گئے، مولانا مصطفٰے رضا کی سات دختر تھیں جن میں سے ایک صفیہ بیگم یکم ذی الحجہ ۱۳۴۸ء کو پیدا ہوئیں اور سات محرم ۱۳۵۲ء بروز بدھ بوقت ساڑھے بارہ بجے دن میں فوت ہوئیں اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کی گئیں۔ بقیہ چھ دختران (۱) نگار فاطمہ (۲) انوار فاطمہ (۳) برکاتی بیگم (۴) رابعہ بیگم (۵) ہاجرہ بیگم (۶) شاکرہ بیگم ہیں

امام احمد رضا کی پانچ دختران تھیں (۱) مصطفائی بیگم (۲) کنیز حسن (۳) کنیز حسین (۴) کنیز حسنین (۵) مرتضائی بیگم

(۱) مصطفائی بیگم کا عقد حاجی شاہد علی سے ہوا تھا جن کے بطن سے عزو بی بی تھیں جن کا عقد مولوی سردار علی خاں عرف عزو میاں سے ہوا تھا، مصطفائی بیگم امام احمد رضا کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں۔

(۲) دوسری دختر کنیز حسن کا عقد حمید اللہ خاں بن احمد اللہ خاں بن حاجی کفایت اللہ خاں رئیس اعظم شہر کہنہ محلّہ روہیلی ٹولہ بریلی کے ساتھ ہوا تھا۔ کنیز حسن کی دو اولادیں تھیں، جن میں ایک فرزند عتیق اللہ خاں امید لا ولد فوت ہوئے، دختر رفعت بیگم کا عقد خورشید علی خاں ولد جمشید علی خاں ولد نواب احمد اللہ خاں بن حاجی کفایت اللہ خاں سے ہوا تھا۔ رفعت بیگم کی ایک دختر شفقت بیگم بقید حیات ہیں۔

(۳) امام احمد رضا کی تیسری دختر کنیز حسین کا عقد حکیم حسین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خاں سے ہوا تھا۔ حکیم حسین رضا خاں کی زندگی کا بیشتر وقت اپنی خاندانی جائداد کی دیکھ بھال میں گزرا آپ انتہائی حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے۔ حکیم حسین رضا کے تین فرزند مرتضٰی رضا خاں، ادریس رضا خاں، جرجیس رضا خاں پیدا ہوئے اور سب صاحب اولاد ہیں۔ کنیز حسین کا انتقال امام احمد رضا کے وصال کے اکیس دن بعد ہوا۔

(۴) چوتھی دختر کنیز حسنین کا عقد مولوی حسنین رضا خاں بن مولانا حسن رضا خاں حسؔن کے ہمراہ ہوا تھا جن سے ایک دختر شمیم بانو پیدا ہوئیں جن کا عقد جرجیس رضا خاں ابن حکیم حسین رضا خاں کے ہمراہ ہوا تھا۔

(۵) پانچویں دختر مرتضائی بیگم کا عقد مجید اللہ خاں ابن احمد اللہ خاں ابن حاجی کفایت اللہ خاں رئیس اعظم شہر کہنہ محلّہ روہیلی ٹولہ کے ہمراہ ہوا جن کے بطن سے تین فرزند رئیس میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو دختران مجتبائی بیگم اور مقتدائی بیگم پیدا ہوئیں جو صاحب اولاد ہیں۔

(۳) مولانا نقی علی خان کے فرزند اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی کی شادی اصغری بیگم دختر علیم اللہ خاں بن شاہ اعظم خاں بن معظم خاں بن سعادت یار خاں بن شجاعت جنگ محمد سعد اللہ خاں کے ہمراہ ہوئی تھی۔ آپ کے بطن سے تین فرزند (۱) مولانا حکیم حسین رضا خاں (۲) مولانا حسنین رضا خاں اور (۳) فاروق رضا خاں پیدا ہوئے، فاروق رضا خاں لاولد فوت ہوئے۔

حکیم حسین رضا خاں نے دو شادیاں کی تھیں، پہلی شادی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی دختر کنیز حسین سے ہوئی جن سے تین فرزند مرتضٰی رضا خاں، جرجیس رضا خاں، اور ادریس رضا خاں پیدا ہوئے۔ زوجۂ ثانیہ ام کلثوم دختر حامد رضا خاں تھیں جن کے بطن سے ایک دختر غوثیہ بیگم اور فرزند یونس رضا خاں پیدا ہوئے۔

مولانا حسنین رضا خاں کی پہلی شادی امام احمد رضا کی دختر کنیز حسنین سے ہوئی جن سے ایک دختر شمیم بانو پیدا ہوئیں، زوجہ اولیٰ کی وفات کے بعد مولانا حسنین رضا خاں کی شادی زوجہ ثانیہ منوری بیگم بنت عبدالغنی خاں بن غریب شاہ خاں کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے تین فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئے، فرزند اکبر حضرت مولانا حکیم سبطین رضا خاں صاحب ہیں، صاحب اولاد ہیں اور دعوت رشد و ہدایت کے سلسلہ میں چھتیس گڑھ میں مقیم ہیں، اہل تقویٰ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مولانا حسنین رضا خاں کے فرزند اوسط حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں تھے، صاحب اولاد تھے اپنی خاندانی روایات کے امین و وارث تھے، علم و فضل میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ حضور مفتی اعظم حضرت مصطفیٰ رضا خاں نے اہل خاندان میں سب سے پہلے آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔ آپ کے تلامذہ کا سلسلہ دراز ہے، تبلیغی دورہ پر ناگپور تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے نماز جمعہ پڑھانے کے لئے چندر پور تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک ۱۸؍رجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍اگست بروز جمعہ حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ ''تجلیات رضا'' کا یہ خصوصی شمارہ آپ کی دینی، ملی، مذہبی و ادبی خدمات پر مشتمل ہے۔

تیسرے فرزند حضرت مولانا حبیب رضا خاں ہائی اسکول پاس ہیں، ضروری دینی تعلیم گھر میں حاصل کی، روزمرہ کے ضروری دینی مسائل پر دسترس رکھتے ہیں، صلاح و خیر کے زیور سے آراستہ ہیں، خدمت دینی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ صاحب اولاد ہیں مرکزی دارالافتاء محلّہ سوداگران میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حسنین رضا کی دختر کا عقد مولانا اختر رضا خاں ازہری میاں بن مولانا ابراہیم رضا خاں کے ہمراہ ہوا تھا وہ صاحب اولاد ہیں۔

(۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خان کے دو فرزند اور تین دختران تھیں۔ فرزند اکبر واحد علی خاں تھے جنکی دختر کنیز رسول کا عقد مظفر حسین بدایونی سے ہوا تھا۔ دوسرے فرزند سردار علی خاں عرف عزو میاں کی چھ اولادیں ہوئیں۔ افتخار علی خاں، سرشار علی خاں، رئیسہ بیگم زاہدہ بیگم، اور نجمہ بیگم۔ واحد علی خاں کے فرزند ماجد علی خاں تھے جو بریلی کالج بریلی میں آفس سپرنٹنڈنٹ تھے۔

حجاب بیگم کی دختر اول کنیز خدیجہ تھیں، جن کا عقد علی احمد خاں ابن غلام دستگیر خاں عرف شیر خاں کے ہمراہ ہوا تھا لاولد فوت ہوئیں دوسری بیٹی کنیز عائشہ کا عقد مولانا حامد رضا خاں خلف امام احمد رضا خاں سے ہوا تھا، کنیز عائشہ کے دو لڑکے مولانا ابراھیم رضا خاں عرف

جیلانی میاں اور حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں یہ پاکستان چلے گئے۔

نعمانی میاں کے دو فرزند اور دو دختران نصرت بی بی اور مسرت بی بی ہیں ،مولانا ابراھیم رضا خاں کے پانچ فرزند اور تین دختران تھیں فرزند اکبر مولانا ریحان رضا خاں صاحب اولاد تھے۔ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سبحان رضا خاں دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم ،خانقاہ عالیہ رضویہ کے متولی اور سجادہ نشین ہیں ،حضرت ابراھیم رضا خاں کے دوسرے بیٹے تنویر رضا خاں مفقود الخبر ہیں ،تیسرے فرزند مولانا اختر رضا خاں آبائی مسند افتا پر فائز ہیں، چوتھے بیٹے قمر رضا خاں دینی واجبی تعلیم کے علاوہ علوم جدیدہ سے بھی واقف ہیں، فرزند اصغر مولانا منان رضا خاں جامعہ نوریہ رضویہ کے مہتمم ہیں اور مولانا حسن رضا خاں کے قدیمی مکان کی بازیافت کے بعد اس میں مقیم ہیں۔مولانا ابراھیم رضا خاں کی دختران سرفراز بیگم ،سرتاج بیگم اور دل شاد بیگم صاحب اولاد ہیں۔

حجاب بیگم کی تیسری دختر کنیز فاطمہ کا عقد سردار ولی خاں ابن حکیم ہادی علی خاں ابن تقی علی خاں برادر اصغر امام العلما مولانا رضا علی خاں کے ہمراہ ہوا تھا۔کنیز فاطمہ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں ،فرزند اکبر مولانا تقدس علی خاں تھے جن کی شادی مولانا حامد رضا خاں کی دختر سے ہوئی تھی۔مولانا تقدس علی خاں دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم تھے۔تقسیم وطن کے بعد پاکستان چلے گئے ،پیر کوٹ سندھ میں قیام کیا اور پیر پگاڑا کے اتالیق مقرر ہوئے ،کافی عرصہ پیر کوٹ کے چیر مین رہے ،اور فروری ۱۹۸۹ء میں انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے ،دوسرے فرزند مفتی اعجاز ولی خاں تھے ،آپ بھی تقسیم وطن کے بعد پاکستان چلے گئے ،جید عالم اور صاحب فکر وبصیرت مفتی تھے، کافی عرصہ ریڈیو پاکستان پر تفسیر قرآن بیان کی ،صاحب اولاد تھے ،لاہور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے ،تیسرے فرزند عبد العلی خاں اور چوتھے فرزند مقدس علی خاں تھے ،صاحب اولاد تھے پاکستان میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔کنیز فاطمہ کی دو دختر محبوب فاطمہ اور حبیب فاطمہ تھیں۔

مولانا نقی علی خاں کے فرزند اصغر مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں تھے جن کی کم سنی میں ہی مولانا نقی علی خاں کا انتقال ہو گیا تھا اور مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں کی پرورش اور تعلیم وتربیت امام احمد رضا نے کی۔مولوی محمد رضا خاں کی شادی سکینہ بیگم دختر غلام علی خاں ساکن خواجہ قطب بریلی سے ہوئی ،مولانا محمد رضا خاں کی ایک دختر فاطمہ بیگم تھیں جن کا عقد مفتی اعظم حضرت مصطفے رضا خاں سے ہوا آپ کا وصال ۱۵/اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ہوا۔

(۶) مولانا نقی علی خاں کی سب سے چھوٹی بیٹی محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خلف عطاء اللہ خاں تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرالعلما کے جد محترم

ڈاکٹر محمد حسن بریلوی

مولانا حسن رضا خاں، مولانا نقی علی خاں رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند تھے۔ مولانا حسن رضا کی ولادت ۱۲۷۶ھ ۱۹/ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو محلّہ سوداگران، بریلی میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خبر جدامجد امام العلما حضرت علامہ رضا علی خاں کو دی گئی تو آپ نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا ''یہ میرا بیٹا مست ہوگا'' امام العلما کا یہ قول بالکل سچ ثابت ہوا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر شمیم گوہر لکھتے ہیں۔

''عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اپنی نعتیہ شاعری سے حضرت حسن خود بھی مست ہوئے اور دوسروں کو بھی مست و بیخود کرتے رہے''[1]

مولانا حسن رضا خاں رضی اللہ تعالی عنہ نے تعلیم و تربیت مکمل طور پر اپنے والد بزرگوار مولانا نقی علی خاں رضی اللہ تعالی عنہ اور برادر اکبر مجدد امام احمد رضا رضی اللہ تعالی عنہ سے حاصل کی۔ شرف بیعت خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری سے حاصل کیا تھا۔ فاضل بریلوی امام احمد رضا نے "دارالعلوم منظر اسلام بریلی" کا پہلا مہتمم آپ ہی کو نامزد کیا تھا۔ ''مطبع اہل سنت و جماعت'' قائم کیا جس میں امام احمد رضا اور دوسرے علمائے کرام کی کتب طبع ہوتی تھیں۔ ایک شعری گلدستہ ''بہار بے خزاں'' اور ایک ہفتہ وار اخبار ''روز افزوں" آپ کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔ شعر و شاعری کا شوق بدرجہ اتم تھا۔ استاد داغ کی شاعری کا شہرہ چاروں طرف تھا۔ چنانچہ حسن بریلوی نے داغ بریلوی کی شاگردی اختیار کی۔ مشہور زمانہ اردو شاعر لالہ سری رام لکھتے ہیں:

''جس زمانہ میں حضرت داغ رام پور میں تھے آپ (حسن بریلوی) ان کے شاگرد ہوئے اور ہر سال ایک دو مہینہ ان کی خدمت میں رہ کر صحبت سے مستفیض ہوتے رہے''[2]

امام احمد رضا کی تحریک ''تحفظ ناموس رسالت'' سے متاثر ہو کر مجازی اور رومانی شاعری کو ترک کر کے نعت گوئی کی طرف راغب ہوئے اور اس صنف سخن میں اپنے برادر اکبر حضرت امام احمد رضا سے مستفیض ہوئے۔ خود امام احمد رضا خاں اپنے برادر اصغر حسن رضا خان کی نعتیہ شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا کافی اور حسن میاں کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیئے تھے۔ ان کی طبیعت میں ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی اعتدال و معیار پر صادر ہوتا۔ جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے''[3]

(۳) آپ کا مجموعۂ غزل ''ثمر فصاحت" کے نام سے شائع ہوا۔ مجموعۂ نعت ''ذوق نعت" اور ''نگارستان لطافت" کے نام سے شائع ہوئے جن کو خوب شہرت ملی۔

مولانا حسن رضا خاں قادرالکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ نثر نگار بھی تھے۔ اگرچہ آپ کی نثری تصانیف کی تعداد زیادہ نہیں ہے تاہم جو بھی تصانیف ہیں اردو نثر کی تاریخ میں ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ آپ نے اپنے دور کی روش سے ہٹ کر جدید طرز اختیار کیا۔ مولانا حسن رضا کی طرز نگارش کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا عبدالوحید لکھتے ہیں:۔

''ان (حسن رضا) کے مضامین انتہائی فکر انگیز، جاندار بصیرت افروز اور پر اثر ہوتے تھے۔ ان کے یہاں سادگی ہے

اور سلاست ہے تصنع اور تکلف ان کی نثر میں نہیں۔ وہ بے تکلف لکھتے ہیں۔ بجا طور پر ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ جدید اردو نثر کو رواج عام اور مقبولیت عطا کرنے میں ان کا اہم کردار ہے''۴؎

آپ کا وصال ۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوا اور اپنے والد کے مقبرہ کی جانب شرق اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازہ کی نماز اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالی عنہ نے پڑھائی اور اپنے دست شفقت سے قبر میں اتارا۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر تھی، کچھ شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

حکیم سید برکت علی نامی بریلوی، حافظ احمد محشر، سید محمود علی عاشق، مولانا ہدایت یار خاں قیس، منشی اختر حسین اختر، منشی برج موہن کشور، منشی مظہر حسین مظہر، مسعود غوث فیض، منشی تہور علی تہور، محمود حسین اثر بدایونی، اعجاز احمد قیصر مرادآبادی، منشی دوارکا پرساد حلم اور جمیل بریلوی،

حسن بریلوی کی تصانیف

حسن بریلوی صاحب تصنیف، جید عالم اور عاشق رسول نعت گو تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''دیوانِ عاشق'' کے علاوہ باقی کل کتابوں پر مذہبی رنگ غالب ہے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف شائع ہو چکی ہیں:۔

(۱) تزک مرتضوی در اثبات تفضیل شیخین (۲) نگارستان لطافت در ذکر میلاد شریف
(۳) بے موقع فریاد کا جواب در مسئلہ قربانی (۴) آئینۂ قیامت در ذکر کربلائے معلیٰ
(۵) دین حسن در حقیقت اسلام (۶) وسائل بخشش در ذکر کرامات غوث اعظم
(۷) ذوق نعت بہ صلۂ آخرت مجموعۂ نعت (اردو) (۸) ثمر فصاحت کلام مجاز اردو مع قند پارسی

آپ کی ابتدائی چھ کتابیں آپ کی حیات میں چھپ کر مقبول خاص وعام ہو چکی ہیں ''دیوان نعت'' زیر طبع تھا کہ سفر حج سے واپس آکر انتقال فرمایا ''دیوان عاشق'' آپ کے انتقال کے بعد ۱۳۲۷ھ میں طبع ہوا۔

نمونۂ کلام

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ   کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر   کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو:

آپ کہتے ہیں کہ جا دیکھ لیا دل تیرا   کہیے تو اپنے سوا دل میں مرے کیا دیکھا

---

(۱) نعت کے چند شعرائے متقدمین از: ڈاکٹر شمیم گوہر مطبوعہ: الہ آباد ص ۱۰۷
(۲) خمخانۂ جاوید (جلد دوم) مطبوعہ: دھلی ۱۹۱۱ ص ۴۵
(۳) الملفوظ (حصہ دوم) از: مفتی اعظم مصطفیٰ رضا مکتبہ رضا، بریلی ص ۴۱
(۴) ماھنامہ سنی دنیا بریلی (حسن رضا نمبر)۔ ماہ اگست ۱۹۹۴ء ص ۲۳

صدر العلما کے والد ماجد

مولانا محمد عزیز الرحمٰن قادری

خلیفۂ اعلیٰ حضرت استاذ العلما، حضرت علامہ مفتی محمد حسنین رضا خاں بن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بن مولانا مفتی نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بریلی شریف کے مشہور و معروف محلّہ سوداگران میں پیدا ہوئے۔

ولادت:۔ ۱۳۱۰/۱۸۹۳ء وفات ۱۴۰۱/۱۹۸۰

امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر اوسط استاذ زمن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حسؔن بریلوی کا دولت کدہ آپ کی جائے ولادت ہے اور یہی وہ مقدس و متبرک جگہ ہے جہاں حضرت عظیم البرکت ولی ابن ولی مجدد ابن مجدد آل الرحمٰن حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم مولانا مصطفے رضا خاں نور اللہ مرقدہ چھ مہینے بعد ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۷ رجو لائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ موجودہ وقت میں اس مکان کے مالک نبیرۂ اعلیٰ حضرت نواسۂ سیدنا سرکار مفتی اعظم حضرت مولانا محمد منان رضا خاں منانی میاں ہیں، آپ دین متین کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولا تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین

نباض قوم وملت حضرت مولانا محمد حسنین رضا خاں مرحوم و مغفور نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی بعدہٗ مرکز اہلسنت دار العلوم منظر اسلام بریلی میں والد ماجد نے داخلہ کرایا۔ مدرسہ منظر اسلام کے ذی استعداد اور جید علمائے ذوی الاحترام سے علوم نبویہ حاصل کئے۔ جن علما اور اساتذہ کے سامنے آپ نے زانوئے ادب تہ کئے ان میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
(۲) مولانا رحم الٰہی منگلوری
(۳) مولانا مفتی ارشاد حسین مجددی فاروقی
(۴) مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری
(۵) مولانا مفتی ارشاد حسین مجددی فاروقی
(۶) مولانا ظہور الحسین فاروقی رامپوری
(۷) مولانا عبد العزیز تلمیذ مولانا عبد الحق خیر آبادی
(۸) مولانا نور الحسین مجددی فاروقی رامپوری

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب قبلہ سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے ہم سبق تھے اور عمر میں ان سے صرف چھ ماہ بڑے تھے آپ نے معقولات کی چند کتابیں رام پور جا کر مدرسہ ارشاد العلوم میں بھی پڑھیں۔

حضرت مولانا موصوف کا قوت حافظہ بہت زبردست تھا ساتھ ساتھ بہت محنتی بھی تھے یہی وجہ تھی کہ تمام اساتذۂ کرام آپ پر بھر پور توجہ فرماتے اور پوری لگن کے ساتھ آپ کو درس دیتے اسی کا نتیجہ تھا کہ امتحان میں ہمیشہ اول پوزیشن حاصل ہوتی اور ممتحن حضرات آپ کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے، نیز اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازتے ممتحن حضرات میں چند نام قابل ذکر اور نمایاں ہیں۔

(۱) شیخ الحدیث علامہ وصی احمد محدث سورتی
(۲) مفتی عبد السلام جبل پوری

(۳) مفتی سلامت اللہ مجددی رامپوری (۴) مولانا ارشد علی رام پوری
(۵) مولانا حکیم شفیق الرحمٰن رام پوری اور حافظ وقاری بشیر الدین جبل پوری۔ (اللہ تعالی سب کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین)

ممتحن حضرات جامعہ منظر اسلام کے معائنہ رجسٹر میں ہر سال اپنی رپورٹ درج فرماتے، مدرسہ کی ترقی اور طلبہ کی لیاقت کا اندازہ ان کی رپورٹوں سے واضح ہے اس مختصر مضمون میں نہ تو سب رپورٹوں کی گنجائش اور نہ ہی ان کی ضرورت، صرف ایک رپورٹ جو مولانا مفتی عبدالسلام صاحب جبل پوری خلیفۂ اعلیٰ حضرت کی بشکل خط مولانا حسن رضا بریلوی کے نام ہے اسے درج کر رہا ہوں تا کہ ممدوح مکرم کی درس نظامیہ میں مہارت کاملہ کا ایک بین ثبوت تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو جائے۔

بعد حمد وسلام

طلبہ نے امتحان بہتر عمدہ اعلیٰ درجہ کا دیا، کل نظم ونسق اور طرز تعلیم وطریقۂ تدریس نہایت فائق وشائستہ ہے۔ اور مدرسین وطلبہ ہر طرح پر قابل آفریں وتحسین ہیں۔ فارسی کتب درسیہ، اور ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، ایساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمد اللہ، شرح وقایہ، ھدایہ، نورالانوار، شفا شریف وغیرہا کتب زیر درس کے جو مقام طلبہ کے سامنے امتحاناً پیش کئے گئے عبارتیں صحیح پڑھ کر مقاصد کتاب ومطالب عبارات کو بعض طلبہ نے معاً، بعض نے تاملا معقول طور پر اچھی طرح بیان کیا خصوصاً میاں مولوی مصطفے رضا خاں اور میاں مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی، اور خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید وباید محققانہ جواب دیا حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا حصہ تھا "بارك الله في علمهما وفهمهما"

حضرت مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی فراغت ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں دارالعلوم منظر اسلام سے ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف تقریباً ۱۸ رسال تھی امام احمد رضا فاضل بریلوی ودیگر اساتذۂ کرام کی محبت نے آپ کو اپنے وقت کا ایک عظیم انسان بنا دیا۔

فراغت کے بعد مولانا حسنین رضا خاں نے اپنے مادر علمی دارالعلوم منظر اسلام میں مسند درس وتدریس کو زینت بخشی اور ایک زمانے تک طالبان علوم دینیہ کو فیضیاب فرماتے رہے۔ آپ سے اکتساب علم کرنے والوں میں اپنے دور کے نامور علما مشائخ اور مناظر ہیں، تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے تاہم چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

(۱) مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی لاہور (۲) مولانا مفتی تقدس علی خاں بریلوی داماد حضرت حجۃ الاسلام
(۳) مناظر اہل سنت شیر بیشۂ سنت مولانا مفتی حشمت علی خاں پیلی بھیتی (۴) مولانا غلام جیلانی اعظمی شیخ الادب دارالعلوم مظہر اسلام
(۵) محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی رائے پوری (۶) مولانا مفتی ابرار حسن حامدی ایڈیٹر ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف
(۷) مولانا ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں داماد سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند (رضی اللہ تعالی عنہم)

یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جو اپنے عہد میں آفتاب وماہتاب بن کر چمکیں، مولانا موصوف نے درس وتدریس کے زمانے ہی میں صحافتی خدمات بھی انجام دیں، چنانچہ اسی دوران آپ نے ماہنامہ الرضا بریلی کا اجرا کیا درحقیقت اس زمانے میں اس کی سخت ضرورت بھی تھی لیکن تدریسی خدمات کی وجہ سے ماہنامہ الرضا کے لئے جتنے وقت کی ضرورت ہوتی تھی آپ اس کو نہیں دے پاتے تھے یہی وجہ تھی کہ ماہنامہ کو وقت پر آنے میں تاخیر ہو جاتی تھی، ماہنامہ الرضا کی اشاعت کی خاطر آپ نے دارالعلوم کی تدریسی خدمات سے اپنے آپ کو مستعفی کر لیا اور اپنا کامل وقت اب صرف ماہنامہ الرضا وحسنی پریس اور دیگر اشاعت کتب میں صرف کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور پھر پوری

توجہ اسی میں لگادی۔

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب میں خاندانی شرافت ونجابت، علمی قابلیت کے علاوہ اور بھی بے شمار خصوصیات پائی جاتی تھیں، خداداد ذہانت، زور قلم، حق گوئی وبیباکی، شگفتگئ مزاج، حسن اخلاق، فیاضئ طبع، سادگی، ایثار وقربانی اور مخلوق خدا کی خدمت کا جذبۂ بیکراں یہ وہ خصوصیات ہیں جو انمیں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں۔

حسنی پریس کے نام سے آپ نے ایک پریس بھی قائم کیا تھا جو ایک زمانے تک کام کرتا رہا اور کتب دینیہ بالخصوص امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل کی اشاعت کا کام اس سے بڑے پیانے پر ہوتا رہا بہت سے رسائل تو آپ نے صرف اپنے صرفہ سے چھاپے اور مفت تقسیم کرائے اس دور کو ان کی زندگی کا شاندار دور کہا جاسکتا ہے۔اس وقت صحت بھی اچھی تھی اور فارغ البالی بھی تھی۔شہر کے رؤسا میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔اسی زمانے میں خلافت کمیٹی، ندوہ تحریک، فتنۂ وہابیت اور دوسرے اٹھنے والے فتنوں کے سدّ باب کے لئے حضرت حجۃ الاسلام ومفتی اعظم ہند شاہزادگان اعلیٰ حضرت ودیگر علمائے کرام کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کا دست راست بنکر کام کرتے رہے جماعت رضائے مصطفی بریلی کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ تھا۔

مولانا حسنین رضا خاں بریلوی شیخ الاسلام امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد، خلیفہ، بھتیجے اور داماد تھے۔اعلیٰ حضرت کی چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم آپ کو منسوب ہوئیں، خود اعلیٰ حضرت نے نکاح پڑھایا جن سے صرف ایک لڑکی شمیم بانو پیدا ہوئیں۔شمیم بانو جناب جرجیس رضا خاں کو منسوب ہوئیں۔چھوٹی بیگم کے انتقال ہوجانے پر آپ کی دوسری شادی منوری بیگم دختر عبدالغنی خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس کانکرٹولہ بریلی سے ہوئی جن سے چار اولادیں ہوئیں تین لڑکے اور ایک لڑکی جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:

(۱) امین شریعت مولانا سبطین رضا خاں صاحب قبلہ (۲) صدر العلما محدث بریلی مفتی تحسین رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ
(۳) صوفی ملت مولانا حبیب رضا خاں صاحب قبلہ (۴) محترمہ سلیم فاطمہ زوجۂ حضرت تاج الاسلام مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ

حضرت مولانا حسنین رضا خاں کی مجلس علم ہمہ وقت گرم رہتی تھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی لیکن کبھی غیر مہذب اور ناشائستہ گفتگو نہ فرماتے، انداز گفتگو پیارا اور دل پذیر ہوتا اور بات اتنی ٹھوس فرماتے کہ مخاطب کے دل میں اتر جاتی اور وہ مطمئن ہوجاتا۔طبیعت اتنی مرنجاں مرنج اور شگفتہ پائی تھی کہ کیسا ہی مغموم ومتفکر انسان آپ کے پاس آتا لیکن تھوڑی ہی دیر میں سارا رنج وغم بھول جاتا۔

آپ بہت ہی ذہین وفطین تھے آپ کا سینہ علوم وفنون کا گنجینہ تھا۔بقول حضرت امین شریعت مولانا سبطین رضا خاں صاحب

''شیخ الادب حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ نے کہ انہیں بھی حضرت سے شرف تلمذ تھا والد ماجد کی ذہانت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا: کہ جس زمانے میں حضرت درس دیتے تھے معقولات کی بڑی بڑی کتابیں آپ کے پاس رہا کرتی تھیں کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا کہ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے جاتے ہفتہ عشرہ بعد شب میں واپس ہوتے اور صبح کو بغیر مطالعہ کئے ہوئے درس میں تشریف لے آتے اور پڑھانا شروع کردیتے مشکل سے مشکل سبق ہوتا طلبا جو اس وقت محنتی اور ذہین ہوتے تھے ہر طرف سے اعتراض کی بوچھار کرتے اور آپ سب کو یکے بعد دیگرے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیتے جاتے اور دوران سبق محسوس نہ ہونے دیتے کہ بغیر مطالعہ پڑھارہے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ آپ کے اخلاق حسنہ، اولیا کرام کے حالات زندگی اور تاریخی واقعات کو اس خوبی سے بیان فرماتے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے جن میں وکلاء اور بیرسٹران بھی ہوتے تھے وہ بھی آپ کی گفتگو پورے انہماک اور توجہ سے سنتے اور اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے''۔

تحریک وہابیت کے خلاف آپ نے بے شمار مضامین تحریر فرمائے۔ نجی محفلوں اور جلسوں میں تقاریر بھی فرمائیں۔ آپ نے جمعیۃ العلما ہند، خلافت کمیٹی، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، ہندو مسلم اتحاد جیسی تمام تحریکات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان تنظیموں کے مکروہ پروپیگنڈے سے بے پرواہ ہو کر مردانہ وار میدان مقابلہ میں جمے رہے۔ جمعیۃ العلما انگریز نواز جماعت تھی۔ دوسری طرف امام احمد رضا بریلوی اور ان کے خلفا، تلامذہ انگریزوں کے شدید ترین مخالف تھے۔

۱۴؍ رجب ۱۳۳۹ھ ۲۲؍ مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ العلما کی طرف سے بریلی شریف میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مسٹر ابوالکلام آزاد خصوصی طور پر مدعو تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے مسٹر آزاد کا تعاقب کیا گیا، اور اتمام حجت تامہ کے نام سے (۷۰) سوالات کئے گئے اور عین جلسہ گاہ میں جا کر اسٹیج پر مسٹر آزاد، مولوی عبدالماجد بدایونی، مسٹر گاندھی و دیگر لیڈران کے خلاف تقریریں اور احتجاج کیا۔ اس وفد میں مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی بھی شامل تھے، انہوں نے خصوصیت سے لیڈرانِ قوم پر وار کئے جس کا وہ لوگ کوئی جواب نہ دے سکے۔

اتباع شریعت اور رحمتِ دو عالم ﷺ کی سچی محبت جو آپ کے والد ماجد اور سیدنا الامام سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حیات مبارکہ کا بہترین سرمایہ تھا اس سے بفضلہ تعالیٰ آپ نے بھی وافر حصہ پایا تھا۔ آپ کو بے شمار احادیث طیبہ زبانی یاد تھیں، دیکھنے والوں نے یہ بھی بتایا کہ احادیث مبارکہ ذکر کرتے وقت آپ کے قلب پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھیں آنسوؤں سے پُرنم ہو جاتیں۔

احباب کے لئے دل کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی نے کوئی چیز آپ سے طلب کی اور وہ چیز آپ کے بس میں ہے تو آپ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتے، ورنہ معذرت کر لیتے، عالم یہ تھا کہ اگر کسی نے بطور عاریت کوئی قیمتی چیز طلب کی تب بھی اس کو دینے میں پس و پیش نہیں کرتے، لینے والا اگر اپنی مرضی سے واپس کر گیا تو ٹھیک، ورنہ آپ اس سے طلب نہیں کرتے، یہ ایسی قربانی ہے جو اس دور میں شاید و باید ہی کسی میں نظر آئے۔ امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا خاں صاحب قبلہ نے آپ کے متعلق لکھا ہے:

''ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور کہا کہ میری اہلیہ ایک بڑے گھرانے کی شادی میں شرکت کے لئے جا رہی ہیں اور ان کے پاس فلاں زیور کی کمی ہے، آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور اپنی اہلیہ سے وہ زیور لیجا کر انہیں دے دیا، پھر تا زندگی انہوں نے واپس نہ کیا اور آپ نے بھی واپسی کا مطالبہ نہ کیا۔

خیالِ خاطرِ احباب چاہئے ہر دم ☆☆☆☆ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

آپ کو مسلمانوں بالخصوص غریب مسلمانوں سے ہمیشہ دلی تعلق اور گہرا لگاؤ رہا آپ کی مجلس میں امراء، رؤسا، اور غربا، سب ہی حاضر ہوتے اور ہر ایک سے اس کے مناسب گفتگو فرماتے، ضرورت مند غریب بھی آپ کے دولت خانہ پر اپنی ضرورتوں کو لے کر آتے اور آپ اپنے طور پر سب کی ضرورتیں پوری فرماتے یہاں تک کہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل میں کبھی کبھی کئی کئی دن بھی لگ جاتے۔ اس سے ان کی طبیعت کی قناعت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مولانا حسنین رضا خاں کی زندگی دوسروں کے لئے

وقف تھی اور (خیر الناس من ینفع الناس) کی آئینہ دار۔

اتنی ساری خوبیوں کے باوجود آپ نے کبھی شہرت پسند نہیں کی بلکہ پوری کی پوری زندگی سادگی کے ساتھ گزار دی۔کوئی اجنبی دیکھنے والا یہ فیصلہ نہیں کرسکتا تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم ہونگے۔شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے عرس چہلم کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا تھا اور حق کہا تھا'' کہ ان کا علم وفضل اور ساری خوبیاں،ان کی سادگی میں پوشیدہ تھیں شہرت ونام ونمود سے ہمیشہ دورونفور رہے''۔زندگی کے آخری سالوں میں بہت ضعیف ہوگئے تھے اور زندگی کے تمام ہنگاموں سے دور رہ کر اپنے اوقات عزیز کو خداوند قدوس کی یاد میں گزار گئے۔معمول کے مطابق نمازوں کی پابندی اور اوراد و وظائف ،صبح وشام تلاوت قرآن پاک کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اللہ اللہ کہتے ہوئے ۵ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۰ء بروز یکشنبہ اللہ کو پیارے ہو گئے''۔اناللہ وانا الیہ راجعون ''

حضرت مولانا حسنین رضا خانصاحب مرحوم ومغفور کے چند انمول اقوال۔

(۱) حرام کا مال رہتا نہیں بہتا ہے۔(۲) ہر مصیبت درس عبرت ہے۔(۳) مصیبت پر رونا دوہری مصیبت ہے۔

(۴) صبر اور چارۂ کار کی تلاش بہتر ہے۔(۵) خدا کا دوست سب کا دوست ہے اور اس کا نافرمان کسی کا دوست نہیں۔

(۶) جس نے خدا سے عہد شکنی کی دنیا کو اس سے امید وفا کیسی۔

نوٹ:اس مضمون میں سیرت اعلیٰ حضرت اور مولانا حسنین رضا خاں حیات وخدمات سے مدد لی گئی ہے۔

محمد عزیز الرحمٰن قادری،شاہی امام وخطیب جامع مسجد بریلی شریف۔ وائس پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف۔

سیرت وسوانح حضرت صدر العلما

مولانا محمد اجمل رضا رضوی

ولادت باسعادت اور ابتدائی تعلیم

حضرت صدر العلماء کی ولادت باسعادت محلّہ سوداگران، بریلی شریف میں بتاریخ ۱۴ر شعبان المعظم (۱۳۴۸ھ) ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ خاندان کی بزرگ شخصیات کے زیر سایہ تربیت ہوئی ، قدرت نے ذہانت وفطانت اور فہم وفراست کی دولت سے نوازا تھا،ابتدائی تعلیم تو مقامی مکتب ومدرسہ میں حاصل کی البتہ عربی وفارسی تعلیم کے لئے دار العلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے۔حضور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب قبلہ اور دیگر اساتذہ کی خصوصی عنایت سے بہرہ مند ہوتے رہے۔دار العلوم مظہر اسلام میں داخلہ لیا۔حضرت محدث اعظم کی صحبت فیض بخش میں تعلیمی شوق مزید پختہ ہوتا رہا۔

مگر تقسیم ہند کے وقت محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم درسگاہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام (فیصل آباد پاکستان) کے نام سے قائم فرمائی تو آپ کا بھی شوق مچلا ،لہٰذا والد صاحب کی اجازت ملتے ہی آپ بھی پاکستان تشریف لے گئے۔یہاں رہ کر چھ ماہ کی مختصر سی مدت میں دورۂ حدیث مکمل کیا،آپ نے خداداد صلاحیت اور اپنی علمی لیاقت کی وجہ سے

اساتذۂ کرام خصوصاً محدث اعظم کی نگاہ میں مکمل اعتماد حاصل کر لیا جسکا اعتراف خود حضرت محدث اعظم نے حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں تحریر کردہ اپنے ایک گرامی نامہ میں یوں فرمایا:

عزیزم مولانا تحسین رضا خاں صاحب سلمہ کی دستار بندی حضور والا کو مبارک ہو دار العلوم (مظہر اسلام بریلی شریف) میں جو اسباق ان کے سپرد کئے جائیں ان میں مشکوٰۃ شریف ان کے پاس ضرور رکھی جائے اور آئندہ سال نسائی شریف، اس کے بعد ابن ماجہ پھر مسلم شریف پھر ترمذی شریف۔ جب ہر سال حدیث کی ایک کتاب پڑھالیں تو بعد میں بخاری شریف۔ خدا چاہے تو اس طرح تدریجاً یہ دورۂ حدیث کے اسباق پڑھالیں گے۔ حدیث کے سبق کے علاوہ جو اسباق ان کے مناسب ہوں دئے جائیں۔ کل چھ ماہ اس جگہ انہوں نے قیام کیا ہے اگر دو سال یہاں قیام ہو جاتا تو خدا چاہے مزید استعداد اور قابلیت ہو جاتی۔ ماشاء اللہ سمجھدار ہیں ہوشیار ہیں۔

دیکھئے کس وثوق اور اعتماد سے صلاح پیش کر رہے ہیں اپنے دور کے محدث اعظم، انداز تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو حدیث میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔

یقیناً حضور محدث اعظم پاکستان کی یہ پُر اعتماد سفارش آپ کی اعلیٰ استعداد و صلاحیت اور انتہائی ذہانت و فطانت کے اعتراف کا کھلا ثبوت ہے۔

اساتذۂ کرام

آپ نے اپنے وقت کے جلیل القدر علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے آپ نے تفسیر جلالین شریف پڑھی، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ سے آپ نے بھرپور علمی اور روحانی استفادہ کیا بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے آپ نے فتویٰ نویسی جیسا اہم علم حاصل کیا، محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمہ سے علم حدیث کی تکمیل کی، ان کے علاوہ شمس العلماء مفتی قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری جونپوری، شیخ المعقولات مولانا سردار علی خاں رضوی بریلوی، حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب رضوی پورنوی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی وقار الدین قادری رضوی، شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی گرانقدر شخصیات سے اکتساب علم کیا ہے۔

سلسلۂ حدیث

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب، صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان تینوں بزرگوں سے اجازت حدیث حاصل تھی اور ان تینوں کو اعلیٰ حضرت سے۔ لہٰذا حضرت صدر العلماء کو حضرت محدث اعظم کے واسطے سے مذکورہ تینوں بزرگوں سے اجازت حدیث حاصل رہی، علاوہ ازیں حضرت مفتی اعظم نے خود بھی اجازت مرحمت فرمائی، اس طرح حضرت صدر العلماء کو امام احمد رضا محدث بریلوی سے صرف ایک واسطہ سے بھی اجازت حدیث شریف حاصل ہے اور دو واسطوں سے بھی۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا سلسلہ حدیث مشہور و معروف ہے۔

آغاز تدریس

حضرت صدر العلماء نے فراغت سے قبل ہی حضور مفتی اعظم ہند کے حکم پر دار العلوم مظہر اسلام (مسجد بی بی والی بریلی شریف) میں تدریس کا آغاز فرما دیا تھا۔

پھر اگست ۱۹۵۴ء میں حضور محدث اعظم پاکستان کی بارگاہ میں فیصل آباد تشریف لے گئے جہاں چھ ماہ رہ کر دورۂ حدیث شریف مکمل کیا اور واپسی پر دوبارہ پھر دار العلوم مظہر اسلام میں تعلیم دینے میں مشغول ہوگئے۔ یہاں آپ نے اٹھارہ سال تک تدریس فرمائی اس دوران ہزاروں لوگوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔

۱۹۷۵ء میں بعض وجوہات کی بنا پر دار العلوم مظہر اسلام سے استعفیٰ دے کر آپ یادگار اعلیٰ حضرت دار العلوم منظر اسلام میں تشریف لے آئے جہاں آپ نے بحیثیت صدر المدرسین سات سال تک تعلیمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۲ء میں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کا قیام عمل میں آیا جس کی تعلیمی ذمہ داری آپ کے سپرد کردی گئی آپ تقریباً ۲۳ رسال تک بحیثیت شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ میں درس دیتے رہے۔

جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں دامت برکاتہ العالیہ نے بریلی شریف میں ایک بہت بڑے رقبہ پر عظیم ادارہ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' قائم فرما کر حضرت صدر العلماء کو اس میں بحیثیت شیخ الحدیث وصدر المدرسین خدمات انجام دینے کی دعوت دی تو جامعۃ الرضا تشریف لے آئے جہاں آپ گزشتہ دو سال سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح بریلی شریف کے چاروں علمی مراکز کو آپکی علمی خدمات کا شرف حاصل ہے۔

آپ کے تلامذہ

کم وبیش پچپن سال سے آپ تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں میرے خیال میں ہر ذی شعور اندازہ کر سکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد کیا رہی ہوگی۔ اگر چہ آپکے دامن کرم سے وابستہ ہو کر سیراب ہونے والے ہزاروں علماء کا شمار مشکل ہے جن میں محقق، مصنف، شیخ الحدیث، مفتی، مدرس اور مقرر بھی شامل ہیں جو پوری دنیا میں پھیل کر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مگر پھر بھی چند ماہر فن تلامذہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نواسۂ مفتی اعظم ہند مولانا خالد علی خاں صاحب مہتمم مظہر اسلام بریلی شریف
(۲) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خاں منانی مہتمم جامعہ نوریہ بریلی شریف
(۳) مولانا محمد حنیف خاں رضوی مرتب جامع الاحادیث، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ
(۴) مولانا مفتی محمد صالح صاحب مدرس دار العلوم منظر اسلام
(۵) علامہ مولانا محمد ہاشم نعیمی مدرس جامعہ نعیمہ، مراد آباد
(۶) مفتی مجیب اشرف رضوی دار العلوم امجدیہ ناگپور
(۷) مولانا صغیر احمد صاحب جوکھن پوری، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ، رچھا، بریلی
(۸) مولانا تطہیر احمد رضوی دھونرہ، بریلی شریف

(۹)مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی مدرس دارالعلوم منظر اسلام

(۱۰)مولانا محمد یامین مرادآبادی مدرس و مفتی جامعہ حمیدیہ بنارس (یوپی)

(۱۱)مولانا عبدالسلام رضوی مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

(۱۲)مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی

(۱۳)شہزادۂ حضور تاج الشریعہ مولانا محمد عسجد رضا خاں قبلہ

(۱۴)مولانا محمد حسین رضوی بہاری ابوالحقانی

(۱۵)مولانا صغیر اختر مصباحی مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

(۱۶)مولانا عبدالرشید رضوی کارنجوی

(۱۷)مولانا جید القادری مظفرپوری

(۱۸)مولانا سعید اختر نعیمی مرادآباد

(۱۹)مولانا ایوب عالم مظہر پورنوی

(۲۰)مولانا امام الدین دیوریاوی

(۲۱)مولانا نظام الدین صاحب دیوریاوی

(۲۲)مولانا کاظم رضا رضوی سابق مدرس جامعہ نوریہ بریلی شریف

حضور صدر العلماء بارگاہ مرشد میں

آپ کے والد ماجد حکیم مولانا محمد حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل ہونے کے باوجود کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے بلکہ جو بھی ان سے بیعت کی درخواست کرتا اسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت ہوجانے کا مشورہ دیتے یہاں تک کہ آپ نے اپنے تینوں صاحبزادوں کو بھی حضور مفتی اعظم قبلہ سے بیعت کروایا۔

یادگار سلف علامہ محمد حبیب رضا خاں صاحب قبلہ نے خود راقم الحروف سے بیان کیا کہ جب والد محترم نے ہم تینوں بھائیوں کو حضرت سے بیعت کرایا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور آپ نے اپنے شہزادوں کے لئے حضور مفتی اعظم ہند ہی کا انتخاب کیوں فرمایا تو آپ ارشاد فرمانے لگے میں نے حضور مفتی اعظم کا بچپن دیکھا پھر جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں میں نے انہیں ہمیشہ عالم باعمل (اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے) پایا۔لہذا اپنے بیٹوں کی بیعت کے لئے انہیں کا انتخاب کیا ہے۔

چنانچہ اپنے والد ماجد کے ارشاد پر حضور صدر العلماً (تقریباً تیرہ سال کی عمر میں) ۱۹۴۳ء میں عرس رضوی کے خوبصورت اور پُر بہار موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے۔

یہ مرشد گرامی کا غایت درجہ کرم تھا کہ ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۸۰ھ کو عرس رضوی کے حسین موقع پر اکابر علماؤ مشائخ کی موجودگی میں برسر منبر آپ کو خرقۂ خلافت واجازت عطا فرمایا۔سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ مارہروی، برہان الملت مفتی برہان الحق جبل پوری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن رضوی، حافظ ملت حافظ عبدالعزیز مرادآبادی علیہم الرحمہ جیسے اکابر علماء ومشائخ نے خرقہ پوشی فرمائی اور حضور

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے دست مبارک سے اپنا عمامہ آپ کے سر پر باندھا اور سند اجازت پر بقلم خود اس عبارت کا اضافہ فرمایا"عممته بعمامتی و البسته جبتی"یعنی میں نے انہیں اپنا عمامہ عطا کیا اور اپنا جبہ پہنایا۔

علاوہ ازیں آپ کو حضور مفتی اعظم نے تمام اوراد و وظائف اور تعویذات و عملیات کی اجازت بھی عطا فرمائی تو اس پر تحریر فرمایا:"قرۃ عینی و درۃ زینی محمد تحسین رضا خان" یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری تزئین و آرائش کے موتی محمد تحسین رضا خان۔چنانچہ یہی وہ فیضان ہے جس نے آپ کو حقیقت و معرفت اور علم و عمل کا گنجینہ بنا دیا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے کئی موقعوں پر حضرت صدر العلماء کے بارے میں تعریف و توصیف پر مبنی کلمات ارشاد فرمائے۔ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"صاحب (یعنی مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ) کے جتنے لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں باصلاحیت و بالیاقت ہیں مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں"۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"دو لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے۔ایک تحسین رضا اور دوسرے اختر میاں (حضور ازہری میاں صاحب قبلہ)

ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم رکشہ پہ بیٹھکر کہیں تشریف لے جا رہے تھے،ساتھ میں حضرت حبیب میاں صاحب بھی تھے،حضور مفتی اعظم نے فرمایا:تحسین رضا"گلِ سرسبد" ہیں۔پھر ارشاد فرمایا:جانتے ہو گلِ سرسبد کیا ہے؟باغباں پھولوں کی ٹوکری میں سب سے خوبصورت اور پسندیدہ پھول نمایاں طور پر اوپر رکھتا ہے اس پھول کو"گل سرسبد" کہتے ہیں۔

سبحان اللہ!ذرا دیکھئے تو حضور مفتی اعظم اپنے چمن کے اس "گل سرسبد" کی علمی لیاقت،اطاعت و فرمانبرداری پر کتنے خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں،کتنی اپنائیت ہے ان جملوں میں اور کتنا پیار ہے ان لفظوں میں۔جبکہ حضور مفتی اعظم کی بارگاہ کے حاضر باش لوگ آج بھی گواہ ہیں کہ آپ صرف باعمل،نیکوکار اور پرہیزگار ہی سے پیار و محبت فرماتے تھے لہٰذا حضور مفتی اعظم قبلہ کی آپ سے یہ بے پناہ محبت و شفقت آپ کے عالم باعمل اور صاحب تقویٰ و طہارت ہونے کی واضح دلیل ہے۔مجھے یقین ہے کہ قارئین مذکورہ ارشادات کی روشنی میں حضرت صدر العلماء کی گرانقدر شخصیت کا اندازہ بخوبی لگا لیں گے۔

صدر العلما کا اپنے اساتذۂ کرام سے اکتسابِ فیض

مفتی سید شاہد علی رضوی

بحرِ رضا سے چاہو جو تم اکتسابِ فیض ☆ تحسین رضا اس کے گہر بانٹ رہے ہیں

وطن عزیز:

اتر پردیش آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔جو اپنی گوناگوں خوبیوں اور خصوصیات کی بنا پر بڑی اہمیت

کا حامل ہے۔اسی صوبہ اتر پردیش (یوپی) کے اہم ترین اضلاع میں ایک خوبصورت، ترقی پذیر اور نہایت پرکشش شہر ''بریلی'' ہے۔ جسے بانس بریلی بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی شان وشوکت اور شعائر مذہب اہل سنت و جماعت اس کے در و دیوار سے نمایاں ہیں۔ یہ وہی بریلی ہے جہاں سے عشقِ مصطفیٰ کی لو پھوٹ رہی ہے۔ جو انگشتری قادریت کا نگینہ ہے۔ جس کی روشنی سے قلب انسانیت کو ایسی تابنا کی ملی کہ ہر دل محبتِ رسول کا مدینہ بن گیا۔ اور بریلی اہل سنت و جماعت کا مرکز عقیدت ہو گیا۔

اس زمانہ میں جو لوگ رسول اکرم، نور مجسم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت۔ صحابہ کرام کی عظمت۔ اہل بیت نبوت کی قدر و منزلت۔ ائمۂ کرام اور مشائخ عظام کی نسبت کا دم بھرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں، وہ بریلوی کہلاتے ہیں۔ اسی شہر بریلی کا ایک محلّہ ہے ''سوداگران'' جو رب کریم کے خاص لطف وکرم کا مورد ہے۔ جہاں سے علم ومعرفت کے چشمے جاری ہیں۔ اور پوری دنیائے سنیت فیضیاب ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ولادت باسعادت:

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں محقق بریلوی کے خانوادے کے چشم و چراغ۔ اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں قادری برکاتی کے پوتے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حسنین رضا خاں قادری برکاتی کے فرزندار جمند صدر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں قادری برکاتی نوری رضوی قدس سرہٗ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ محمد نام تجویز ہوا۔ تحسین رضا عرف قرار پایا۔ شاعری میں تخلص تحسین اختیار فرمایا۔ علماء کرام، مشائخ عظام اور دانشورانِ قوم وملت نے بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، خیر الاذکیاء، زُبدۃ الاتقیاء، مظہر مفتی اعظم، پیکر علم وعمل، شیخ الحدیث، محدث بریلوی، استاذ الاساتذہ اور صدر العلماء جیسے بھاری بھرکم اور عظیم القاب سے نوازا اور یاد کیا۔

تعلیم وتربیت:

صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں قادری کے والد ماجد استاذ العلماء علامہ حکیم حسنین رضا خاں قادری نے اپنی خسرال محلّہ کانکر ٹولہ، پرانہ شہر بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ صدر العلماء نے اپنی ننھال ہی میں بچپن اور جوانی کا زمانہ گذارا اور اب بھی وہیں قیام پذیر تھے۔

حضرت صدر العلماء نے سید شبیر علی بریلوی سے قائدۂ بغدادی پڑھا۔ محلّہ کے ایک مکتب میں قرآن کریم، اردو اور حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں ''مدرسہ اکبری'' واقع اکبری مسجد معروف بہ مرزائی مسجد محلّہ گھیر جعفر خاں بریلی میں پڑھیں۔

مظہر اسلام میں داخلہ:

غالباً ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں والد ماجد استاذ العلماء نے حضرت صدر العلماء کو عربی کی تعلیم کیلئے مدرسہ اہل سنت ''مظہر اسلام'' مسجد بی بی صاحبہ بریلی میں داخل کیا۔ صدر العلماء کی عمر شریف اس وقت تقریباً بارہ سال تھی۔ پوری توجہ، انہماک اور یکسوئی کیساتھ حصول علم میں مشغول ہو گئے کثرتِ مطالعہ۔ ہم سبق طلبہ سے تکرار اور آموختہ محفوظ کرنا اپنا معمول بنالیا۔ آپ نے مدرسہ اہل سنت ''مظہر اسلام'' کے ماہرینِ علوم وفنون اساتذہ کرام سے درس نظامی کی ابتدائی کتابوں سے متوسطات تک ساری کتابیں درس گاہ میں حاضر رہکر کمال غور وخوض اور انہماک وتوجہ سے پڑھیں۔

صدرالشریعہ سے اکتساب فیض:

شوال المکرّم ۱۳۶۴ھ/۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رضوی لائل پوری صدر المدرسین مدرسہ اہل سنت ''مظہر اسلام'' مسجد بی بی صاحبہ بریلی اپنے استاذ و مرشد مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی فرزند و جانشین اعلیٰ حضرت قدس سرھما کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کیلئے روانہ ہوئے۔ حضرت مفتی اعظم نے مرکز علم وعرفان بریلی سے اپنی عارضی غیر حاضری میں صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی کو اپنا نائب وقائم مقام مقرر فرمایا۔ رضوی سلسلہ کے علماء میں آپ کا یہ انتخاب اس امر کا بین ثبوت ہے کہ علماء حقانی میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

حضرت مفتی اعظم نے بریلی سے الوداع کہتے وقت جو پند ونصائح ارشاد فرمائے اس کا ایک حصّہ ملاحظہ ہو:

''آستانہ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت فقیر اپنے برادر طریقت صدر الشریعہ حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زیدت کرمہ کے سپرد کرتا ہے۔ موصوف آستانہ عالیہ مقدسہ پر ہی قیام فرما رہیں گے۔ آپ کی ذاتِ گرامی محتاج تعارف نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ اور اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۲،۱۰ سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی صحبت میں رہ کر علم ومعرفت سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کے پہنچائے ہوئے شرعی احکام ''اعلیٰ حضرت'' قدس سرہٗ کے مسلک پر مبنی ہونگے۔ ''موصوف'' مدرسہ اہل سنت ''مظہر اسلام'' مسجد بی بی صاحبہ کے صدر المدرسین کی حیثیت سے ہر طرح کی سرپرستی فرمائیں گے اور جملہ اختیارات جو اس آستانہ کے عقیدت کیشاں کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں۔ وہ سب فقیر اپنی طرف سے ''صدر الشریعہ'' کو تفویض کرتا ہے''۔[۱]

حضرت صدر العلما فرماتے ہیں:

''اس عارضی قیام کے دوران علم تفسیر میں درس نظامی کی اہم ترین کتاب ''تفسیر جلالین شریف حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی قدس سرہٗ سے پڑھی۔ موصوف ہر فن خوب پڑھاتے تھے۔ اور بہت شفقت فرماتے تھے''۔[۲]

محدث اعظم سے اکتساب فیض:

رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/ جولائی، اگست ۱۹۴۷ء کے موقع پر دار العلوم ''مظہر اسلام'' بریلی کے شیخ الحدیث، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رضوی اپنے وطن عزیز ''دیال گڑھ''، ضلع گرداس پور تشریف لے گئے۔ ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے اعلان سے فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ اپنے اہل وعیال اور اعزا واقربا کے ساتھ ہجرت کرکے پہلے ''بھکی'' تشریف لے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ کے لئے عارضی قیام کرنا پڑا۔ اس کے بعد ''ساروکی'' تشریف لے گئے پھر وہیں مستقل قیام فرمایا: ''ساروکی'' کے قیام کے ساتھ ہی آپ نے درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد کا سلسلہ شروع کردیا۔ لیکن بریلی شریف کی یاد نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا۔ ان دنوں بغیر پاسپورٹ کے پاکستان اور ہندوستان کی سرحد پار کرنا ممکن تھا چنانچہ آپ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ کے اواخر میں براستۂ سندھ، بونی جنکشن ہوتے ہوئے عازم بریلی شریف ہوئے۔ چونکہ ان دنوں اجمیر مقدس میں سیدنا سلطان الہند حضور

خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کا سالانہ عرس مبارک (۴۔۵۔۶ رجب کا وقت) بھی قریب تھا اس لئے آپ نے پہلے اجمیر مقدس میں حاضری دی اور عرس میں شرکت فرمائی۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی نے اپنے ایک مکتوب میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بانی وسربراہ اعلیٰ دار العلوم ''مظہر اسلام'' بریلی کو لکھا:

> ''عزیزم مولوی سردار احمد صاحب سلمہ کا بھی کل ہی ایک خط آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ غالباً کل ہی بریلی کے ارادہ سے روانہ ہوگئے ہونگے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سندھ کے راستے سے بونی جنکشن ہوتا ہوا آؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اجمیر شریف اتریں گے اور عرس کر کے وہاں سے بریلی آئیں گے۔ میرا یہ خط محفوظ رکھیں وہ آجائیں تو انہیں دکھایا جائے۔ ۳

حضرت محدث اعظم نے ''دار الخیر اجمیر'' پہنچ کر اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کو خط لکھا جس میں اپنے آئندہ بریلی آنے کے پروگرام کا لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی نے غالباً ۱۳ر رجب المرجب ۱۳۶۷ھ/ ۲۲رمئی ۱۹۴۸ء کو بریلی شریف کے پتہ پر آپ کو خط لکھا۔

متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے وقت جو فسادات شروع ہوئے انہوں نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ بالخصوص وہ علاقے فسادیوں کے زیر عتاب تھے، جن کے رہنے والوں نے قیام پاکستان کی کھل کر حمایت کی تھی چنانچہ بریلی بھی ان فساد زدہ علاقوں میں سرفہرست تھا۔ ان خونی فسادات کے نتیجے میں یہاں سے دینی درسگاہوں کے طلبہ اور مدرسین اپنے اپنے وطن کو تشریف لے جاچکے تھے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی نے بریلی پہنچ کر دار العلوم ''مظہر اسلام'' میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چند ہی دنوں میں آپ کی تدریس کی خبر ملک بھر میں پھیل گئی۔ طلبہ دوبارہ جمع ہونا شروع ہوگئے۔

صدر العلماء حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں بریلوی اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:

> ابتدائی دور میں دونوں ملکوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی نہ تھی آپ اپنے اہل وعیال کو (پاکستان) چھوڑ کر پھر ایک مرتبہ بریلی آئے۔ آپ کے آتے ہی طلبہ بھی جمع ہوگئے اور تعلیم شروع ہوگئی۔ اسی زمانہ میں، میں نے آپ سے ''شرح عقائد'' کے کچھ اسباق بھی پڑھے تھے۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دنوں نہ چل سکا۔ جلد ہی آپ کو پاکستان جانا پڑا۔ آپ کو گئے ہوئے کچھ عرصہ گزرا ہوگا کہ حکومت نے پرمٹ کی پابندی لگادی جو بعد میں پاسپورٹ کی شکل میں باقی رکھی گئی۔ آپ نے جب بریلی آنے میں دشواریاں دیکھیں تو وہیں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۴

منظر اسلام کے اساتذہ سے اکتساب فیض:

۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رضوی دونوں ملکوں کے حالات اور اس میں پیش آنے والی پریشانیوں اور مجبوریوں کے سبب جب واپس پاکستان چلے گئے تو استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں قادری بریلوی نے اپنے نورِ نظر لخت جگر کو غالباً ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں مرکز علم وعرفان دار العلوم ''منظر اسلام'' رضا نگر سوداگران بریلی میں منتہی کتابوں کی تعلیم کیلئے داخل کر دیا۔ آپ نے والد ماجد استاذ العلماء کی خواہش وہدایت کے مطابق ''منظر اسلام'' کے نابغہء روزگار، درس گاہی علوم وفنون کے فن کار، علماء

متبحرین و ماہرین اساتذۂ کرام سے کمالِ ذوق، جذبے اور لگن کے ساتھ پڑھا اور ہمیشہ اپنے ہم سبق ساتھیوں سے امتحانات میں سبقت لیکر فائق و فائز المرام ہوئے۔ ''منظر اسلام'' میں حصولِ علم کے دوران آپ نے الٰہ آباد بورڈ سے امتحانات دیکر کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۹ء میں مولوی۔ ۱۹۵۰ء میں عالم۔ ۱۹۵۱ء میں منشی اور ادیب ماہر۔ ۱۹۵۲ء میں فاضل ادب اور ۱۹۵۴ء میں کامل کے امتحانات دیئے اور کامیاب ہوئے۔

آپ کی جدوجہد، ذوق مطالعہ، پابندی اوقات، اساتذۂ کرام کی عزت وتوقیر اور کمالِ ادب واحترام کی وجہ سے مشفق ومہربان اساتذۂ کرام نے کمال توجہ اور اخلاص ومحبت سے نہ صرف پڑھایا بلکہ زیورِ علم وعمل سے آراستہ وپیراستہ کرکے نابغۂ روزگار، فرید دہر، وحید عصر اور ماہر علوم وفنون، مدرس ومحقق، مفسر ومحدث، فقیہ ومتکلم اور مفتی ومناظر بنادیا۔ ان کی اعلیٰ تعلیم وتربیت نے صوفی باصفا وعاشق مصطفیٰ بھی بنادیا۔

مظہراسلام فیصل آباد پاکستان کے لئے سفر:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے السفر قطعة من العذاب سفر عذاب کا ایک حصّہ ہے۔ مگر یہی سفر علم ومعرفت کے حصول کیلئے ہو تو برکت ورحمت اور مغفرت وغفران کا باعث ہے۔ وہ راستہ بھی جنت کا راستہ ہوجاتا ہے جس پر چل کر علم ومعرفت کو حاصل کیا جائے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من سلک طریقاً یلتمس فیه علماً سهل الله له طریقاً الی الجنة جو شخص طلب علم میں کوئی راہ چلے گا خدا اس کے لئے بہشت کی راہ آسان کردیگا (صحیح مسلم شریف)۔

ہمارے بزرگوں نے ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے طویل اور دور دراز سفر کئے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حسنین رضا خاں قادری بریلوی نے اپنے چہیتے فرزند صاحب ہمت بلند صدر العلماء حضرت مولانا محمد تحسین رضا خاں قادری کو فرمانِ رسول پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہوا:

> ''تحسین رضا درسِ حدیث اور صحاح ستہ کی تکمیل کیلئے تمہیں لائل پور (فیصل آباد) پاکستان محدث اعظم شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رضوی مدظلہ العالی کی خدمت میں جانا ہے اور درسِ حدیث انہیں سے لینا ہے۔ ان کے درس کا جواب نہیں۔'' ۵

محدث اعظم سے دورۂ حدیث شریف:

صدر العلماء علامہ محمد تحسین رضا خاں بریلوی والد ماجد کے ارشاد وہدایت پر سفری صعوبتیں برداشت کرنے کیلئے تیار ہوگئے ہر طرح کی مشقت وتکلیف جھیل کر محدث اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دار العلوم ''مظہر اسلام'' لائل پور (فیصل آباد) میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث شریف میں مشغول ومصروف ہوگئے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رضوی لائل پوری نے تیس سال سے زائد عرصہ تک درس حدیث کی خدمت انجام دی اور مسند حدیث کی زینت رہے۔ آپ کے درس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، کلام، معانی، منطق وفلسفہ وغیرہ کی تدریس کا پورا ملکہ حاصل تھا۔ جو فن بھی پڑھاتے اسی کے امام معلوم ہوتے۔ آپ کی خصوصیت کو شارح بخاری مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی کی زبانی سنئے:

''حضرت محدث اعظم پاکستان کی ایک خصوصیت یہ بہت اہم تھی کہ آپ جملہ فنون میں پورا پورا ادراک رکھتے تھے۔ جو فن پڑھاتے۔ معلوم ہوتا تھا کہ سب سے زیادہ اسی کے ماہر ہیں۔ اپنی ساری عمر اسی کی تحصیل میں صرف کی ہے۔ ۶ ''

حضرت محدث اعظم پاکستان کا عام حالات میں اندازِ تدریس اس قدر جامعیت کا حامل ہوتا کہ طالب علم کے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب اس میں موجود ہوتا۔

جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز محدث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ آپ کی شان تدریس یوں بیان کرتے ہیں:

''انداز بیان اتنا سلجھا ہوا اور جامعیت متن وشروح کا حامل ہوتا کہ پیچیدہ مسائل کو بڑی سادگی، بے تکلفی اور نہایت دلنشین پیرایہ میں بیان فرماتے تھے۔ طالب علم کی تسکین ہو جاتی تھی۔ نفس مسئلہ ذہن نشین ہو جاتا تھا اور انکی تقریر سننے کے بعد سوچے سمجھے اعتراضات خود بخود دفع ہو جاتے تھے۔ ۷''

مولانا مجیب الاسلام رضوی اعظمی نے حضرت محدث اعظم پاکستان کی تدریس کا نقشہ یوں کھینچا ہے

''حضرت جب کسی حدیث پر نقد و نظر، جرح و تعدیل، شرح و بسط فرماتے قلب کا ایک ایک گوشہ، دماغ کا ایک ایک کونہ سراپا توجہ بن جاتا۔ اختلاف مذاہب کی تشریح کے بعد مذہب حنفی کے استدلالات و براہین کی تشریح اس انداز سے فرماتے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ تاریک نہ رہ جاتا۔ ۸

صدر العلماء علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں بریلوی اپنے مشفق استاذ محدث اعظم پاکستان کی سیرت و کردار اور درس حدیث کی شان کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''حدیث کا احترام اس درجہ تھا کہ دوران درس کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی معزز و محترم ہو، آتا سلام کرتا تو سلام کا جواب تو ضرور دے دیتے اور ہاتھ سے بیٹھنے کیلئے اشارہ فرماتے مگر اس وقت تک کلام نہ فرماتے جب تک کہ سبق پورا نہ ہو جائے۔ پھر آنے والے کے پاس اتنا وقت ہو تو وہ بیٹھا رہے۔ ورنہ اٹھ کر چلا جائے۔ آپ مطلقاً پرواہ نہ فرماتے۔ دوسرے وقت ملاقات ہوتی، تو فرما دیتے کہ آپ فلاں وقت تشریف لائے تھے، میں حدیث شریف پڑھا رہا تھا، اس لئے بات نہ کرسکا۔ جو طالب علم عبارت پڑھتا اسے تاکید ہوتی کہ حضور کے نامِ نامی کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ضرور کہے اور صحابی کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' ضرور کہے اور خود بھی اس کا التزام رکھتے تھے، جیسے ہی نامِ نامی سنتے بآواز بلند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے تاکہ دوسرے طلبہ جو غافل ہوں، انہیں سن کر یاد ہو جائے۔ اگر کہیں حدیث میں آجاتا کہ ضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تو خود بھی مسکراتے اور طلبہ سے بھی کہتے کہ ہنسو۔ ہنسنا بھی ہمارے نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ۹ ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے ردّ وہابیہ پر زیادہ زور دیتے تھے ورنہ عام طور پر سب ہی باطل فرقوں کا ردّ فرماتے تھے ۱۰''

جامعہ رضویہ ''مظہر اسلام'' فیصل آباد پاکستان میں رہ کر چھ ماہ کی مدت میں حضرت محدث اعظم پاکستان سے دورۂ

حدیث مکمل کیا۔ حضرت محدث اعظم صحاح ستہ، مؤطا امام محمد اور طحاوی شریف خود پڑھاتے تھے نیز تفسیر وغیرہ کی کتابیں بھی زیر درس رہتی تھیں۔ حضرت صدر العلماء کے دورۂ حدیث شریف کے ساتھیوں میں مندرجہ ذیل نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
(۱) صاحب زادہ حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی خلف اکبر و جانشین محدث اعظم پاکستان (۲) حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی و سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن افریقہ (۳) حضرت مولانا سید مراتب علی شاہ رضوی عارف والا ضلع ساہیوال (۴) حضرت مولانا شریف احمد رضوی شیخ الحدیث ''مظہر اسلام'' فیصل آباد (۵) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم رضوی مفتی دار الافتاء ''مظہر اسلام'' فیصل آباد (۶) حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن ضلع جج مظفر آباد پاکستان (۷) صاحب زادہ حضرت مولانا محمد غلام جان ہزاروی۔ ۱۱

مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی حضرت صدر العلماء کے ساتھ دورۂ حدیث کرنے اور معقول و منقول کی دیگر کتابیں ساتھ پڑھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کے منجھلے صاحبزادے جامع معقول و منقول، کامیاب مدرس، بیدار مغز عالم باعمل، خلیفۂ مفتی اعظم ہند، بڑی دلنواز شخصیت کے مالک ہیں۔ ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء محلّہ سوداگران بریلی میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل دار العلوم مظہر اسلام و منظر اسلام بریلی میں کی۔ دورۂ حدیث محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد سے لائل پور پاکستان میں پڑھا۔ السنۂ شرقیہ کے امتحانات الہ آباد بورڈ سے امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ پڑھنے کے زمانہ ہی سے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے۔ جتنا پڑھا اس سے کہیں زیادہ پڑھایا۔ مگر پھر بھی نام و نمود سے دور۔ شہرت سے نفور۔ اپنوں اور بیگانوں کے مشکور اور عنداللہ ماجور ہیں۔ باقیات میں تین صاحبزادے (مولانا) حسان رضا خاں، رضوان رضا خاں، صہیب رضا خاں اور ایک صاحبزادی ہیں

راقم الحروف کے لئے یہ باعث شرف ہے کہ وہ محبّ موصوف کا ہم عمر، ہم مزاج، ہم پیالہ و ہم نوالہ اور دورۂ حدیث کے علاوہ قاضی مبارک وغیرہ بعض کتابوں میں ہم درس رہا ہے۔ آپ سے مؤدت و رفاقت کا سلسلہ اس صدی عیسویں کے پانچویں عشرے سے اب تک جاری ہے تقریباً یہ کہنا سہی ہوگا ع

> ''یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار گھڑی کی بات نہیں''

> الارواح جنود مجندہ کے حدیثی ارشاد کے مطابق اس جہان میں تو اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور رفیق مذکور کی طبع یک گیر محکم گیر سے یہی امید ہے کہ دوسرے جہاں میں بھی ایسا ہی ہوگا۔
>
> یہ کیفیت اسے ملتی ہے ہو جس کے مقدر میں
> مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشے میں نہ ساغر میں

☆☆☆

مندرجہ بالا سطور محبّ گرامی قدر کیلئے صرف واقعاتی ہیں ان میں تعلقات کا کوئی دخل نہیں۔ ۱۲

مولانا مراتب علی شاہ صاحب کے بارے میں خود صدر العلماء نے ایک موقع پر فقیر نوری کو یادداشت میں لکھایا کہ:

''حضرت مولانا مراتب علی شاہ صاحب میرے بخاری شریف کے ہم سبق ہیں میں نے اور مولانا مراتب علی شاہ صاحب نے حضرت محدث اعظم پاکستان سے بخاری شریف ایک ساتھ پڑھی'' [۱۴]

حضرت صدر العلماء نے خداداد ذہانت وصلاحیت اور اپنی علمی لیاقت کی وجہ سے اساتذۂ کرام خصوصاً محدث اعظم پاکستان کی نگاہ میں مکمل اعتماد حاصل کرلیا۔ جس کا اعتراف واقرار خود حضرت محدث اعظم نے اپنے استاذ ومرشد حضور مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی کی بارگاہ میں تحریر کردہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں فرمایا:

''عزیزم مولانا تحسین رضا خاں صاحب سلمہٗ کی دستار بندی حضور والا کو مبارک ہو۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں اسباق جو ان کے سپرد کئے جائیں ان میں ''مشکوٰۃ شریف'' ان کے پاس ضرور رکھی جائے اور آئندہ سال ''نسائی شریف'' اس کے بعد ''ابن ماجہ شریف'' پھر ''مسلم شریف'' پھر ''ترمذی شریف''۔ جب ہر سال حدیث کی ایک کتاب پڑھالیں تو بعد میں ''بخاری شریف''۔ خدا چاہے تو اس طرح تدریجاً یہ دورۂ حدیث کے اسباق پڑھالیں گے۔ حدیث کے سبق کے علاوہ جو اسباق ان کے مناسب ہوں دئے جائیں کل چھ ماہ اس جگہ انہوں نے قیام کیا ہے۔ اگر دو سال یہاں قیام ہو جاتا۔ تو خدا چاہے مزید استعداد اور قابلیت ہو جاتی۔ ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں۔ ہوشیار ہیں۔'' [۱۴]

اپنے دور کے محدث اعظم کس وثوق واعتماد سے صلاح ومشورہ اپنے استاد ومربی اور شیخ ومرشد کی بارگاہ میں حضرت صدر العلما کے سلسلہ میں پیش کررہے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو فن حدیث میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ یقیناً حضرت محدث اعظم پاکستان کی پر اعتماد سفارش آپ کی اعلیٰ استعداد وصلاحیت اور انتہائی ذہانت وفطانت کے اعتراف کا کھلا ثبوت ہے۔

مفتی اعظم سے اکتساب فیض:

شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہٗ علم ومعرفت کا سمندر تھے۔ درس نظامی کے جملہ علوم وفنون کے ماہر اور بہتا دریا تھے ؏

بہتے ہوئے دریا میں ہر ایک کا حصّہ ہے:

اس بحر رواں سے ہر ایک بقدر ظرف حصّہ پاتا تھا۔ متلاشیان حق اور طالبانِ علم ومعرفت حضرت مفتی اعظم کو جہاں پاتے وہیں اکتساب فیض کرتے خواہ سفر ہو یا حضر، جلسہ ہو یا کانفرنس، محفل عرس ہو یا نذر ونیاز، بزمِ مسرت وشادمانی ہو یا غم والم کی مجلس۔ گویا آپ ایک چلتی پھرتی درسگاہ وخانقاہ تھے۔ آپ وعظ وتبلیغ اور درس وتدریس کے لئے کسی مخصوص عمارت وبلڈنگ اور مسند واسٹیج کے پابند نہ تھے۔ کسی دار العلوم، جامعہ اور مدرسہ کی انتظامیہ یا نواب وراجہ اور رئیس وقت کے ملازم وتبع نہ تھے اللہ نے انھیں خود رئیس بنایا تھا وہ صاحب ثروت اور صاحب علم وفضل، شرف وکرم، جود وسخا، زہد وتقویٰ، فقہ وافتاء دونوں میں وہ خاندانی وراثتوں کے مالک تھے۔ ان کے والد ماجد امام احمد رضا سے جب رؤسائے نان پارہ نے اپنی مدح میں ایک قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی اور اس پر اتنی نذر دینے کی پیش کش کی کہ نسلوں کو کافی ہو تو ارشاد فرمایا:

''کروں مدح اہل دول رضؔا، پڑے اس بلا میں مری بلا ۔۔۔ میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں''

حضرت مفتی اعظم اپنے والد ماجد کے علوم وفنون کے سچے وارث اور خاندانی وراثتوں کے امین ومحافظ تھے بلکہ فکرِ رضا،عشق رضااوراعمال وافعال رضا کے پاسبان وترجمان اور داعی ومبلغ تھے۔انھوں نے تبلیغ وارشاد، پندونصائح، امر بالمعروف،نہی عن المنکر اوردرس وتدریس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔منظراسلام اورمظہراسلام کی درس گاہیں ہوں یافیض الرسول براؤں شریف اورجامعہ اشرفیہ مبارکپور کی مسندِحدیث—ہرجگہ فیض باراورعلم وعرفان کے گوہرلٹاتےنظرآتے ہیں۔

''حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را''

(ترجمہ)حسین کوکسی سنگار بناؤ کی ضرورت نہیں وہ جہاں جس حال میں ہوحسین ہے۔

''صدر ہر جا کہ نشیند صدر ست''

(ترجمہ)صدر جہاں بیٹھےصدر ہی ہے۔

جب دنیا بھر کے طالبانِ علم ومعرفت اس بحرِرواں کی فیاض موجوں سے فیضیاب ہورہے تھے اور بہتے دریامیں غوطہ زن ہوکرگوہرآبدارحاصل کررہے تھےتوخاندانِ رضا کے وہ دوربیں حضرات جو یہ سب کچھ بچشم سرملاحظہ کررہے تھےاورصبح وشام انوار وتجلیات کی بارش دیکھ رہے تھے کیونکرمحروم رہتے۔انھوں نے اس بحرِ ناپیدا کنار سے خوب خوب گوہرلوٹے،انواروتجلیات کی بارش میں خوب نہائے اوراپنےکوزیورِعلم وعمل سے آراستہ وپیراستہ کرکےخوب مالا مال کیا۔

حضرت مفتی اعظم کے بحرِعلم ومعرفت کی فیاض موجوں سے گوہرِآبدارحاصل کرنے والوں میں۔علم وفن کے چڑھتے سورج کی شعاؤں سے اقتباس نورکرنے والوں میں،خاندان رضا کےافراد میں ایک نمایاں نام حضرت صدرالعلماء کا بھی ہے۔پاکستان جانے سے پہلے بھی اور پاکستان سے آنے کے بعد بھی شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے خوب خوب اکتساب فیض کیا۔اپنے مرشدومربی اورمشفق ومہربان استاذ سے وہ فیض جلی وخفی پایا کہ دنیاانھیں''مظہرِمفتی اعظم'' کے لقب عظیم سے یادکرنے لگی۔وہ بے شک وشبہ حضرت مفتی اعظم کے علم وعمل،فکروعشق، فیضان وعرفان،زہدوتقویٰ،صبروتوکل،قناعت واستقامت،حق گوئی اور بےباکی،امر بالمعروف،نہی عن المنکر ،درس وتدریس،فقہ وافتاءاورکشف وکرامت میں مظہراتم تھے۔وہ پیکرعلم وعمل،مقبول بارگاہِ الٰہی،محبوب خدا،سچے عاشق رسول اوراللہ کےولی تھے۔فکرِرضا،عشقِ رضاکے پاسبان اوراعمال وافعال رضاکےترجمان تھے۔

فقیرنوری سیدشاہدعلی رضوی

مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ،پرانا گنج،رامپور۔

لے''مدرسہ اکبری''اکبرحسین خاں بریلوی کی بیوی نے قائم کیا۔اکبرحسین خاں مالدار،صاحب حیثیت اورایک چھوٹی ریاست کےنواب تھے۔ان کی کئی علمی اورثواب جاری کی یادگاریں باقی ہیں۔پرانا شہربریلی میں ایک مسجدتعمیرکرائی۔جس کا نام اکبری مسجد ہے۔جوآج کل مرزائی مسجد کے نام سےمشہورومعروف ہے۔

''مدرسہ اکبری کا''ثواب جاری آپ کی اہلیہ کی سعی سے ہوا۔وہ تنہامدرسہ اکبری کی کفیل تھیں۔وہ خودبھی دیندارتھیں اورمسلم بچوں کودینی تعلیم سے آراستہ دیکھنا چاہتی تھیں۔بھلائی کے کاموں میں حصّہ لیتی تھیں۔زوجہ اکبرحسین خاں کی دینداری کےمتعلق مفتی حافظ بخش آنولوی لکھتے ہیں۔مدرسہ اکبری جواہل خانہ اکبرحسین خاں صاحب مرحوم نے خاص اپنےصرفہ سے جاری کیا ہے۔اس مدرسہ

سے مقدم ہے۔ اگر اور لوگ ان کے حوصلہء عالی کو باوجود یکہ تھوڑی ریاست کی تنہا کفیل تھیں۔ اس کار خیر کا باعث ہوئیں۔ اور دیندار اور بلند ہمتی میں بڑے بڑے رئیسوں اور مردوں سے فائق ہوگئیں۔ اوران کے شوق اور رغبت کا باعث کہا جائے نہایت بجا ہے۔

(مفتی حافظ بخش آنولوی تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ص ۳۸)

مدرسہ اکبری میں مولانا یعقوب علی بریلوی نے بھی درس وتدریس کا کام انجام دیا ہے مولانا یعقوب علی پرانا شہر بریلی کے رئیس تھے۔ امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قادری کے ہم عصر تھے۔ عالم وفاضل، حنفی المذھب فقہیہ ومفتی تھے۔ فتویٰ نویسی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ اپنے عہد کی مشہور شخصیت تھے۔ مولانا نقی علی بریلوی اور مولانا احسن نانوتوی کے مابین متنازعہ عبارت کی بحث میں غیر جانب دار رہے مگر جھکاؤ مولانا نقی علی خاں بریلوی کی طرف تھا۔ امام احمد رضا محقق بریلوی کے ایک فتویٰ پر آپ کی تصدیق بھی ملتی ہے۔

(مولانا شہاب الدین رضوی۔ مولانا نقی علی بریلوی۔ مطبوعہ ممبئی ص ۷۲۔۷۳)۔

۲ محمد مصطفےٰ رضا قادری، مفتی اعظم ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۸۔۱۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۰۔ ۳ قلمی یادداشت فقیر نوری غفرلہٗ

۴ مکتوب صدر الشریعہ بنام مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی محررہ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ

۵ محمد تحسین رضا خاں قادری، مولانا، ماہنامہ نوری کرن (محدث اعظم نمبر) مارچ واپریل، ۱۹۶۳ء، ص ۴۲۔

۶ قلمی یادداشت فقیر نوری غفرلہٗ۔

۷ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج-۱، ص ۳۸۸، بحوالہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل، ۱۹۶۳ء، ص ۳۸۔

۸ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج-۱، ص ۳۸۹، بحوالہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل، ۱۹۶۳ء، ص ۲۸۔ ۹ ایضاً ص ۲۲۔

۱۰ مسرت کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخِ انور پر صرف تبسم اور مسکراہٹ آجاتی تھی۔ آپ کا تبسم کھلکھلا کر ہنسنے کی طرح نہ ہوتا تھا صرف دندانِ مبارک کی چمک ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بھی اسی موقع پر صرف تبسم اور مسکراہٹ کی تاکید فرماتے تھے۔

۱۱ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج-۱، ص ۴۰۱، ۴۰۲، بحوالہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل، ۱۹۶۳ء، ص ۴۲۔

۱۲ مولانا محمد شہاب الدین رضوی جولائی ۲۰۰۵ء میں جب پاکستان گئے تو صدر العلماء کے ہم درس اور ہم سبق علماء کے مذکورہ اسماء معلوم ہوئے۔ یہ تفصیل موصوف نے فقیر نوری سے ۲۰ راگست ۲۰۰۷ء کو بریلی شریف میں ایک ملاقات میں ذکر فرمائی۔

۱۳ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، حاشیہ: تذکرہ جمیل ص ۲۳۶، ۲۳۷ مطبوعہ بریلی۔

۱۴ قلمی یادداشت فقیر نوری غفرلہٗ۔

۱۵ محمد اجمل رضا قادری، مولانا: حیات صدر العلماء ص ۳۰۔۳۱ مطبوعہ ممبئی۔

۱۶ قلمی یادداشت فقیر نوری غفرلہٗ۔ ۱۷ محمد اجمل رضا قادری، مولانا، حیات صدر العلماء، ص ۳۶۔ ملخصاً، مطبوعہ ممبئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرالعلما......میدان علم وتدریس میں

مولانا مفتی محمد صالح صاحب رضوی

وہ صدرالعلما جو ہمارے بڑی شان وقدر والے پیشوا تھے۔ جو عالم باعمل تھے عظیم المقام ربانی عالم۔

وہ صدرالعلما جو زمانہ تعلیم ہی میں پڑھانے لگے تھے۔ یعنی عم محترم حضور مفتی اعظم ہند کے حکم سے، ابتدائی درجات کی بعض بعض کتابیں وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ پڑھاتے تھے۔ اور اپنے اسباق کے اوقات میں اپنے اسباق بھی پڑھتے تھے۔ اور صلہ میں یا ہمت افزائی کے طور وظیفہ یا انعام پاتے تھے۔ اطلاعاً عرض کروں کہ یہ صلہ وانعام والی بات میں نے (محمد صالح غفرلہ نے) خود استاذ محترم صدر صاحب قبلہ سے براہ راست سنی تھی۔ (والروایۃ بالمعنی لابعین الالفاظ)

تقررات برائے تدریس

پہلا تقرر مظہر اسلام بریلی شریف میں:

وہ صدرالعلما جو تدریس پر، ۱۹۵۶ء میں مامور ہوئے تھے۔ پاکستان سے واپس آنے کے بعد، حضور مفتی اعظم ہند نے مظہر اسلام میں تدریس کے لئے آپ کا تقرر فرمالیا تھا۔ سن تقرر اسلامی غالباً ۱۳۷۶ھ ہے۔ آپ نے وہاں مستقل مزاجی اور بڑی لگن اور مستعدی کے ساتھ پڑھانا شروع کردیا۔ طلبہ آپ کے طریقہ تعلیم سے بہت مانوس اور خوش ہوئے۔ رفتہ رفتہ طلبہ کی تعداد آپ کے پاس بڑھنے لگی۔ حسن تفہیم سے طلبہ اور اہتمام دونوں فریق اتنے متاثر ہونے لگے کہ ضابطۂ مدرسہ سے زیادہ کتابیں آپ کو پڑھانے کے لئے دی گئیں۔ راقم کو یاد پڑتا ہے (وحفظی ناقص) کہ حضرت نے بہت بار اثنائے سبق یا اور مجالس میں ہم لوگوں کو خبر دی کہ جب میرے ذمہ، اصل ذمہ داری سے زیادہ کتابیں ہوگئیں تو میں تھک جاتا اور کبھی کبھی میرا سر چکرانے لگتا تو ایک بار ہمت کر کے میں نے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شکایۃً عرض کیا تھا تو حضرت نے دس روپئے کا نوٹ جیب خاص سے نکال کر بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ لیجئے ان پیسوں سے مغزیات ومقویات خرید کر کھائیے۔ اور کتاب کوئی کم نہیں کی۔ یعنی حضرت نے صدر صاحب قبلہ کی ہمت بڑھائی، ہمت گھٹائی نہیں۔ کیونکہ جیب خاص سے دس کا نوٹ (جو آج کل کی کرنسی کے حساب سے ۵۰۰ سے کم نہیں ہوگا) عطا فرمانا حوصلہ افزائی کے قبیل سے ہی ہے۔ پھر اس نوٹ کی برکات کا کیا کہنا۔ ایک ولی کامل کا عطیہ کس قدر برکت لایا ہوگا۔ کیا خوشی بختی تھی ہمارے اس پیارے استاذ کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور کو نور ورحمت سے بھرا رکھے اور آخرت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مسجد بی بی جی میں کتنے عرصہ تک خدمت تدریس انجام دی:۔ حضرت استاذ گرامی القاب صدر صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے روز تقرر سے لیکر ۱۹۷۵ء کے اوائل تک مسلسل، نہایت خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ فرائض پورے فرمائے اور تقرر حضرت کا ۱۹۵۷ء میں ہوا تھا تو معلوم ہوا کہ مظہر اسلام (مجد بی بی جی بریلی) میں خدمت تدریس کی پوری مدت مع صدارت ۱۹/سال (کم وبیش) ہے۔ کیونکہ ۷۵/میں سے ۵۷/نفی کیجئے، ۱۸/بچا۔ اور احتمال ہے ۱۹۵۶/کے تقرر کا بھی۔ اور وہاں بہت برسوں مسند صدارت کو بھی زینت بخشی (کما سیاتی فی محلہ ان شاء اللہ تعالیٰ)

اطلاع:۔ چونکہ صدر العلما حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ نے، تعلیمی سال کے اختتام پر یعنی شعبان ۱۹۷۵ء (غالباً ماہ اپریل) میں مدرسہ مظہر اسلام کی ملازمت سے مستعفی ہونے کا عزم کرلیا تھا اور ذہن بنالیا تھا کہ آئندہ سال نو کے آغاز، شوال سے یہاں کام نہیں کرنا ہے اس لئے آپ نے تعطیلات کلاں گزر جانے کا انتظار نہیں کیا بلکہ اپنا استعفانامہ، اس وقت کے مہتمم صاحب ساجد میاں مرحوم کو شعبان ہی میں سونپ دیا تھا۔ حضرت کا قبل تعطیلات استعفادینا مجھے خوب اچھی طرح بحمدہ تعالیٰ یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ شمسی سال ۱۹۷۵ء تھا۔ شمسی مہینہ کیا تھا خوب یاد نہیں شاید اپریل تھا۔

حضرت کی احتیاط روی، تقوی شعاری کی ایک نظیر:۔ یہاں کچھ ذہنوں میں یہ سوال ابھرے گا کہ حضرت کو استعفادینا ہی تھا تو آپ تعطیلات رمضان شریف کے بعد دیتے تاکہ تعطیلات کے مشاہرہ کا استحقاق باقی رہتا۔ کیونکہ مدرس تعطیل کی تنخواہ پانے کا مستحق ہوتا ہے شرعاً بھی اور عرفاً بھی۔ جیسا کہ مدرسین و اہل اہتمام سب جانتے ہیں۔ اور اس کے جواز میں کسی کو کلام بھی نہیں۔ تو پھر حضرت نے اپنا نقصان بلاوجہ کیوں کرلیا؟ یہ جدت آپنے کیوں اختیار فرمائی؟ تو ہم حضرت کے عمل کی توجیہ یہ کرسکتے ہیں کہ چونکہ اس طرز استعفاپر کچھ سرپھروں کو اعتراض ہوتا ہے وہ ایسا کرنے کو مدرس کی خودغرضی اور چالاکی پر محمول کرتے ہیں۔ جبھی تو بعض اہل اہتمام کو یہ کھلتا (بہت ناگوار ہوتا ہے) اسی لئے مستعفی مدرس کی تعطیلات کی تنخواہ نہیں دیتے اور جھگڑے پر اتارو ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا حضرت نے اس بے جا اعتراض و اتہام سے اپنے کو بچالیا یہ توجیہ اگر چہ وجیہ ہے۔ جواب بے شک درست ہے کیونکہ شرع مطہر کو بھی مطلوب ہے کہ آدمی اپنے کو تہمت کی جگہوں، بدنامی کی صورتوں سے دور رکھے۔ ان سے خوب بچے۔ "اتقوا مواضع التهم" لیکن میری نظر میں حضرت کے استعجال کی اصل وجہ یہ نہیں بلکہ آپ کا تقویٰ وورع ہے۔ یہ کمال احتیاط اور ترک شح نفس ہے۔ "دع ما يريبك الىٰ ما لا يريبك"

تدریس وصدارت کی ابتداوانتہا:۔ حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ نے جب مدرسہ مظہر اسلام سے سبک دوشی لے لی اور توکلاً علی اللہ گھر بیٹھ گئے، صبر وقناعت اور رضا بالقضا کا دامن تھامے رہے تاہم دل اندر سے بوجھل تھا، چہرہ ابھی درد دل کی غمازی کردیتا اگر چہ زبان سے حرف شکایت نہ نکلتا۔ بات یہ تھی کہ مدرسہ مظہر اسلام چھوٹ گیا جسے خون پسینہ سے سینچا تھا۔ ایک طویل مدت تک جس کی خدمت میں آپ لگے رہے۔ جو آپ کا مادر علمی ہے، جو پیر ومرشد کا مدرسہ ہے۔ جو استاذ ذیشان کی یادگار ہے۔ جب حوادث کے پانی نے ناک میں دم کردیا اور استعفا کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا تو مجبورانہ معذورانہ حیثیت میں مدرسہ کو الوداع کہا۔ مگر صبر کا پھل میٹھا۔ "عون ونصرت الٰہی صابر کے ساتھ" اللہ، نعم المولیٰ ہے نعم الوکیل ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر الرازقین ہے۔ اس نے دوسرا دروازہ کھول دیا جو کئی لحاظ سے پہلے والے سے بدرجہا بہتر رہا۔ ہوا یہ کہ ادھر مظہر اسلام سے آپ دلبرداشتہ ہوکر ہٹے ادھر منظر اسلام میں اسی اثنا یا کچھ آگے پیچھے صدارت کی جگہ خالی ہوئی۔ تو حضرت ریحان ملت رحمانی میاں علیہ الرحمہ نے موقع غنیمت جانا۔ حضرت صدر صاحب سے گزارش کی کہ چچا جان! آپ منظر اسلام تشریف لے آئیں منصب صدارت قبول فرمالیں تو حضرت نے سوچ سمجھ کر ریحان ملت علیہ الرحمہ رحمانی میاں کی درخواست منظور فرمالی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہاں سے یہاں پہنچایا۔

آپ کا تقرر منظر اسلام میں کب ہوا؟ اس سوال کے جواب میں جامعہ رکارڈ، بزبان فصیح بول رہا ہے کہ جون ۱۹۷۵ء میں ہوا تھا۔ یہاں مسند صدارت اپریل ۱۹۷۵ء میں خالی ہوئی تھی۔ حضرت علامہ مولانا تحسین میاں صاحب نے روز تقرر سے کام شروع فرمادیا۔ اور تقریباً سات سال آپ نے وہاں بحیثیت صدر المدرسین، فرائض صدارت ودراسات، باتسلسل خیر وخوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ

انجام دیئے۔اور بالآخر ۱۹۸۲ تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر امتحان میں مبتلا فرمایا۔اور آپ نے بتوفیقہ عزوجل اسی پرانے نسخہ پر عمل کیا۔صبر و رضا کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا۔یعنی آپ نے حالات سے سمجھوتا کر لیا اور بلا جدال ونظار خاموشی اور خوبصورتی کے ساتھ الوداع کہہ کر گھر جا بیٹھے۔

حضرت کی یہ آزمائش، پہلی سے سخت تر تھی (یعنی من وجہ) ورنہ پہلی اپنی نوعیت میں سخت تر تھی۔خیر۔حضرت نے بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ان ہی ایام میں میں (راقم السطور محمد صالح) تعزیۂ زیارت کے لئے حضرت کے گھر گیا۔حضرت باہر تشریف لائے۔معمول کے مطابق سلام ومصافحہ اور دست بوسی میں نے کی۔میری زبان سے تعزیت (تسلی وصبر دلانے) والی کوئی بات، مارے رعب کے نہیں نکلی تھی۔یاد ہے کہ حضرت نے مجھ سے (جب میں واپسی کی اجازت لیکر واپس ہونے لگا) فرمایا تھا دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے صبر جمیل کی توفیق دے۔مری آنکھیں حضرت کے غم کا احساس کر کے نم ہو گئی تھیں۔میں اسی حالت میں، چپکے چپکے دعا کرتے ہوئے واپس ہوا (اس بیان میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ مجھ سے معاف فرمائے)۔ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بالجملہ۔حضرت منظر اسلام میں خدمت صدارت اور فرائض تدریس سات سال انجام دے کر ۱۹۸۲ء میں (مہینہ اس وقت ذہن میں محفوظ نہیں۔اور ریکارڈ دور ہے) مدرسہ کو الوداع کہکر رخصت ہوئے۔

تیسرا تقرر جامعہ نوریہ میں۔مدرسہ منظر اسلام سے ہٹنے کے بعد، اہل خاندان واہل قرابت کے اصرار پر بحیثیت صدر مدرس، ایک ایسے مدرسہ میں کام کرنے پر حضرت صدرالعلما نے رضامندی دیدی جو برسوں سے ٹھپ سا پڑھا تھا۔جس کا نام، بتایا جاتا ہے کہ جامعہ نوریہ رضویہ تھا۔اور وہ پرانے شہر کی اکبری مسجد میں واقع تھا۔گویا حضرت صدر صاحب قبلہ کے دم قدم سے ایک مدرسۂ میتہ کا احیا ہوا۔وہاں ایک سال یا اس سے زائد آپ نے تعلیم دی۔دورہ حدیث بھی وہاں ہوا تھا۔

پھر یہی مدرسہ اسی نام کیساتھ محلّہ باقر گنج بریلی میں منتقل کر لیا گیا۔حضرت کے ساتھ وہاں کا موجودہ اسٹاف (جو بھی رہا ہو) باقر گنج والے جامعہ نوریہ پہنچ گیا۔نئے نئے وجود میں آئے ہوئے اداروں کے سامنے ابتدائی مراحل میں جو دشواریاں سامنے آتی ہیں وہ جامعہ نوریہ کو بھی درپیش آئیں۔مگر آپ نے، آپ کے رفقائے کار نے اور مہتمم نے ہمت نہیں ہاری اور صبر ورضا کے ساتھ بلند ہمتی وحوصلہ مندی سے کام لیتے ہوئے برابر آگے بڑھتے رہے۔بالآخر مدرسہ کو بفضلہ تعالیٰ ایک ہونہار، باصلاحیت، محنتی صابر وقانع اسٹاف میسر آ گیا۔اللہ تعالیٰ نے اہتمام وصدارت اور اسٹاف کی ملی جلی سعی بارآوری کی حتیٰ کہ مدرسہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔آگے چل کر یو۔پی تعلیمی بورڈ سے وابستہ ہوا اور منظوری مل گئی، خانہ صدارت میں، صدرالمدرسین حضرت تحسین میاں علیہ الرحمہ ہی کا نام دیا گیا اور وہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک امداد کی منظوری نہ ہوئی تھی۔پھر حضرت عمر رسیدہ ہو گئے۔آپ کا نام خانہ صدارت سے قانونی طور پر ہٹا دیا گیا اور خانہ صدارت میں ان مدرس صاحب (نائب عالیہ) کا نام لکھوا دیا گیا جن کا نام حضرت کے پیچھے تھا اور وہ اس وقت کے موجودہ اسٹاف میں سب سے قدیم اور ہر لحاظ سے لائق ترجیح تھے۔یعنی صدر صاحب کے بڑے لائق وفائق، ومعتمد علیہ، محنتی، فعال شاگرد رشید جناب علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب فاضل منظر اسلام بریلی شریف موجودہ صدرالمدرسین وشیخ الحدیث جامعہ نوریہ بریلی شریف۔حفظہ اللہ تعالیٰ کا نام بورڈ کے کاغذات میں خانہ صدارت میں مندرج ہوا۔مولانا صاحب صرف گورنمنٹی کاغذات پر دستخط کرنے کے لئے صدر مدرس بنے ہوئے تھے حضرت صدرالعلما ہی بدستور باقاعدہ صدر تھے۔حکم واذن آپ ہی کا چلتا تھا۔'' کاغذی صدر صاحب'' حضرت علیہ

الرحمہ کا وزن صدارت اپنے کاندھے پر حضرت کے حکم سے بسر وچشم اٹھاتے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت کی موجودگی میں (یعنی جب تک حضرت جامعہ نوریہ سے منتقل نہیں ہوئے) اپنے کو کبھی صدر متصور نہیں کیا۔ جو کام کرنے کے ہوتے حضرت کے زیر صدارت کرتے تھے۔ بالجملہ انہوں نے اور سبھی مدرسین و ملازمین نے ہمیشہ حضرت ہی کو صدر المدرسین قولاً و عملاً مانا۔ ان سب نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت عزت دی، راحت پہونچائی حتیٰ کہ حضرت کی دعائیں عنایتیں ان خوش نصیبوں نے خوب بٹوریں.... ''ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء''

جامعہ نوریہ میں مدت صدارت ودراسات

حضرت جامعہ نوریہ بریلی میں روز اول سے صدر المدرسین تھے اور جامعۃ الرضا بریلی کو منتقل ہونے تک ہمیشہ مسند صدارت پر رہے۔ اصل صدر آپ کے علاوہ اور کوئی وہاں نہیں تھا۔ جامعہ نوریہ سے حضرت ۲۰۰۵ میں تشریف لے گئے تھے۔ تو جامعہ نوریہ میں حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ نے بحیثیت صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ۲۳ رسال خدمت دین انجام دی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

چوتھا تقرر جامعۃ الرضا میں

کہا جاتا ہے کہ حضرت صدر العلما علامہ مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں تحسینؔ بریلوی علیہ الرحمہ سے، فقیہ ملت آبروئے اہلسنت حضرت علامہ مولانا الشیخ مفتی محمد اختر رضا خاں (ازہری میاں) مدظلہ العالی نے جامعۃ الرضا کی ضرورت کا اظہار کرکے گزارش کی کہ حضرت صدر صاحب اگر آپ جامعۃ الرضا تشریف لے آتے تو اچھا ہوتا۔ جامعہ نوریہ کا تو کام چل ہی جائے گا۔ جامعۃ الرضا کی احتیاج کا خیال فرمائیے'' تو حضرت صدر صاحب نے ازہری میاں کی بات منظور فرمالی۔ اور وہاں سال نو (تعلیمی سال) کے آغاز یعنی ماہ شوال سے کہ ۲۰۰۵ء میں تھا آپ کا تقرر ہوا بحیثیت صدر المدرسین و شیخ الجامعہ اور تادم وصال دونوں منصبوں پر فائز رہے۔

جامعۃ الرضا میں آپ کی کارکردگی کی ابتداء وانتہا:

جب ۲۰۰۵ء کے شوال سے جامعۃ الرضا میں آپ کی کارکردگی کی ابتدا ہے اور ۱۸ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳ر اگست ۲۰۰۷ میں انتہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تقریباً دو ڈھائی سال ہی وہاں آپ خدمت دراسات وفرائض صدارت انجام دے سکے۔

انتہائے حیات پر انتہائے دراسات

پھر اسی رجب و۳ر اگست میں ایک سڑک حادثہ کی المناک صورت میں، علاقہ ناگپور میں واصل بحق ہوگئے اور ہم شاگردان محزونین کو، اولاد واہل خانہ کو اعزاء واقارب اور لاکھوں مریدوں، عقیدتمندوں کو محزون کرکے روتا چھوڑ کر چلے گئے۔ بلکہ ایک عالم سنیت کو بے روح یا نیم جان کرکے چلے گئے۔ ادھر جانے والا اُدھر رہ جانے والوں سے روٹھ گیا نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی اچانک داغ مفارقت دے گیا۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون'' غفر اللہ تعالی لنا ولہ ولجمیع المو منین واد خلہ الجنۃ ایاہ وایانا مع الابرار المرزوقین بلا حساب وبلا عذاب . آمین یارب العالمین بحر مۃ سید المر سلین ﷺ

زیب مسند صدارت:

وہ صدر العلما جو یہاں کے چاروں مدرسوں میں صدر المدرسین رہے۔ یعنی اہل سنت کے نزدیک برصغیر میں مرکزی حیثت کے

حامل شہر بریلی شریف کی چاروں عظیم درسگاہوں میں یکے بعد دیگر مسند صدارت کو زینت بخشی۔

آپ سب سے پہلے مظہر اسلام میں صدر ہوئے

حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ اپنے مادر علمی جامعہ رضویہ مظہر اسلام (واقع مسجد بی بی جی) بریلی شریف میں ہی سب سے پہلے صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے، وہاں آپ نے سال، دوسال، چارسال نہیں برسوں فرائض صدارت انجام دیئے ہیں۔

مظہر اسلام میں صدارت:

میں (محمد صالح بریلوی) اس مدرسہ کے ابنائے قدیم سے ہوں۔ میں نے استاذ محترم صدر صاحب قبلہ کو ۱۹۶۴ سے ۱۹۶۸ تک، اور پھر ۶۸ سے کئی سال بعد تک (جن کی تعداد صحیح ذہن میں محفوظ نہیں ہے) مسلسل زیب مسند صدارت دیکھا ہے۔ یہ کم از کم ۸،۹ سال کی مدت لامحالہ ہے۔ کیونکہ وہاں میں اوائل ۱۹۶۴ میں داخل ہوا تھا اور ۱۹۶۷ء تک مسلسل میں نے وہاں پڑھائی کی۔ ۱۹۶۷ میں ہماری فراغت ہوئی۔ بعد فراغت بلافصل وہاں چند سال میں نے پڑھایا۔ (غالبا ۱۹۷۱ تک) اس پوری مدت میں میری آنکھوں نے وہاں صدر العلما ہی کو صدارت کی مسند پر متمکن دیکھا تھا حضرت موصوف کی صدارت مبارکہ کے زیر سایہ ہی رہ کر ۱۹۶۸ سے ۷۱ تک فرائض تدریس میں نے انجام دیئے تھے۔ پھر تین سال میں وہاں نہیں رہا کہ جلب غنیٰ کے چکر میں شوق تجارت اور نفس کی شرارت نے اس مبارک خدمت اور اساتذہ کرام کی مصاحبت سے مجھے محروم کرادیا تھا آخر ہار کر جھک مار کر پھر مادر علمی کی طرف بفضلہٖ تعالی لوٹا۔ نہیں یاد ہے کہ میرے اس تین سالہ وقفہ میں صدر العلما ہی صدر تھے یا صدارت کا بوجھ اپنے کاندھے سے اتار دیا تھا؟

ضروری انتباہ واصلاح:

مطلب کہنے کا یہ ہے کہ وہاں کی مدت صدارت کی میں تعین نہیں کرسکتا کہ مجھے صحیح صحیح معلوم نہیں ہے جب آپ کو اجمالی طور پر یہ معلوم ہوگیا کہ صدر العلما علیہ الرحمۃ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں برسوں صدر رہے تو آپ کو اس خبر سے یقیناً تعجب ہوگا کہ کوئی کہے آپ وہاں ''صرف دوسال صدر رہے''۔ میں نے سنا ہے کہ بعض معروف اہل قلم نے دوسال والی خبر کسی نگارش میں نقل کی ہے وہ خبر یقیناً غلط ہے خلاف حقیقت ہے۔ صحیح بات وہ ہے جو میں نے اوپر بیان کی۔

شیخ الحدیث:

وہ صدر العلما جو مذکورہ بالا چاروں مرکزی دانش گاہوں میں یکے بعد دیگرے شیخ الحدیث بھی رہے۔ مدرسہ مظہر اسلام میں، پہلی بار (میری دانست کے مطابق) بخاری شریف اس وقت پڑھانی شروع فرمائی جب، اس وقت کے موجودہ شیخ الحدیث، عالم ربانی، ماہر درسیات استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا قاری حافظ مفتی الحاج مبین الدین صاحب محدث امروہی رحمہ اللہ تعالیٰ عرف حاجی صاحب طویل علالت کی وجہ سے کئی ماہ مدرسہ نہیں آسکے تھے تو حاجی صاحب کے اذن ورضا سے اور مہتمم صاحب کے حکم سے آپ نے بخاری شریف پڑھانی شروع کی اور وہیں سے پڑھائی جہاں سے سبق موقوف تھا۔ اور جس جماعت نے صدر العلما محدث بریلوی سے صحیح البخاری پڑھنی شروع کی تھی وہ ہماری جماعت تھی یہ ۱۹۶۶ و ۶۷ کی بات ہے۔ جس انداز سے حاجی صاحب پڑھاتے تھے تقریباً وہی انداز آپ کے پڑھانے کا تھا۔ قریب ختم تک (غالبًا) پڑھائی تھی پھر آخر سال میں حاجی صاحب علیہ الرحمہ نے آکر تتمیم فرمائی تھی۔

گویا ۶۷ء میں صدر العلما، شیخ الحدیث ہوئے پھر حاجی صاحب بدستور بخاری شریف آئندہ سالوں میں پڑھاتے رہے۔ مجھے

یاد نہیں آرہا ہے کہ مظہر اسلام سے حاجی صاحب کب مستعفی ہوئے اور وہاں صدر العلما آپ کے بعد کب سے کب تک شیخ الحدیث رہے۔ اتنا مظنون ہے کہ ایک سے زیادہ سال بخاری شریف آپ نے مظہر اسلام میں پڑھائی تھی۔ غرض آپ کا شیخ الحدیث ہونا مظہر اسلام۔ بریلی سے شروع ہوا اور ہماری جماعت سے شروع ہوا۔ اور اسی سال حضرت کی شادی ہوئی تھی۔ مجھے حضرت کے ولیمہ میں جانا، کھانا کھانا اور کھلوانا یاد ہے اور بعض رفقاء درس بھی تھے جیسے حضرت مولانا تفسیر القادری بستوی وغیرہ۔

پھر منظر اسلام میں بھی کچھ عرصے آپ شیخ الحدیث رہے۔ اور جامعہ نوریہ میں تو آپ شروع سے ہی صدر المدرسین ہونے کے ساتھ شیخ الحدیث بھی برابر رہے۔ اسی طرح جامعۃ الرضا میں بھی دونوں منصب آپ ہی کے پاس تھے۔

وہ صدر العلما۔ جو بڑے عالم ہی نہیں بلکہ عالم گر ہیں۔ ایک قابل و ماہر و مقتدر مدرس ہی نہیں بلکہ مدرس گر ہیں۔ جنہوں نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں بے علموں کو عالم بنا دیا۔ آج آپ کے تلامذہ میں کثیر تعداد ان بڑے عالموں کی ہے جو اب خود مخدوم العلما اور استاذ الاساتذہ بن گئے ہیں۔ حضرت، نے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق وعنایت سے، حضور سید الانبیا آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک و سلم کی پھر سرکار بغداد غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدد سے ایسی خدمت دین کی جو آپ کے لئے عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔ "نکتب ماقدموا و آثارہم"

اگر اکیاون سالہ خدمت تدریس کا ثمرہ یعنی آپ کے بلا واسطہ شاگردوں کی تعداد جوڑی جائے تو ان کے ناموں سے ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

بیشک آپ استاذ العلما ہیں۔ استاذ الفقہا ہیں۔ استاذ المدرسین ہیں۔ استاذ المناظرین ہیں۔ استاذ خدام الحدیث ہیں۔ مفتیوں کے مفتی ہیں۔ اور اس کے باوجود سادگی وانکساری کا یہ عالم کہ دیکھنے والوں کی نظر میں آپ اتنے بڑے، بزرگ عالم نہیں جچتے تھے۔

فیضان علمی کی جھلک:

آج ہمارے معاصرین میں جن علمائے کرام کو استاذ محترم حضرت صدر العلما علامہ مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، براہ راست شرف تلمیذ حاصل ہے ان میں بحمدہ تعالی بہت حضرات شیخ الحدیث کے منصب پر خدمت حدیث شریف مدارس اہل سنت میں انجام دے رہے ہیں۔ بہت حضرات صدر المدرسین ہیں۔ خدمت صدارت بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ بہت حضرات مایہ ناز، لائق افتخار خطیب ومناظر ہیں۔ اور بہت حضرات خدمت افتاء اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں اور وہ ایک سے ایک بڑھ کر مفتی ہیں۔ جن کے فتاوی پر عوام وخواص کو اعتماد و وثوق ہے۔

بالجملہ "صدر صاحب" علیہ الرحمہ کا علمی فیضان نوع بنوع ملک بھر میں دور دور تک جاری وساری ہے۔ ہندو پاک میں۔ بنگلہ ،لنکا میں اور یورپ وافیریقہ کے بہت سے ممالک میں اہل سنت کے مکاتب و مدارس، چھوٹی بڑی دانش گاہیں، درسگاہیں آپ کے علمی فیضان سے بالواسطہ یا بلا واسطہ کچھ نہ کچھ ضرور فیضیاب ہیں۔ اور آباد وشاداب ہیں۔ کیونکہ آپ بالواسطہ لاکھوں علما و مدرسین کے استاذ ہیں جو دنیا بھر میں تقریبا پھیلے ہوئے ہیں خصوصا برصغیر میں۔ جو اپنے حلقوں، علاقوں میں دین کا کام کر رہے ہیں۔ مسلک اہل سنت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ خلق خدا کی خیر خواہی ونفع رسانی میں لگے ہوئے ہیں۔

صدر العلما کا طلبہ کے ساتھ رویہ:

وہ صدر العلما جو طلبہ پر باپ کی سی شفقت فرماتے ۔ جہاں تک ہوتا مہربانی وخوش خلقی سے پیش آتے تھے ۔سنا ہے کہ بعض نادار طلبہ کی چپکے چپکے مالی امداد فرماتے ۔ بہر حال آپ اپنے شاگردوں کے لئے خیر خواہ، بڑے اچھے،شفیق وکریم ،مہربان استاذ تھے،سبق میں یا بیرون سبق میں طلبہ پر غصہ نہیں کرتے یعنی بہت زیادہ غیظ وغضب کا مظاہرہ نہیں کرتے میں نے حضرت کو نہیں دیکھا۔غصہ کی بات پر بھی حلم بردباری سے پیش آتے ۔ میں نے پہلی ہی ملاقات کے موقع پر حضرت کی یہ خصلت حمیدہ نوٹ کی ، پھر اس صفت میں برابر اضافہ دیکھا۔حتیٰ کہ یہ صفت حضرت کی میرے دل میں اب بھی منقش ہے ۔ہاں شرعی امور کی خلاف ورزی پر ضرور غصہ ظاہر فرماتے لیکن وہ بھی شائستگی کے دائرہ میں ہوتا۔طلبہ کی ان خطاؤں پر کبھی کبھی سزا بھی دیتے یا عتاب فرماتے ۔

تدریسی شان وصلاحیت:

وہ صدر العلما جو مدرسوں میں مروج ہر علم وفن پڑھانے ،اچھی طرح سمجھا دینے پر کامل دسترس رکھتے تھے ۔تفسیر وحدیث وفقہ و عقائد (علم کلام)اور فنون عربیہ ادبیہ ،فنون عقلیہ منطق فلسفہ ۔علم ہیئت و غیرہا میں(جو مدارس دینیہ میں پڑھے پڑھائے جاتے ہیں) آپ کو پورا عبور حاصل تھا۔ جو کتاب بھی آپکو فنون مذکورہ میں سے پڑھانے کیلئے ملتی برغبت پڑھاتے ،اچھی طرح سمجھاتے ۔حتیٰ کہ کسی فن کی کسی کتاب پڑھانے سے گریزاں ہوتے ، بے رغبتی دکھاتے میں نے نہیں دیکھا۔نہ سنا۔مسموع ہے کہ حضرت صدر صاحب نے خود بہت مرتبہ ظاہر فرمایا کہ مدرسہ مظہر اسلام بریلی کے زمانہ تدریس میں ایک دور ایسا آیا کہ مجھے شیخ المعقولات بنایا گیا تھا یعنی فنون عقلیہ منطق وفلسفہ وغیرہ کی سب کتابیں حضرت ہی کے ذمہ تھیں ۔آپ ہی انہیں پڑھاتے تھے ۔اور یہ ذمہ داری کئی سال تک حضرت کو نبھانی پڑی تھی ۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کو منقولات (شرعیات وادبیات) کی طرح معقولات میں بھی مہارت حاصل تھی ۔ ورنہ ذمہ داران مدرسہ حضور مفتی اعظم ہند وغیرہ بزرگوں نے آپ کو منصب مذکور نہ دیا ہوتا۔

ہاں یہ اور بات ہے کہ حضرت کا مزاج دینیات یا اس کے معاون علوم (نحو وصرف و بلاغت وغیرہ) کے پڑھانے کی طرف زیادہ راغب وشاغف رہتا تھا۔جیسا کہ اس خانوادے کے علما کا نیز جملہ متدین علمائے کرام
کا مزاج تھا اور ہے کیوں کہ فقہا کرام ودیگر علما دین کے نزدیک ،محض علوم عقلیہ میں پورا اشتغال وشغف پسندیدہ چیز نہیں کہ مفید کم اور مضر وخطرناک زیادہ ہے ۔لیکن ان سے بالکل اجتناب واستغنا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ علوم دینیہ کی تحصیل وتفہیم میں علوم عقلیہ سے ،خصوصاً منطق سے کام لینا پڑتا ہے وہ ان کے لئے معین ومددگار ہوتے ہیں جیسے اہل صنعت کے لئے ان کے آلات واوزار۔

ذہانت وفطانت ،اسلوب تفہیم وانداز تدریس

وہ صدر العلما جو بچپن ہی سے بڑے ذہین وفطین وزیرک تھے ،سب جانتے ہیں کہ حصول علم میں ذہانت وفطانت قوت حافظہ کو بڑا دخل ہے پھر محنت اور لگن بھی ضروری ۔ اگر اسباب مذکورہ نصیب ہوں اور توفیق الٰہی مساعدت کرے تو تحصیل علم میں آدمی کی کامیابی یقینی ہے ،(اور اس خاندان کا تو بچہ بچہ بفضلہ تعالیٰ ذہین معلوم ہوتا ہے ۔جیسا کہ مشاہدہ میرے دعوے پر شاہد ہے)۔صدر صاحب کو یہ سب آلات واسباب میسر تھے تو کیوں نہ جلدی منزل مقصود پاتے ۔ بآسانی جلدی آپ عالم دین ہو گئے اور پھر عالم گر۔حضرت صدر صاحب قبلہ قابل ،لائق وفائق اور بڑے قادر التفہیم کامیاب مدرس تھے ۔زود فہم ہونے کے ساتھ ساتھ سریع التفہیم بھی تھے ۔اسلوب تفہیم بہت اچھا تھا پیارا تھا۔آپ اپنی خداداد صلاحیت سے سمجھا لینے میں جلدی کامیاب ہو جاتے ،تھوڑے وقت میں ،مختصر مختصر تقریرات سے سبق کی

الجھی ہوئی گتھی ایسی سلجھا دیتے کہ گویا الجھی ہی نہیں تھی، حتی کہ کم فہم یا دیر فہم طلبہ بھی مطمئن ہو جاتے۔ امین ومتدین مدرس کی طرح حضرت صدر صاحب قبلہ، اثنائے سبق بے فائدہ، غیر متعلق گفتگو سے اور طلبہ پر دھونس جمانے، اپنا علمی دبدبہ قائم کرنے کیلئے تک بے تک لمبی چوڑی تقریرات سے بالالتزام پرہیز فرماتے، عموماً پوری توجہ آپ کی نفس کتاب سمجھانے کی طرف مرکوز رہتی (کما ھو حق التدریس وحسن الاسلوب فی التعلیم)۔ ہاں ضروری اور مفید باتوں سے محروم بھی نہیں رکھتے تھے۔ ضمنی کارآمد باتیں ضرور بیان فرما دیا کرتے تھے، غرض ''مالنا وماعلینا'' کا دھیان حضرت کو خوب رہتا تھا۔

چونکہ حضرت شاعر بھی تھے، ایک اچھے شاعر، اور حافظہ صحیح وقوی تھا، حتی کہ دوسروں کے اشعار بھی آپ کو بکثرت یاد تھے اس لئے دوران درس، برمحل، مناسب مناسب اشعار زبان مبارک پر مچلنے لگتے، اور طلبہ کو سناتے۔ طلبہ ایسے محظوظ ہوتے کہ اشعار یاد کرنے یا لکھنے میں لگ جاتے اور سبق رک جاتا۔ جب حضرت نے، سبق کا یہ حرج ملاحظہ فرمایا تو اشعار اثنائے سبق پڑھنے سے عموماً احتراز فرمانے لگے تھے۔ الا ماشاءاللہ تعالیٰ۔ ہاں حضرت کی زبان فیض سے مدرسہ کی بعض نشستوں میں خود آپکی تصنیف کردہ نعت شریف ہم نے بہت بار سنی تھی۔ گو بہت اصرار کے بعد سناتے تھے۔

شاگردوں میں اچھے برے سب طرح کے ہوتے ہیں، اچھوں کو تو سب اپنا لیتے ہیں اور آپ اچھوں کے ساتھ ''بروں'' کو بھی اچھی طرح نبھا لیتے، اور بالآخر وہ ''برا'' بھی اچھا بن جاتا۔ سبحان اللہ۔

بالجملہ آپ کوئی عامی استاذ یا معمولی مدرس نہیں تھے۔ بلکہ اس میدان میں صدر العلما کی شان بڑی عالی ہے بہت اونچی ہے۔ بزم تعلیم وتدریس میں نمایاں مقام آپ نے پایا تھا۔ آپ تدریس کی دوڑ میں شہسواران سبّاق بالفوز المبین میں سے ہیں۔ فللّٰہ الحمد.

اکمل پیر کے، کامل مرید، ممتاز خلیفہ

وہ صدر العما جو شیخ المشائخ، پیر کامل واکمل کے، لائق وممتاز مرید مایۂ ناز خلیفہ اور علی الاطلاق اجازت یافتہ ہیں یعنی آپ میرے مرشد برحق کے میرے ہی کیا بلکہ ایک عالم سنیت کے پیر ومرشد اہل سنت کے تاجدار اپنے دور کے معروف ولی کامل، منصب قطبیت پر فائز جامع شریعت وطریقت، نافع خلق خدا، ایمرجنسی جیسے تاریک وخطرناک پُر ہول پُر فتن پُر تشدد دور میں کانگریس گورمنٹ کے ظلم واستبدد کے طاقتور، مضبوط ترہاتھ کو یک وتنہا، اپنے فتوی کے تیغ سے بے دریغ قلم کردینے والے مجاہد فاتح، مجددانہ شان کے عالم ربانی، مجاہدانہ شان کے پیشوا حکیمانہ انداز کے ناصح کشتی ملت کے ناخدا علامہ مفتی الشیخ محمد عرف مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے چہیتے خاص فیض یافتہ، منظور نظر، عالی قدر، لائق افتخار مرید صادق ہیں نیک نام نیک کام خلیفہ ہیں اور تلمیذ رشید بھی ہیں نیز بھتیجے ہیں۔

علم وفضیلت وتقوی اور حیا وسخا کی صفات سے متصف ہوتے ہوئے ایسے پیر کامل کی غلامی نصیب، کیا سعادت حصہ میں آئی۔ سبحان اللہ۔ نور علی نور۔ سونے پر سہاگہ، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

مظہر مفتی اعظم

وہ صدر العلما جو پیر و مرشد کی توجہ خاص اور علم و عمل کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت سی نیک عادتوں اور خصلتوں میں بے شک ''مظہر مفتی'' اعظم ہیں کہ اللہ کے جاری کرنے سے برزبان خلق یہ لقب جاری ہے اور ''زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو'' تو بیشک آپ کا یہ لقب سچا ہے ہرگز جھوٹا نہیں آپ پر بالکل صادق و چسپاں ہے۔جن خصائل میں آپ اپنے پیرومرشد علیہ الرحمہ کے مظہر ہیں بطور نمونہ ان میں سے چند پیش کروں ملاحظہ ہو۔

(۱) نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام (الا بعذر شرعی) (۲) کم گوئی، کم خوری، کم خوابی، نرم روی، میانہ روی، (۳) تحمل و بردباری۔صبر ورضا۔درگزر کرنا (۴) تعفف و استغناء (۵) حیاء وسخا (۶) اخفائے حسنات کی کوشش (۷) غض بصر (نیچی نگاہیں) (۸) غیبت کرنے اور سننے سے اجتناب کی کوشش۔(۹) عیادت۔تعزیت اور جنازے میں شرکت کی کوشش۔(۱۰) تعلّی وتفوق سے تنفر۔(۱۱) صالحین ومساکین سے محبت (۱۲) حصول شہرت کی تدابیر سے فرار (۱۳) تواضع وانکسار (۱۴) دعا تعویذ وغیرہ سے نفع خلق (۱۵) مرید کرنے میں ٹال مٹول نہ کرنا (۱۶) نیک کاموں میں للّٰہیت (۱۷) بڑوں کی توقیر۔چھوٹوں پر شفقت (۱۸) خلاف شرع بات پر ناراضی ناگواری (۱۹) صلہ رحمی وغیرہ وغیرہ

محمد صالح قادری بریلوی، شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلما کا آخری سفر

زاہد علی نوری

میں نہایت ادب واحترام کے ساتھ اپنے نورانی پیرومرشد حضرت علامہ مولانا الشاہ سیدنا تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں ان کے بریلی شریف سے آخری سفر کا قصہ بیان کررہا ہوں۔

تقریبا ماہ جولائی ۲۰۰۷ء کے آخری ایام میں میرے پاس قاری عرفان صاحب نے فون کرکے بتایا کہ حضرت ۲؍اگست کو ناگپور جائیں گے اور صبح کو ٹرین میں بٹھانے کے لئے آپ کو اپنی گاڑی لے کر آنا ہے، میں بہت خوش ہوا کہ مجھ کم نصیب کو حضرت کی خدمت کا موقع عطا کیا گیا۔۳۱؍جولائی اور ۱؍اگست کو قاری عرفان الحق صاحب نے مجھے فون کرکے ۲؍اگست کے سفر کے بارے میں یاد دلایا میں نے کہا کہ میں صبح پانچ بجے تک حضرت کے دولت خانہ تک پہنچ جاؤں گا، لہذا میں نے اپنے ڈرائیور منصوب علی کو ۱؍اگست کی شام کو بلا کر اپنے گھر روک لیا۔

۲؍اگست کی صبح تین بجکر ۴۰؍منٹ پر قاری صاحب کا فون آیا میں جاگ رہا تھا قاری صاحب نے فون پر کہا کہ آپ ساڑھے چار بجے تک گاڑی لے کر آجائیں۔میں نے کہا کہ ڈرائیور کو بھیج رہا ہوں اس پر قاری صاحب نے کہا کہ آپ گاڑی لے کر خود آئیں حضرت سے ملاقات کا موقع اس سے اچھا نہیں ملے گا۔

میں صبح ٹھیک پانچ بجے حضرت کی خدمت میں اپنی گاڑی لے کر ڈرائیور کے ساتھ حضرت کے دولت خانہ پر حاضر ہوگیا۔میں قاری صاحب سے باتوں میں مشغول تھا کہ حضرت گھر سے نکل آئے، مجھ سے قاری صاحب نے کہا کہ دیکھو حضرت تشریف لے آئے

میں دوڑ کر حضرت کے پاس پہونچا، میں نے سلام کے بعد حضرت کے دست مبارک کا بوسہ لیا پھر اپنی آنکھوں سے لگایا، حضرت نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعائیں دیں میں حضرت کو اپنی کار کے پاس لے کر آیا راستے میں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں میرے لئے دعا کیجئے حضرت نے کہا اللہ مددگار ہے۔

میں حضرت کو لے کر ریلوے اسٹیشن پہنچا، راستے میں بارش شروع ہو چکی تھی، ریلوے اسٹیشن پر جب حضرت کو کار سے اتارا گیا تو حضرت بارش میں بھیگ گئے، میں نے دیکھا کہ ریلوے اسٹیشن پر اچانک کافی تعداد میں لوگ حضرت کے دیدار کے لئے جمع تھے حضرت سے سبھی نے مصافحہ اور دست بوسی کی، اس کے بعد میں حضرت کو لے کر پلیٹ فارم نمبر ا پر پہونچا میں نے دیکھا کہ حضرت ویٹنگ روم کے باہر بچھی ہوئی بینچ پر بیٹھنے لگے میں نے حضرت کو روکا اور کہا کہ گاڑی ۲ نمبر پلیٹ فارم سے جائے گی۔

حضرت پل سے چڑھ کر پلیٹ فارم نمبر ۲ پر پہونچے وہاں پر میں نے حضرت کو بینچ پر بٹھا دیا، تبھی قاری عرفان الحق صاحب نے کہا کہ گاڑی ۲ نمبر سے نہ جا کر ۴ نمبر سے جائے گی، لہٰذا میں حضرت کو پلیٹ فارم نمبر ۳ کے پل پر چڑھا کر پلیٹ فارم نمبر ۴ پر لے گیا، راستے میں بارش کی وجہ سے حضرت بالکل بھیگ گئے تھے۔ میں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا کہ حضرت کہیں پھسل نہ جائیں اور پل سے اترتے وقت میں نے اپنی داہنی بانہہ حضرت کی بائیں بانہہ میں ڈال دی۔ اور انکو آہستہ آہستہ ریل کے A,C TWO تک لے گیا۔ راستہ میں حضرت بہت تھکے ہوئے لگ رہے تھے۔ حضرت کو ٹرین کی A.C.TWO برتھ نمبر ۳۱ پر بٹھایا اور میں حضرت کے سامنے برتھ نمبر ۳۲ پر بیٹھ گیا۔ میں نے بہت غور سے حضرت کے چہرۂ مبارک پر نظر ڈالی حضرت مجھے کھوئے کھوئے سے دکھے۔ قاری صاحب نے حضرت کے موزے دیکھے جو پانی کی وجہ سے نیچے سے کالے ہو چکے تھے۔ حضرت کے پاس میں تقریباً دس پندرہ منٹ تک بیٹھا پھر حضرت نے کہا کہ اب ٹرین چلنے والی ہے تم چلے جاؤ۔ میں نے حضرت کے دست مبارک کا بوسہ لیکر آنکھوں سے لگایا اور حضرت نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔

مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ میری اور ان کی آخری ملاقات ہے، مجھے آج بھی انکا پیارا پیارا چہرہ یاد ہے، جسے میں زندگی بھر نہیں بھول پاؤں گا۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں ہی وہ خوش نصیب مرید ہوں جسے بریلی شریف میں آخری خدمت اور آخری دیدار کا موقعہ ملا۔ کیوں نہ ہو۔ میں اپنے پیر و مرشد سے بہت پیار کرتا تھا اور کرتا ہوں۔ کرتا رہوں گا۔ ایک واقعہ اور سنانا چاہتا ہوں۔

میں ایک سرکاری ملازم ہوں۔ سال ۲۰۰۲ء میں مجھے Dabatation سے واپس کر دیا گیا تھا۔ میں ایک سال تک گھر پر رہا۔ میں کافی پریشان تھا ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت کے پاس گیا ہوں۔ حضرت کے پاس ایک کافی موٹا اور کالے رنگ کا آدمی بیٹھا ہے، میں نے حضرت کو سلام کر کے حضرت کے دست مبارک کا بوسہ لیا اور پھر آنکھوں سے لگایا۔ پھر میں رو پڑا۔ اور کہا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں، میرے لئے دعا کیجئے۔ حضرت نے مجھے چپ کرایا اور کہا کہ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ آپ یقین مانئے کہ کچھ دنوں بعد اسی عہدہ پر دوبارہ فائز ہوا اور آج بھی ضلع پیلی بھیت میں اے، پی، او کے عہدے پر فائز ہوں۔ یہ سب میرے پیر و مرشد اور ماں باپ کی دعائیں میرے ساتھ ہیں تبھی تو میرے اوپر اللہ کا لاکھ لاکھ کرم ہے اور میرے پیارے آقا کی محبت میرے دل میں سمائی ہوئی ہے ورنہ میں نہایت ہی گنہگار، بدکار سیاہ کار انسان ہوں۔

زاہد علی خاں نوری تحسینی بقلم خود۔ فائق انکلیو پیلی بھیت بائی پاس روڈ (بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما کا سفر آخرت

مولانا مفتی حبیب یار خاں (اندور)

۴/ اگست ۲۰۰۷ کو دار العلوم غوثیہ چندر پور مہاراشٹر کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں مہتمم ادارہ حضرت مولانا غلام نبی صاحب رضوی امجدی کی دعوت اور حضرت مولانا قاری ظہیر رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی سفارش پر حضرت تحسین میاں صاحب نے رخت سفر باندھا۔

چونکہ چندر پور کے احباب طریقت اور مخلص مریدین کا اصرار تھا کہ حضرت ۳/ اگست ۲۰۰۷ء کو جمعہ کی نماز چندر پور میں ادا فرمائیں اس لئے حضرت ۲/ اگست جمعرات کو صبح بریلی شریف سے دہلی تشریف لائے اور شام کی فلائٹ سے ناگپور تشریف لے آئے۔

ناگپور ایئرپورٹ پر مولانا مجتبیٰ شریف خاں صاحب، مولانا قاری ظہیر صاحب اور مولانا غلام نبی صاحب نے اپنے احباب کے ہمراہ آپ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ حضرت اپنے معتمد خاص جناب قاری عرفان صاحب کے ہمراہ ناگپور تشریف لائے تھے۔ ایئرپورٹ پر طے پایا کہ رات کو چندر پور جانے کے بجائے ناگپور میں ہی قیام کرنا بہتر ہے۔

حضرت مولانا محمد شریف خاں صاحب کے نور نظر اور فخر اماثل حضرت علامہ مولانا مفتی غلام محمد خاں صاحب علیہ الرحمہ کے نواسہ مولانا مجتبیٰ شریف خاں صاحب کی درخواست پر حضرت تحسین میاں علیہ الرحمہ نے رات میں ان کے مکان پر قیام فرمایا۔ جب حضرت کو بتایا گیا کہ آپ حضرت مفتی غلام محمد خاں صاحب علیہ الرحمہ کی بڑی صاحبزادی کے مکان پر قیام فرما ہیں تو حضرت بہت خوش ہوئے، فرمایا: پھر تو ہم اپنے ہی گھر میں ہیں، رات کا کھانا بھی بہت طبیعت اور چاہت کے ساتھ تناول فرمایا۔ ناگپور کے علماء و احباب اہلسنت حضرت کی زیارت و ملاقات کے لئے آتے رہے اور حضرت رات میں ایک بجے تک تشریف فرما رہے۔

چونکہ اس فقیر کو بھی مولانا غلام نبی صاحب نے دار العلوم غوثیہ کے جلسہ میں شرکت کے لئے پابند فرمایا تھا اور اسی مناسبت سے مولانا محمد نصیب خاں صاحب نے مولانا غلام نبی صاحب کی معرفت مجھے بھی جل گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کے لئے پابند فرمایا تھا کہ وہاں مسجد کی تعمیر و توسیع کا افتتاح کرنا ہے اس لئے ۲/ اگست ۲۰۰۷ کو یہ فقیر بھی اندور ناگپور بس سے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں عشاء کے بعد ناگپور سے فقیر زادہ حافظ احمد یار خاں نوری کا فون آیا، اس نے خوش خبری سنائی کہ ابو؛ بریلی شریف سے حضرت تحسین میاں صاحب ناگپور تشریف لے آئے ہیں اور ان کا قیام باجی کے گھر پر ہی ہے۔

دراصل فقیر زادی جو مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کی نواسی ہے وہ اور ان کی پوتی دونوں اسی گھر بیاہی گئی ہیں اور دونوں کی دو دو پیاری پیاری بچیاں ہیں۔ فقیر نے احمد میاں کو حضرت کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے پابند کیا اور تاکید کی کہ تم اپنے علم کی ترقی کے لئے حضرت سے ضرور دعائیں کرانا۔ احمد میاں نے سلام عرض کیا تو خوب دعائیں دیں اور دریافت فرمایا۔ مولانا حبیب یار خاں، مفتی رضوان الرحمن صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں؟ مولانا مجتبیٰ شریف خاں صاحب نے عرض کیا۔ نہیں بلکہ حضرت کے بڑے داماد

ہیں۔فرمایا؛اچھااچھامیری ان سے ملاقات ہے۔

رات میں عرض کیا گیا کہ حضوران چاروں بچیوں کو مرید فرمالیں،تو فرمایا بہت اچھامیں ذرا وضو کرلوں۔تو مولانا مجتبیٰ شریف خاں صاحب نے عرض کیا۔حضرت اس وقت رہنے دیں۔بچیاں یہیں ہیں صبح فجر کے بعدانہیں داخل سلسلہ فرمالیجئے گا۔صبح مسجد میں نماز فجر جماعت سے ادافرمائی بلکہ امامت فرمائی بعدنماز فجر صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا۔آپ نے دعا فرمائی،پھرگھرتشریف لائے بچیوں کواٹھایا گیا۔جب خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت بہت خوش ہوئے۔بڑی شفقت اور محبت سے چاروں کواپنے قریب بٹھایا،سروں پر ہاتھ پھیرا پھر داخل سلسلہ فرمایا تو باقاعدہ بیعت وارشاد کے کلمات آہستہ آہستہ دہرا دہرا کر بچیوں سے ادا کرائے۔یہ بچیاں واقعی بڑی خوش نصیب اور بخت آور ہیں کہ حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ کی سب سے آخری مریدہ ہیں۔سبحان اللہ!

بہر حال مولانا غلام نبی صاحب اور مولانا قاری ظہیر صاحب رات کو ہی چندر پور سے سید عمیر صاحب کی نئی کار اسکارپیو سے ناگپور تشریف لا چکے تھے۔صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد روانگی سے قبل دعائے خیر وبرکت فرمائی اور تمام گھر والوں کو خوب دعاؤں سے نوازا۔

وہاں سے انت نگر خان نائیڈو صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔وہاں سے حضرت صدر الشریعہ کے مرید خاص حاجی عبدالستار صاحب جنتا گلاس والوں کی مزاج پرسی کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے،وہاں سے میٹھا نیم شریف حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری دی۔وہاں سے تاج الاولیاء حضرت بابا سید تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری دی۔

اس کے بعد ناگپور سے روانہ ہوکر سیدھے بوتھلی دارالعلوم امجدیہ کی عظیم الشان عمارت سے متصل فخر اماثل خلیفہ ارشد حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی غلام محمد خاں صاحب علیہ الرحمہ سربراہ اعلیٰ دارالعلوم امجدیہ کے مزار پاک پر حاضری دی۔وہاں تقریباً ۲۵/منٹ تشریف فرمارہے پھرامجدیہ کی عمارت کا معائنہ کیا تو فرمایا۔حضرت مفتی صاحب(مفتی غلام محمد خاں صاحب)نے بہت محنت فرمائی ہے،ماشاءاللہ!سبحان اللہ!

کچھ دیر کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تو کچھ دور جا کر کار پنکچر ہوگئی۔پہیا تبدیل کیا گیا،آگے مقام جام پر پنکچر بنانے کے لئے رکنا پڑا۔وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ کی تازہ ترین نعت پاک کا ذکر ہوا اس پر حضرت نے قاری عرفان صاحب کو اسی نعت پاک کو سنانے کے لئے فرمایا۔قاری عرفان بہت نفیس انداز میں نعت شریف پڑھ رہے تھے شرکاء سفر محظوظ ہورہے تھے۔کار ستر اسّی کلومیٹر کی رفتار سے چل رہی تھی۔بہت اچھے ماحول میں سفر طے ہورہا تھا کہ اچانک سڑک کنارے ایک معمولی گڑھے پر سے کار گزری تو ایک جھٹکا لگا۔سید عمیر صاحب جن کو حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ سے ہی شرف بیعت حاصل ہے وہی اپنی کار ڈرائیو کررہے تھے۔انہوں نے کار کی رفتار کو کم کرنا چاہا مگر بجائے بریک کے ایکسلیٹر دب گیا بس غضب ہوگیا اس گڑھے کی وجہ سے کار نے جو جھول کھایا تھا کار کی رفتار کے ساتھ وہ اور بھی بڑھ گیا اور کار ڈولنے لگی۔سید صاحب نے بہت کوشش کی مگر کار لہریں کھاتی رہی تو بریک کے ذریعہ کار کنٹرول کرنا چاہا مگر پھر غضب ہوگیا۔بریک لگتے ہی پہلے کار منہ کے بل آگے کی طرف الٹی پھر بائیں طرف کئی پلٹیاں کھاتی چلی گئی۔

اب وہاں ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔کل چھ افراد کار میں سوار تھے مگر اس الٹ پلٹ میں چار افراد کار کے باہر جا پڑے صرف

مولانا غلام نبی اور محمد اسماعیل صاحب ہی کار میں الجھ کر رہ گئے تھے مگر دونوں حضرات چوٹ لگنے کے باوجود ہوش میں تھے۔کوشش کر کے کار سے باہر نکلے کہ باہر والوں کی خیریت معلوم کریں مگر باہر والوں کو انہوں نے اپنے سے بہت زیادہ زخمی پایا۔مولانا غلام نبی فوراً حضرت تحسین میاں صاحب کے پاس گئے ان کے سر،منہ ہاتھ اور پسلیوں میں شدید چوٹیں اور زخم لگے تھے۔تقریباً یہی حال قاری ظہیر صاحب اور قاری عرفان صاحب کا تھا۔

یہاں ایک اہم بات جس کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہیکہ یہ حضرات سڑک کنارے جہاں گرے تھے وہاں زمین تو کچی تھی مگر وہاں دو معمولی پتھر پڑے تھے۔دونوں میں تھوڑا فاصلہ تھا دونوں پتھر زیادہ بڑے بھی نہیں تھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں پتھر ایک حضرت تحسین میاں صاحب اور دوسرا قاری ظہیر صاحب کے لئے مختص تھا۔بقول مولانا غلام نبی صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں پتھروں پر ان دونوں حضرات ہی کے نام لکھے ہوئے تھے۔ایک پر حضرت تحسین میاں صاحب اور دوسرے پر قاری ظہیر صاحب دونوں کے سر جا پڑے اور ان کی چوٹ سے دونوں کے سر پھٹ گئے اور غالباً موت کا ظاہری سبب بھی یہی دونوں پتھر ثابت ہوئے۔

یعنی اگر وہ پتھر نہ ہوتے یا ان پر سر نہ پڑتے تو از روئے قیاس بچنے کی امید کی جا سکتی تھی مگر خدا کی قدرت ان دونوں پتھروں کو ان حضرات کے سروں کے لئے یا ان حضرات کے سروں کو ان پتھروں سے چوٹ کھانے کے لئے وہاں جمع ہونا ضروری تھا کہ یہی قضائے مُبرم تھی جو ٹل نہ سکی۔

حضرت تحسین میاں صاحب کو مولانا غلام نبی صاحب نے سیدھا کیا اور اپنی گود اور سینے پر لگا لیا حضرت چوٹوں اور زخموں اور ان کے درد سے نڈھال تھے خاص طور پر پشت سر سے کافی خون بہہ رہا تھا۔حضرت نے اسی نقاہت میں آنکھیں کھولیں گرد و پیش کا جائزہ لیا۔مولانا غلام نبی صاحب کی طرف دیکھا مگر زبان سے کچھ بول نہ سکے۔البتہ قاری ظہیر صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ انہیں پانی پلاؤ۔سبحان اللہ اس ایثار کے قربان۔مولانا تحسین میاں زندہ باد۔

چونکہ یہ حادثہ نیشنل ہائی وے۔۷،ناگپور حیدر آباد روڈ پر ہوا تھا۔آنے جانے والی کئی گاڑیاں اور کاریں رک گئیں اور کافی لوگ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے ان میں سے کچھ ہمدرد لوگ آگے آئے اور مدد کرنا چاہی تو مولانا غلام نبی نے زخمیوں کو ورورہ سول اسپتال پہنچانے کے لئے ان سے کہا۔فوراً قاری ظہیر صاحب کو ایک کار میں اور قاری عرفان صاحب کو دوسری کار میں اور سید عمیر صاحب کو تیسری کار میں یکے بعد دیگرے اسپتال لے جایا گیا۔

اسی وقت مولانا غلام نبی صاحب نے اپنی جیب سے ڈائری نکال کر دی اور موبائل دیکھ کر چند مخصوص نمبروں پر فون لگوائے اسی اثناء میں حضرت کے جسم پاک کو ہلکی سی حرکت ہوئی دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں اور ایک دم سر مبارک ایک طرف ڈھلک گیا۔آہ! حضرت رخصت ہو گئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ساقی کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں ☆☆☆ کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنہ کام ہے

اس طرح حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ کا ناگپور چندر پور سفر جو زندگی کا آخری سفر تھا وہی ان کا سفر آخرت ثابت ہوا فوراً مولانا غلام نبی صاحب نے چندر پور،ناگپور اور مولانا مجتبیٰ شریف خاں صاحب وغیرہ کو فون لگوائے اور حضرت کے وصال کی خبر دی۔اب تک مولانا غلام نبی صاحب بڑے حوصلہ اور ہمت سے کام لیتے رہے مگر اس کے بعد وہ ہمت ہار گئے اور اس عظیم جانکاہ

صدمہ اور خود اپنی چوٹوں کی تکلیف کی تاب نہ لا سکے، بیہوش ہو گئے تھوڑی دیر میں ہوش آیا مگر پھر بیہوش ہو گئے اس حال میں انہیں اور حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ کو بھی اسپتال لا گیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسپتال لانے کے بعد قاری ظہیر صاحب بھی جاں بحق ہو چکے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

تھوڑی دیر میں فون وموبائل اور ریڈیو ٹیلیویژن کے ذریعہ چاروں طرف پورے ملک بلکہ بیرون ملک یہ افسوسناک خبر پہونچ گئی کہ حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب کا ناگپور سے چندر پور کے راستہ میں ایک حادثہ میں وصال ہو گیا ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

رضا اکیڈمی بمبئی نے بھی پیغامات کے ذریعہ ملک وبیرون ملک یہ اطلاع بہم پہنچائی۔

اطلاع ملتے ہی چندر پور اور ناگپور سے ذمہ دار لوگ پہنچ گئے اور ورورہ اسپتال میں قاری عرفان صاحب کو داخل کرایا گیا اور دونوں حضرات کے ڈیڈ سرٹیفکیت بنوا کر دونوں کو دو الگ الگ ایمبولنس میں اسٹریچر اور برف پر رکھا گیا۔ پھر ورورہ، چندر پور اور اطراف کے ہزاروں سوگوار معتقدین ومریدین کو ان حضرات کا آخری دیدار کرایا گیا۔ ان تمام مرحلوں میں شام ہو گئی اور تقریباً ٦ ربجے ناگپور کیلئے روانہ ہوئے۔

فقیر راقم الحروف بھی جل گاؤں سے بذریعہ کار مولانا مجتبیٰ شریف خاں صاحب کے ہمراہ سیدھے ناگپور پہنچ گیا اور یہ حسرت دل میں ہی رہ گئی کہ پہلی مرتبہ جلسہ میں حضرت تحسین میاں صاحب کی صحبت اور تفصیلی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔ اور حضرت کی موجودگی میں اگر کچھ بولنے کا موقع ملا تو اپنے پیر کا نام لیکر ضرور بولونگا تا کہ اپنی عادت کریمہ کے مطابق حضرت خوب دعاؤں سے نوازیں گے جو مجھ بے بضاعت کیلئے بہترین سرمایہ ہوگا۔ مگر، وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

بہر حال چونکہ بریلی، دہلی اور ناگپور سے موبائل پر رابطہ قائم تھا اسلئے یہ طے پایا کہ ان حضرات کو ناگپور لا یا جائے وہاں میو اسپتال میں ضابطہ کی کارروائی ہو اور ادویات انجکشن لگانے کے بعد دونوں حضرات کے تابوت پیک کر کے صبح کی فلائٹ سے دہلی اور وہاں سے بذریعہ ایمبولینس بریلی شریف پہنچایا جائے چونکہ بریلی شریف پہنچتے پہنچتے رات ہو جائیگی اس لئے دوسرے دن یعنی ٢٠ ررجب ١٤٢٨ھ مطابق ٥ راگست ٢٠٠٧ء بروز اتوار بعد نماز ظہر اسلامیہ انٹر کالج کے گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور پرانے شہر بریلی شریف میں انشاء اللہ تدفین عمل میں آئیگی۔

فقیر کو ناگپور پہنچنے کے بعد فون سے معلوم ہوا کہ چندر پور اور ورورہ کے لوگ ان حضرات کی نماز جنازہ پڑھنا چاہ رہے تھے مگر ان کو سمجھا دیا گیا کہ غسل وکفن کے بغیر نماز جنازہ کیسے پڑھی جائیگی۔

معاً اس فقیر کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کام ناگپور میں ہوسکتا ہے۔ فوراً استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ سے فون پر رابطہ قائم کیا اور عرض کیا کہ! حضور بڑا اچھا ہوتا کہ اسپتال کی کارروائی سے پہلے ان حضرات کو غسل وکفن دیدیا جائے ورنہ ڈاکٹر صاحبان تو بغیر غسل وکفن اپنی کارروائی کر دیں گے اس میں زحمت یہ ہوگی کہ بغیر غسل وکفن ہی یہ حضرات ناگپور سے دہلی وہاں سے بریلی تک پہنچیں گے۔ اس طرح غسل وکفن میں غیر معمولی تاخیر ہو جائیگی۔

حضرت نے فرمایا! تمہاری بات تو صحیح ہے مگر اتنی دیر تک ڈاکٹر نہیں رک سکیں گے اور بڑی زحمت ہو جائیگی۔ فقیر نے پھر عرض

کیا! حضور! کوشش تو کیجائے اگر ایسا ہوجائے تو مجھ جیسے ہزاروں افراد کو آپکی اقتداء میں آپکے استاذ گرامی کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوجائیگی۔ حضرت نے اس مشورہ کو قبول کیا اور فرمایا۔ اچھا میں دیکھتا ہوں میں نے مولانا عبدالحبیب صاحب رضوی سے بھی فون پر یہی بات کہی اور مشورہ دیا کہ آپ بھی حضرت مولانا مجیب اشرف صاحب قبلہ سے یہی گزارش فرمائیں۔ انہوں نے حضرت سے کہا اور اپنے طور پر بھی کوشش کی۔

دراصل ناگپور اور چندر پور کے احباب اہلسنت خاص طور پر علماء کرام اس خیال سے بہت بے چین تھے کہ کہیں ان حضرات کا پوسٹ مارٹم نہ کردیا جائے۔ اسے ہر حال میں روکا جائے۔ جس کی کوشش کرنے کیلئے مہاراشٹر کے وزیر اوقاف انیس احمد سے کہا گیا تو انہوں نے عادت کے مطابق کہا کہ میں دیکھتا ہوں مگر جب وہ دیکھنے گئے تو معلوم ہوا کہ ان حضرات کے لئے تو اوپر، بہت اوپر سے پہلے ہی کاروائی ہوچکی ہے کہ یہ ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے علمی وروحانی مرکز بریلی شریف کی مرکزی شخصیت ہیں۔ انہیں ہر طرح سہولت فراہم کیجائے بغیر کسی پریشانی کے انہیں بریلی پہنچانے میں ہر طرح تعاون کیا جائے۔ سبحان اللہ۔

معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحبان بھی راضی ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ رات میں جتنی دیر بعد بھی آپ ڈیڈ باڈیاں لائیں گے ہم موجود رہیں گے۔ آپ اپنی مذہبی رسومات ضرور ادا کرلیں۔

اس طرح تمام مسئلے اور مرحلے آسانی سے حل ہوتے چلے گئے۔

اس موقع پر حضرت مولانا محمد شریف خاں صاحب نے ضرور اصرار فرمایا کہ چونکہ رات کو حضرت کا قیام میرے یہاں تھا اور آج صبح ہی تو حضرت گھر سے روانہ ہوئے تھے اسلئے حضرت میرے مہمان تھے اور اب بھی میرے مہمان ہیں انہیں میرے گھر لایا جائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب نے فرمایا: مولانا: حضرت کو میرے گھر لانے دیجئے، حضرت میرے استاذ ہیں اور میں آپ کا استاذ ہوں۔ کیا میرے لئے آپ ایثار نہیں کرسکتے؟ مولانا محمد شریف خاں صاحب راضی ہوگئے اور کاروں پر جلوس جنازہ رات ساڑھے آٹھ بجے سیدھا حضرت کے دولت کدہ واقع شانتی نگر، رضا منزل پہنچا۔ وہاں پہلے سے سینکڑوں لوگ موجود تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی تعداد ہزاروں میں ہوگئی۔

بہر حال جب اسپتال کی طرف سے اطمنان ہوگیا تو فوراً زیارت کا سلسلہ شروع کردیا گیا کہ اس سے فارغ ہوکر غسل دیا جائے مگر لوگوں کا تانتا بندھا رہا اور رات کے تقریباً ساڑھے دس بج گئے، بڑی مشکل سے لوگوں کو روکا گیا پھر حضرت کے مکان پر ہی یکے بعد دیگرے دونوں حضرات کو غسل دیا گیا اور تجہیز وتکفین کی گئی۔ ان تمام موقعوں پر حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف صاحب برابر موجود رہے اور انکی نگرانی میں ہی یہ امور انجام پائے۔

پھر یکے بعد دیگرے دونوں حضرات کی نماز جنازہ ادا کی گئی فقیر کے استاذ گرامی نے پہلے اپنے استاذ گرامی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا اور کعبہ کے بدرالدجی تم پر کروروں درود لاکھ تمام حاضرین نے مل کر پڑھی۔ اور انہیں اسپتال روانہ کیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد قاری ظہر صاحب کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور کافی دیر تک صلوٰۃ وسلام اور نعت خوانی ہوتی رہی۔ پھر جب ایمبولینس واپس آئی تو قاری ظہیر صاحب کو اسپتال روانہ کیا گیا۔ میور ہاسپٹل میں میڈیکل کاروائیوں کے بعد دونوں حضرات کے تابوت ۳ر بجے شب واپس حضرت اشرف العلما کے گھر لائے گئے اور صبح پانچ بجے ائیرپورٹ روانہ کئے گئے۔ صبح ساڑھے ۹ر بجے کی فلائٹ

سے ان حضرات کے ساتھ مولانا قاری ظہیر صاحب کی اہل خانہ، بچے اور مولانا مجتبٰی شریف خاں صاحب ومولانا سرفراز احمد صاحب وغیرہم بھی دہلی وبریلی تشریف لے آگئے۔

قاری عرفان صاحب کی حالت نازک ہونیکی وجہ سے وروہ سے ناگپور کے ایک بڑے اسپتال میں منتقل کیا گیا۔ڈاکٹر نے معائنہ کیا، جانچیں کرائیں اورآپریشن ضروری قرار دیا اس کے مصارف ڈیڑھ لاکھ روپے بتائے۔بہرحال بریلی شریف سے ان کے بھائی صاحب کو بلایا گیا اور ان کی رضامندی سے ناگپور میں ہی آپریشن کئے گئے۔تمام مصارف احباب اہلسنت وبرادران طریقت ناگپور نے ہی برداشت فرمائے۔مولیٰ تعالیٰ ان معاونین کو دارین کی برکتوں سے سرفراز فرمائے بعد میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کی اجازت سے انہیں دہلی ہاسپٹل میں منتقل کر دیا گیا۔مولیٰ تعالیٰ قاری عرفان صاحب، مولانا غلام نبی صاحب اور سید صاحب کو صحت وشفاء عطا فرمائے اور ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدرالعلما کے جلوس جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف

جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن اس دنیا سے جانا ضرور ہے۔لیکن زیر زمین دفن ہوجانے والوں میں ہر صورت خاک میں پنہاں نہیں ہوجاتی۔کچھ صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو لالہ وگل کی طرح نمایاں ہوجاتی ہیں ان کی شخصیت اور ان کے تقدیسی کارنامے لالہ وگل بنکر قلوب واذہان وافکار وخیالات سے لیکر عقائد وایمان کی کائنات کو سرسبزی وشادابی اور عطر بیزی عطا کرتے رہتے ہیں۔

یہ وہ تاباں شخصیتیں ہوتی ہیں جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں۔ان کے کارنامے ان کو زندہ وجاوید بنادیتے ہیں ان کی یادگاریں قائم کی جاتی ہیں ان کی یاد کی محفلیں سجتی ہیں۔یہی وہ حضرات ہیں جنہیں رب کائنات نے "انعم اللہ علیھم" اور انعمت علیہم" کے زمرے میں شامل فرمایا ہے یعنی اللہ کے احسان یافتہ وانعام یافتہ بندے۔یہ بندگان الٰہی وہ ہیں جو مصطفیٰ جانِ رحمت کے غلام، عاشق صادق، اور نائب ہیں یعنی صالحین، اولیا کاملین کہ جن کا نقش قدم راہ خدا ہے۔

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا ☆☆☆ وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لیکے چلے (رضاؔ)

یہی وہ عظمت وبزرگی والے ہیں جو دھرتی کی پستی پر آسمان بن کر رہتے ہیں۔وہ کبھی دروازۂ شکست پر دستک نہیں دیتے، ہر باطل اور طاغوتی قوت وطاقت ان کے سامنے سرنگوں رہتی ہے۔کامیابیاں اور کامرانیاں خود بڑھکر ان کے قدموں کو چومتی رہتی ہیں۔

یہ بندگان الٰہی اور نائبین رسالت پناہی دنیا میں زندہ رہتے ہوئے بھی خود کو فنا کر دیتے ہیں اور پھر ان کا یہی عالم ہوتا ہے۔

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

ان کی حیات کا اولین وآخریں مقصد صرف اور صرف رضائے خدا اور رضائے رسول ہوتا ہے۔یہ خود کو غلبہ اسلام اور خدمت خلق کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔

سبحان اللہ الحمدللہ! رب عظیم کے ایسے ہی احسان یافتہ بندوں اور رسول کریم کے عشاق و نائبین میں اس بندۂ مومن مرد خدا عاشق مصطفٰی نائب مجتبٰی کا بھی شمار ہوتا ہے جسے زمانہ صدر العلما تحسین ملت حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام نامی اسم گرامی سے جانتا پہچانتا اور مانتا ہے۔

گو آج صدر العلما ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں انہیں دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہتی ہیں لیکن ان کا نام زندہ ہے، ان کے کارنامے زندہ ہیں ان کے چھوڑے ہوئے نقوش جگمگا رہے ہیں، ان کی یاد ہمیشہ دلوں میں آباد رہتی ہے۔

حادثہ جانکاہ: ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍اگست ۲۰۰۷ء، دن جمعہ، وقت ۱۲/۱۰ بجے آفتاب نصف النہار کی تابندہ شعاعوں میں دھرتی نہائی ہوئی تھی، ہر طرف دھوپ ہی دھوپ، روشنی ہی روشنی، رونق ہی رونق! ابھی مسجدوں سے اذان جمعہ کی صدائیں بھی نہیں بلند ہوئی تھیں کہ ایک ٹیلی فون کی آواز نے خبر مرگ دیکر ہلچل سی مچادی۔ پورے شہر میں ایک کہرام برپا ہوگیا.........

خبر تھی کہ آج ۳؍اگست صوبۂ مہاراشٹر کے شہر ناگپور سے چندر پور جاتے ہوئے حضرت صدر العلما علامہ مولانا تحسین رضا خاں کی کار پلٹ گئی۔ اس حادثہ میں حضرت صدر العلما اور ان کے رفیق سفر مولانا ظہیر رضا خاں (مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے نواسہ داماد) انتقال کر گئے اور حضرت صدر العلما کے خادم خاص مولانا عرفان الحق سنبھلی شدید زخمی ہوئے۔

ٹی.وی، ریڈیو، اور فون سے جس تک یہ خبر پہنچی حیران و پریشان ہوکر رہ گیا اور زبان سے "انا للہ وانا الیہ راجعون" نکل پڑا یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہوگیا......... یا خدا یہ کیسا المناک کا حادثہ ہوگیا...... ہم سنیوں کا ایک رہنما کھوگیا!

حدود خانقاہ عالیہ رضویہ محلّہ سوداگران سے لیکر دولت کدۂ صدر العلما، محلّہ کانکر ٹولہ تک یعنی نئے شہر پرانے شہر میں خبر پھیلتی چلی گئی۔ محلّہ سوداگران کے تمام کتب خانے، دفتر دار العلوم منظر اسلام اور شہر کہنہ کے بازار بند ہوگئے۔ مساجد سے حضرت صدر العلما کے انتقال پر ملال کا اعلان ہونے لگا۔ ہر سنی گھر اور پورا شہر غمزدہ ہوگیا۔ جانے کتنی عورتیں بلک بلک کر کہنے لگیں۔ یا اللہ ہمارے دکھ درد دور کرنے کے لئے ہمیں تعویز و دعا کون دے گا۔ طلبہ چیخ چیخ پڑے: ہائے ہمیں حدیث و قرآن کا درس کون دے گا؟... ہر چہرے پر افسردگی، ہر زبان پر ذکر تحسین ملت۔ فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ملک کے گوشے گوشے سے ہی نہیں باہری ملکوں، پاک و بنگلا دیش، موریشش، افریقہ، نورابی و برطانیہ سے شاہزادگان تحسین ملت اور صاحبزادگان خانوادۂ رضویہ کے ہاں حقیقت جاننے اور تعزیت کے لئے فون آنے لگے۔

ٹی.وی، ریڈیو اور اخباروں کے نمائندگان اور رپورٹر صاحبان نے محلّہ سوداگران سے لیکر محلّہ کانکر ٹولہ تک افراد خانوادۂ رضویہ و نیازمندان صدر العلما اور دوسرے ذمہ داران شہر کے تاثرات جاننے کے لئے دوڑ بھاگ شروع کردی۔

جمعہ کا یوم درخشاں شب دیجور بن کر رہ گیا تھا۔ دن کی روشنی تھی لیکن در و دیوار پر نگاہوں میں اور چہروں پر سوگواری اور تاریکی برس رہی تھی۔ رونقیں کافور، ہر سنی غموں سے چور اور رنجور، پورے جہان سنیت میں رنج والم کا ماحول چھا چکا تھا۔

ناگپور، ممبئی اور دہلی وغیرہ کے اخبارات میں بھی حضرت صدر العلما کے وصال کی خبریں چھپیں۔ بریلی شریف کے اخبارات۔ دینک جاگرن، امراجالا، آج، شاہ ٹائمس نیز دہلی اور لکھنؤ کے اخبارات، راشٹریہ سہارا (اردو) نے بھی حضرت صدرلعلما علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کی خبر کو شاہ سرخی کے ساتھ شائع کیا۔

کسی نے لکھا:۔ حضرت تحسین میاں کا وصال سوسائٹی کا عظیم نقصان ہے۔ کسی نے چھاپا:۔ حضرت تحسین میاں کے وصال پر ہر

قوم وملت کوملال''، کسی نے لکھا:۔علامہ تحسین کے وصال سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں غم کی لہر دوڑی۔

بریلی کے ٹی.وی چینل وی.ایم درپن پر نبیرۂ اعلی حضرت شاہزادۂ ریحان ملت حضرت مولانا توصیف میاں صاحب نیز چند علما وذمہ داران اہل سنت کے تاثرات غم اور حضرت علیہ الرحمہ کی زندگی اور کارناموں کے مختصر جائزے بھی نشر ہوئے۔

میت کی بریلی شریف میں آمد

۳/اگست کو شب میں حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت صہیب رضا خاں اپنے چند رفقاء کے ساتھ میت لینے کے لئے بذریعہ کار دہلی ائیر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔

۴/اگست کو حضرت صدر العلما اور مولانا ظہیر رضا خانصاحب کی میت بریلی شریف آئی۔چونکہ حضرت تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہند مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ کا قائم کردہ مدرسہ جامعۃ الرضا متھرا پور شہر بریلی سے ملحق ہے اور حضرت صدر العلما دو سال سے اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور پرنسپل کے عہدوں پر فائز تھے۔لہذا وہاں کے استاذ وطلبہ اوراس کے پاس کے علاقوں کے مسلمان اہلسنت کی زیارت کے لئے میت وہاں برائے دیدار کچھ دیر کے لئے روک لی گئی۔جامعۃ الرضا کے استاتذہ (جنہیں خود بھی صدر العلما کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے)طلبہ اور علاقہ کے مسلمان چہرۂ مبارک کی زیارت کے لئے غم زدہ دل ،لرزتے ہوئے ہونٹ ،اور آنسوؤں سے تر آنکھوں کو لئے ٹوٹ پڑے..........زائرین کے وجود صدقے ہو رہے تھے۔آہ! مرد بزرگ،آہ جامعۃ الرضا متھرا پر سے سٹی ریلوے اسٹیشن اوراس سے ملحق قبرستان ہوتے ہوئے میت شریف محلّہ سوداگران خانقاہ رضویہ پہنچی،

خانوادۂ رضویہ کے شاہزادگان...جانشین مفتی اعظم حضرت مولانا اختر رضا خاں قبلہ اوران کے صاحبزادے حضرت مولانا عسجد رضا خاں،حضرت صاحب سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ حضرت مولانا سبحان رضا خاں۔ان کے صاحبزادگان مولانا احسن رضا خاں (نائب صاحب سجادہ)ونوری میاں ..صاحب سجادہ کے برادران ..حضرت عثمان رضا خاں انجم حضرت توقیر رضا خاں،حضرت مولانا توصیف رضا خاں ،حضرت قاری تسلیم رضا خاں ،حضرت مولانا منان رضا خاں اوران کے صاحبزادگان ،مولانا عمران رضا خاں سمنانی میاں ،وحنانی میاں۔مولانا قمر رضا خاں وصاحبزادگان حضرت سراج رضا خاں حضرت افروز میاں اوران کے صاحبزادگان حضرت بدر رضا خاں اور حضرت عدنان رضا خاں۔حضرت مولانا خالد علی خاں کے صاحبزادگان کے دیدار کے بعد ہزار ہاہزار خواجہ تاشان رضا اور نیاز مندان تحسین ملت کا مجمع دیدار پرانور کے لئے مانند پروانہ وار ٹوٹ پڑا۔

ٹی.ٹی ایس ،اتحاد ملت اور جماعت رضائے مصطفے کے ولینٹروں نے یہاں کا نظام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھال رکھا تھا۔انتظامیہ اور پولیس کا بھی اچھا بندوبست تھا۔

خانقاہ عالیہ رضویہ سے میت۔چوپلہ روڈ کتب خانہ شہامت گنج اور شاہ دانہ صاحب روڈ سے ہوتی ہوئی دولت کدۂ حضرت صدر العلما واقع محلّہ کانکر ٹولہ پہنچی۔یہاں بھی دیدار کرنے والوں کا سیلاب لگا ہوا تھا۔دیر رات تک دیدار وزیارت کا سلسلہ چلتا رہا۔

۴/اگست کی رات ہی میں ریڈیو اسٹیشن بریلی،وی.ایم درپن،ٹی.وی چینل بریلی نے جلوس جنازہ ونماز جنازہ کی خبریں نشر کردی تھیں۔مساجد کے لاؤڈ اسپیکروں سے بھی اعلان ہو گیا تھا۔صبح کے سارے اخبارات میں حضور صدر العلما کے جلوس جنازہ ،نماز جنازہ کی بابت خبریں بھری پڑی تھیں کہ:۔جلوس جنازہ دوپہر ظہر کی نماز کے بعد کانکر ٹولہ سے چلیگا پورے شہر کی مساجد میں نماز ظہر ادا ہیگی

کا اعلان کرادیا تھا کہ نماز ظہر دو بجے سے قبل ادا کر کے نماز جنازہ کے لئے اسلامیہ انٹر کالج کے گراؤنڈ پر پہنچیں۔صبح ہی سے بریلی کے قرب وجوار سے لوگ بسوں،ٹرکوں ٹرالیوں۔اسکوٹروں اور کاروں سے آنا شروع ہو گئے تھے۔بریلی کارپوریشن نے راستوں کی صاف صفائی شروع کرادی تھی۔انتظامیہ،پولیس۔ایل آئی (مقامی سی آئی ڈی) سب چاک وچوبند۔ٹریفک نظام میں بھی تبدیلی کردی گئی تھی۔بریلی جنکشن سے چوپلہ ہوتے ہوئے کتبخانہ کا راستہ نیز شہامت گنج اور شاہ دانا روڈ کے راستہ بھی تبدیل کردئے گئے تھے۔

بریلی بند رہی

اتوار ہونے کی وجہ سے اسکول کالج تو بند تھے بریلی کے سبھی مدارس اسلامیہ میں بھی چھٹی کردی گئی تھی نئے شہر و پرانے شہر کے مسلم دکانداروں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی دکانیں بند رکھیں۔

اتحاد ملت کے قومی چیرمین صاحبزادہ توقیر رضا خاں صاحب (نبیرۂ اعلیٰ حضرت) نے رات ہی میں بازار بند رکھنے کی اپیل کر دی تھی دولت کدۂ حضرت صدر العلما سے لیکر جلوس جنازہ کے راستوں پر والنٹیرس موجود تھے۔شاہزادگان حضور صدر العلما،نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت قاری تسلیم رضا خاں ارکان انجمن شان اسلام نے جلوس کا نظم ونسق سنبھال رکھا تھا۔

جلوس جنازہ

دوپہر قریب ایک بجے جلوس جنازہ چلا۔آگے آگے میلادخوان ونعت خواں حضرات نعت پاک پڑھتے ہوئے چل رہے تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا لکھا ہوا درود:

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پر کروروں درود ☆☆☆ طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پر کروروں درود

کا نغمہ گونج رہا تھا۔راستے میں چھتوں پرفٹ پاتھ پر عورتوں اور بچوں کی قطار لگی ہوئی تھی۔دیکھنے والے دیکھ رہے تھے۔سوچ رہے تھے کہ واقعی یہ عاشق مصطفےٰ کا جنازہ ہے۔مرد خدا کا جنازہ ہے آسمان کی نگاہیں غمگین فضائیں بھی صدقے جارہی تھیں۔

سوگواری مگر متانت ووقار کیساتھ جلوس چلتا رہا کانکر ٹولہ چوکی چوراہا ناولٹی چوراہا اسلامیہ انٹر کالج روڈ تقریباً ساڑھے تین چار کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جنازہ اسلامیہ کالج گراؤنڈ پہنچا۔چلچلاتی دھوپ گرمی کی شدت لیکن نیازمندان صدر العلما ان سب سے بے پرواہ گیارہ بجے دن ہی سے اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں جمع ہونا شروع ہو گئے گراؤنڈ کے سامنے سمت مغرب سڑک پر ہزاروں کا مجمع کالج کے داہنے طرف سڑک پر عقیدت کیشوں کا جماؤ آس پاس بنے مکان کی چھتوں پر عورتوں کا جمگھٹا۔

اخبار نے سرخی قائم کی:۔حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کے جنازہ میں عقیدت مندوں کا ایک سیلاب امنڈ پڑا تھا۔

آپ کی پاکیزہ سیرت کو سلام! جس میں سیرت مصطفیٰ کا عکس جھلکتا تھا۔آپ کی ہرادا سنت مصطفےٰ تھی حضرت تحسین ملت! آپ کی پاکباز نیچی نظروں کو سلام جن سے آپ کی تقویٰ شعاری کی تجلیات پھوٹتی تھیں آپ کے اس دست پاک کو سلام کہ جن ہاتھوں نے مریدوں کے ہاتھوں کو لیکر ان کے سینہ ودل اور راہوں میں ایمانیات کے چراغ روشن کردیئے،حضرت صدر العلما آپ کی سبک خرامی کو سلام! آپ کے قدم کے اٹھنے کا ہر ہر انداز صراط مستقیم پر چلنے کا انداز سکھاتا تھا۔

آپ کو کیا کیا کہوں۔کیا کیا لکھوں۔محدث،مفسر،فقیہ،مفتی،استاذ،ہادی،مرشد،رہبر شریعت،رہنمائے طریقت،آبروئے اہلسنت،رہنما،پیشوا،دین کا پاسباں،مفکر مصلح اور مداح مصطفیٰ!اے خانوادۂ رضویہ کے چشم وچراغ۔رضا کے چرخ فضل وکمال کے

ستارے، استاذ زمن کی آنکھوں کے تارے، علامہ حسنین کے راج دلارے، بھائیوں کے پیارے، مریدین وتلامذہ کے سہارے، پرتو حجۃ الاسلام۔قرۃ عینِ مفتی اعظم عالم اسلام۔الوداع، الوداع۔السلام۔السلام!

آپ ہر اعتبار سے عظیم تھے، نام ونشان والے تھے۔اعلی وبالا تھے۔آپ کا خاندان عظیم۔آپ عالی نسبت، اعلیٰ تعلیم یافتہ، عالی ظرف، عالی دماغ، اعلیٰ اخلاق اعلیٰ کردار کے مالک شفیق وخلیق، کریم النفس۔لیکن آپ دنیا طلبی اور سستی شہرت، نام ونمود ونمائش، کروفر اور طمطراق سے دور خود کو ایک بے نام ونشان ہی سمجھتے رہے اور خاموشی سے دینی خدمات اور غلبۂ اسلام کا فریضہ۔درس وتدریس وعظ وتبلیغ وامامت رشد وہدایت۔دعا تعویذ اور خدمت خلق کے ذریعہ انجام دیتے رہے۔آپ نے اپنی شخصیت پر سادگی اور کسر نفسی کا پردہ ڈال رکھا تھا لیکن دیکھنے والی نگاہیں جب اس حجاب کو اٹھا کر آپ کی شخصیت کا جائزہ لیتی تھیں تو اس حجاب سادگی اور کسر نفسی کے پردے اور اس پردے کے ہر ہر حجاب میں آپ کی عظمت وتقدس وبزرگی، علم وفضل وکمال اور صدق وصفا نیز مومنانہ عظمت شان کے جلوے مچلتے نظر آتے تھے۔

لیکن جب آپنے آخری انگڑائی لی، راہ الفت مصطفوی میں اس دنیا کو خیر آباد کیا جان جان آفریں کو سونپی تو زمانے نے آپ کی شخصیت کی درخشانی، آپ کی بلندی وبڑائی کے منارۂ نور اور آپ کی مقبولیت ومحبوبیت اور مسلمانوں کے سینوں میں رچی بسی آپ کی الفت ومحبت وعقیدت واحترام کے مچلتے ہوئے جذبوں کی فراوانی وتابانی کو دیکھ لیا آسمانی فرشتوں نے مرحبا کہا افق وشفق اور فضاؤں اور خلاؤں نے آپ کی بلائیں لیتے ہوئے الوداع کہا ملک کے گوشے گوشے اور سات سمندر پار دیشوں کے محبین ومعتقدین ومریدین اور خواجہ تاشان رضویت کا آپ کی آخری دیدار کے لئے آپ کو کاندھا دینے کے لئے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ایک سیلاب امنڈ پڑا۔

فرش زمین سے آواز اٹھی طیب وطاہر گیا ملا تک نے صدادی وہ مومن صالح ملا

بریلی شریف کی تاریخ میں تاجدار اہل سنت، مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ کے نماز جنازہ کے بعد (جس میں تقریباً ۲۰ لاکھ کا مجمع تھا) یہ دوسرا منظر نظر آیا کہ جس میں ۴/۵ لاکھ شیداؤں کا مجمع اپنے رہنما کی آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آن حاضر ہوا اللہ کریم ورحیم اپنے جس بندہ کو محبوبیت کا شرف عطا کر دیتا ہے اس کی محبت ومقبولیت نہ صرف انسانی سینوں میں بسا دیتا ہے بلکہ دریا کی مچھلیوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتا ہے۔آپ کے جد کریم وعظیم اعلی حضرت امام احمد رضا نے تو فرما ہی دیا ہے۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تجھ پر فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

قطعات تاریخ وصال

ملک تدریس کا تاجور چلدیا علم وتحقیق کا نامور چلدیا

کہدو تاریخ تم خوب تر سوچ کر سوئے خلد بریں راہبر چلدیا

......۱۴۲۸ھ......

حادثہ ہو گیا اف اے ایسا حزیں آسماں سو گیا جا کے زیر زمیں

پیشوا دین کا ایسا ڈھونڈھوں کہاں چھوڑ گھر چلدیا دیکھو خلد بریں

......۱۴۲۸ھ......

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی محلّہ جسولی بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما..................ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

مظہر مفتی اعظم، صدر العلما، استاذ المحد ثین والفقہا سیدی واستاذی حضرت علامہ شاہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ رضویہ کا گل سرسبد اور اکابر علمائے ہندو پاک میں نہایت اہم شخصیت کے مالک تھے، آپ کی دینی اور ملی خدمات نصف صدی کو محیط ہیں، آپ کی رحلت وشہادت بلاشبہ اہل حق کے لئے ایک بڑا نقصان ہے جس کا احساس واعتراف عالم اسلام میں پھیلے ہوئے آپ کے رفقاء وتلامذہ، مریدین ومتوسلین، ارباب علم ودانش اور علما ومشائخ سبھی کو ہے، پیش نظر مجموعہ میں ان حضرات کے تاثرات وجذبات اور خراج تحسین ونذرانہ عقیدت سے اس بات کا اندازلگایا جاسکتا ہے، راقم الحروف اپنے لئے اس چیز کو باعث سعادت جانتا ہے کہ اسے بھی آپ کے تلامذہ وخدام میں کسی نہ کسی مقام پر جگہ حاصل ہے۔

سیدی واستاذی صدر العلما محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ سے میرا تعلق زمانۂ طالب علمی سے ہی قریبی رہا، مجھ پر آپ کی نوازشات اتنی رہی ہیں کہ ان سب کا شکریہ تمام عمر ممکن نہیں، زمانۂ طالب علمی میں بریلی شریف کے مرکزی ادارے دارالعلوم منظر اسلام میں یہ احقر آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوا، فارغ ہونے کے بعد متعدد مدارس اسلامیہ میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھتے ہوئے پھر بریلی شریف حضرت کی خدمت میں حاضر آیا۔اس طرح زمانۂ طالب علمی کے دوسال اور درس وتدریس کے ۱۳ر سال حضرت کی سرپرستی میں گذرے، وقت تو کافی طویل ہے لیکن جامعہ نوریہ کی مصروفیات نے آپ کی کماحقہ خدمت سے محروم رکھا۔

صدر العلما محدث بریلوی سے متعلق سیکڑوں ارباب علم وفضل کے تاثرات اور سیرت وسوانح کے تفصیلی واقعات سے قارئین شادکام ہوں گے لیکن ان تمام تر تفصیلات کے باوجود اس احقر کے پاس بھی حضرت کے فضل وکمال اور سیرت وکردار کے تعلق سے کچھ معلومات ہیں جن کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا ضروری ہے۔

اس مجموعہ میں عصر حاضر کے ارباب فضل وکمال نے بہت کچھ لکھا ہے اور مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے، ان سب چیزوں کی معلومات آئندہ اوراق میں آرہی ہیں، یہاں میرے چند مشاہدات اور خود حضرت سے سنی ہوئی چند چیزیں ہیں جن سے آپ کی عظیم شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔

زمانۂ طالب علمی

حضرت نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ ہمارے والد ماجد علیہ الرحمہ نے ہماری تعلیم کے لیے خصوصی انتظام فرمایا تھا اور عام طور پر جو طریقۂ تعلیم بزرگ حضرات اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اختیار فرماتے ہیں ان سے آپ کا طریقہ بالکل جدا تھا۔

استاذ محترم حضرت علامہ غلام یس صاحب پورنوی اور شمس العلما حضرت علامہ شمس الدین جونپوری کی تعلیم وتربیت میں ہمیں مکمل طور پر دے دیا تھا اور جس طرح پرانے زمانہ میں بچوں کے والدین استاذ کو مکمل اختیار دے دیتے ہیں والد صاحب قبلہ نے بھی ایسا

ہی کیا، استاذ تعلیمی کوتاہی پر طالب علم کو کوئی سزا دیتے تو والدین کو اس سے کچھ تعرض نہیں ہوتا، ہمارا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ حضرت نے خود بیان کیا کہ حضرت علامہ غلام یسین صاحب جو ہمارے گھر پر بھی ہم کو پڑھاتے تھے اور ہماری حویلی ہی کے ایک مکان میں مقیم بھی تھے کہ ہماری تعلیم وتربیت بخوبی فرمائیں۔

اتفاق سے ایک دن سبق یاد کرنے میں کسی وجہ سے کوتاہی ہوئی تو دوسرے طلبہ کے ساتھ ہمیں بھی مکان کے ایک ستون سے باندھ دیا، اسی درمیان استاذ گرامی کے ایک دوست ان سے ملاقات کیلئے آئے، ہمیں ستون سے بندھا دیکھ کر استاذ گرامی سے بولے، آپ یہ کیا کررہے ہیں، فرمایا: ان لوگوں کو سبق یاد نہیں ہے، اس لئے یہ بطور سزا ہے، انہوں نے کہا اور آپ نے تحسین میاں کو بھی ان کے ساتھ باندھ رکھا ہے ان کو تو کچھ رعایت کی ہوتی یہ تو شہزادے ہیں، فرمایا: نہیں ان کو تو اور مضبوطی سے باندھنا ہے، حضرت نے اپنے انداز میں مسکراتے ہوئے یہ سارا واقعہ سنایا، گویا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو اس طریقہ پر فخر تھا۔

یہ ایک واقعہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اساتذہ آپ کو کس خاص توجہ سے پڑھانا چاہتے تھے۔ اور اس کے لئے جو زجر وتوبیخ ان کی طرف ہوتی والدین کو اس کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا، کیونکہ علم دوست حضرات اس کا مطلق خیال نہیں کرتے ان کو اپنے بچوں کے مستقبل کا خیال رہتا ہے۔

صدر العلما محدث بریلوی کے والد صاحب قبلہ آپ کو ایک عظیم عالم کی شکل ہی میں دیکھنا چاہتے تھے، لہذا ان کو اسی طرف مائل رکھا۔

حضرت صدر العلما نے اسی سے متعلق ایک واقعہ راقم الحروف کو اور سنایا، طالب علمی کے زمانہ میں طلبہ کی دیکھا دیکھی مجھے بھی تقریریں یاد کرنے کا شوق ہوا اور متعدد تقریریں یاد کرلیں، تنہائی میں پرسکون ماحول میں کسی باغ وغیرہ میں جاکر اپنے طور پر مشق کرتا اور پھر جلسوں میں کبھی کبھی تقریریں کرتا، میری تقریریں سامعین کو پسند آنے لگیں اور مقبولیت بڑھتی گئی حتی کہ اس کا اثر تعلیم پر پڑنے لگا کہ اسٹیج کی دنیا کچھ ایسی ہی ہے کہ جب کوئی مقبول ہوتا ہے تو پھر اس کے پروگرام بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ جب میری تقریروں کی شہرت ہونے لگی اور تعلیمی نقصان سامنے آیا تو والد صاحب قبلہ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں تمہیں عالم بنانا چاہتا ہوں، بے پڑھا لکھا مقرر نہیں، لہذا یہ سلسلہ بند کرو، میں نے والد صاحب قبلہ کی اطاعت، فرمانبرداری میں سر نیاز خم کردیا اور وہ سلسلہ یکسر ختم کردیا اور پورے انہماک کے ساتھ پھر دوبارہ تعلیم میں مشغول ہوگیا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر آپ میدان تقریر میں یونہی قدم جمائے رہتے تو اپنے وقت کے عظیم خطیب ہوتے اور آپ کا شمار عالمی سطح پر مشہور خطبا میں ہوتا لیکن آپ کے والد محترم کو علم کے بغیر محض نام نمود سے سروکار نہ تھا اور پھر آپ نے بھی نمود ونمائش سے مدۃ العمر کوئی سروکار نہ رکھا۔

سیدی واستاذی حضور صدر العلما فرماتے ہیں پھر میں ہمہ تن تعلیم حاصل کرنے کی طرف ہی متوجہ رہا، درس نظامی کی کتابیں خوب محنت سے پڑھتا، اساتذۂ کرام کی خصوصی عنایات مجھ پر تھیں کہ میں کوشش ومحنت کے ذریعہ اس مقام پر پہونچ گیا کہ اپنے ساتھیوں کو درس کی تکرار کراتا، خاص طور پر شرح جامی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنے رفقائے درس کو اس کی خوب تکرار کرائی ہے۔

حضور صدر العلما اسی طرح تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے آخری منزل کے قریب پہونچ رہے تھے کہ آپ کی منتھی کتابوں کے خاص استاذ گرامی محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب گورداس پوری تقسیم ہند کے موقع پر فیصل آباد (پاکستان)

تشریف لے گئے اور پھر واپس نہ آ سکے اس طرح آپ کا دورۂ حدیث ملتوی ہو گیا اور آپ نے اپنے مرشد گرامی تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے حکم پر مظہر اسلام میں تدریس کا آغاز فرما دیا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ مظہر اسلام میں پہلے دورۂ حدیث کی تکمیل فرماتے اور اس کے بعد تدریس کا آغاز کرتے، لیکن حضرت نے جیسا کہ مجھ سے خود بیان فرمایا کہ والد صاحب قبلہ کی دلی خواہش یہی تھی کہ دورۂ حدیث محدث اعظم پاکستان کی درسگاہ میں ہی کرنا ہے، لہذا جب تک پاکستان جانے کے حالات سازگار ہوں آپ نے تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، ۵۴ عیسوی میں آپ فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں تعلیمی سال کے اعتبار سے مکمل ایک سال رہے۔

راقم الحروف نے خود ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا کہ آپ فیصل آباد ایک سال رہے؟ فرمایا: ہاں عرفاً ایک سال کہہ سکتے ہیں مگر چونکہ تعلیمی سال دس ماہ کا ہی ہوتا ہے اور میں وہاں دس ماہ ہی رہا ہوں۔

تدریس کے ابتدائی مراحل

حضور صدر العلما نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ جب میں نے تدریس کا آغاز کیا، (غالبا یہ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہوگا) تو مجھے جو کتابیں دی گئیں ان کی تعداد کچھ میرے حساب سے زیادہ تھی، میں مریض شروع سے رہا ہوں، لہذا مجھے ان تمام کتابوں کی تدریس کا بار کچھ زیادہ ہی محسوس ہوا، تو میں حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں دوپہر کے وقت حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت مجھے کتابیں زیادہ دے دی گئی ہیں جن کا بوجھ اٹھانا مجھے مشکل معلوم ہو رہا ہے، فرمایا: کتنی کتابیں ہیں اور کونسی؟ میں نے تعداد کے ساتھ ان کے نام بھی عرض کئے، فرمایا: بس اتنی ہی کتابوں میں تھک گئے۔ پھر اپنی جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: بازار سے دماغین لیتے جانا، میں نے حکم کی تعمیل کی اور گھر واپس آ گیا۔ اس طرح حضور مفتی اعظم قدس سرہ العزیز نے آپ کی تدریس کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرمائی اور آپ مستقل طور پر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

شان تدریس

راقم الحروف نے حضور استاذی الکریم سے مختلف علوم و فنون سے متعلق متعدد کتابیں پڑھی ہیں، ۷۷ء میں جب میں منظر اسلام میں داخل ہوا تو حسن اتفاق کہ مجھے جس مسجد کی امامت ملی وہ حضرت کے دولت خانہ سے قریب تھی۔ یعنی خاص شاہدانا ریلوے اسٹیشن پر جو مسجد ہے اس میں امامت کے فرائض انجام دیتا تھا، میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک دن حضرت سے عرض کیا کہ میں حضور کے دربار میں حاضر ہو کر کچھ کتابیں پڑھنا چاہتا ہوں، اگر حضرت کا کوئی وقت خالی ہو تو عنایت فرما دیں، ارشاد فرمایا: ظہر اور عصر کے وقت جب چاہو آ جایا کرو، حضرت کا یہ غایت لطف و کرم تھا کہ بغیر کسی توقف کے مجھ پر یہ نوازش فرمائی۔ غرضیکہ میں حضرت کی خدمت میں حاضری دیتا اور آپ مجھے روزانہ دو کتابیں پڑھاتے، چونکہ شرح عقائد نسفی کسی وجہ سے میری چھوٹ گئی تھی اور نور الانوار کا نہایت قلیل حصہ ہی میں نے خامسہ میں پڑھا تھا، لہذا مسلسل ایک سال تک میں نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور نہایت شرح صدر کے ساتھ حضرت نے یہ دونوں کتابیں پڑھائیں۔

میرا داخلہ منظر اسلام میں سابعہ میں ہوا تھا، لہذا یہ دونوں کتابیں علیحدہ سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ باقی تمام کتابیں جماعت کے اعتبار سے دار العلوم میں پڑھتا تھا، جماعت سابعہ مکمل ہونے کے بعد حضرت سے میں نے عرض کیا کہ میں کچھ کتابیں علیحدہ پڑھنا چاہتا

ہوں اور دورۂ حدیث ابھی ایک سال کے بعد لوں گا، فرمایا کیا پڑھو گے؟ میں نے عرض کیا، اصول فقہ، منطق، اور فلسفہ وغیرہ کی کتابیں، فرمایا: فلسفہ کی منتھی کتاب شمس بازغہ ہے وہ مجھ سے پڑھ لو فلسفہ کی جڑ آجائے گی، بہر حال آپ نے وہ کتاب پڑھانا شروع کی آپ کی یہ عادت تھی کہ پڑھانے کے درمیان گلاس میں رکھا ہوا پانی تھوڑا تھوڑا پیتے جاتے تھے اور پڑھاتے جاتے تھے، شمس بازغہ پڑھانے کے درمیان بھی ایسا ہی دیکھا اتنی ادق اور اہم کتاب کو اس انداز سے پڑھاتے کہ کتاب پانی ہو جاتی۔ میں نے ایک دن عرض کیا: حضرت! ہم نے دینیات اور ادب کے بارے میں تو سنا تھا کہ حضرت خوب پڑھاتے ہیں لیکن اب معقولات کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ کو اس میدان میں بھی ملکہ راسخہ حاصل ہے جب کہ ہم نے یہ کتابیں پڑھاتے نہیں سنا، فرمایا: اب چھوڑ چکا ہوں، ورنہ ایک وقت ایسا بھی رہا ہے کہ مظہر اسلام میں مجھے شعبہ معقولات کا صدر بنایا گیا تھا اور اس وقت میں نے تین سال تک مسلسل معقولات کی تمام کتابیں پڑھائی تھیں۔

اس کے علاوہ حضرت سے میں نے حدیث میں ترمذی شریف، ادب میں دیوان متنبّی وغیرہا کتب بھی پڑھیں۔

شان تدریس ہی سے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ہے جو حضرت نے مجھے سنایا۔ کہ ایک مرتبہ مولانا شبیر احمد خاں غوری (جو ایک عرصہ تک مدارس اسلامیہ عربیہ کے رجسٹرار بھی رہے اور بہت قابل بھی تھے) بریلی شریف مدارس کا تعلیمی معائنہ کرنے آئے، تمام درسگاہوں میں پہونچے اور مدرسین نے مہمان کی آمد پر کچھ نہ کچھ اپنی درسگاہ میں ان کو لفٹ دی، یعنی اپنی باتوں سے اور طلبہ کی حسن استعداد سے ان کو اپنے یہاں کے تعلیمی معیار سے متاثر کرنے کی کوشش کی۔ جب مہتمم صاحب ان کو لیکر میری درسگاہ میں پہونچے تو میں نے اپنی درسگاہ میں کسی طرح کی تبدیلی پیدا نہیں کی، جو طالب علم جہاں تھا اس کو وہیں بیٹھنے کی تاکید کی اور خود بھی درس و تدریس میں مشغول رہا، حضرت مہتمم صاحب اور مولانا شبیر احمد خاں نے جب دیکھا کہ یہاں وہ پزیرائی نہیں ہو رہی ہے تو مجبوراً طلبہ کی صفوں کے کنارے بیٹھ گئے، میں درس دیتا رہا اور یہ دونوں حضرات سنتے رہے، جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بات کرنے کو تیار نہیں تو کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

درسگاہ کا وقت ختم ہوا اور مہمان بھی اس وقت تک رخصت ہو چکے تھے تو حضرت مہتمم صاحب نے بوقت ملاقات فرمایا: تحسین میاں تم نے تو آج کمال کر دیا، ہم لوگوں کی طرف رخ تک نہیں کیا، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، وہ تعلیمی امور دیکھنے آیا تھا، اگر میں ان سے باتیں کرنا شروع کر دیتا تو پھر وہ معائنہ کیسے کرتے، لہذا وہ جس مقصد سے یہاں آئے تھے میں اسی میں مشغول رہا۔ حضرت مہتمم صاحب یہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور میری اس بات کو بہت سراہا، مولانا شبیر احمد خاں کا تاثر یہ رہا کہ مہتمم صاحب سے جو میری تعریف کی تھی وہ تو اپنی جگہ، مگر اس کے بعد انہوں نے مجھے خط لکھا اور میرا تقرر مدرسہ عالیہ رامپور میں کرانا چاہا لیکن میں نے انکار کر دیا۔

منصب صدارت اور حسن تدبر

یہ منصب جہاں نہایت مستعدی کا طالب ہے وہیں حسن تدبر کو بھی اس منصب کی ذمہ داریاں نبھانے میں خاصا دخل ہے، اگر کوئی ہمیشہ سخت گیری ہی کو اپنا شیوہ بنالے تو پھر یہ گاڑی زیادہ دن نہیں چلتی، ہاں البتہ ہمیشہ چشم پوشی بھی اس منصب کے منافی ہے اور پھر اس کے نتائج کچھ اچھے برآمد نہیں ہوتے۔ آپ نے اپنے دور صدارت کا ایک واقعہ مجھے خود سنایا، فرمایا جب میں مظہر اسلام میں صدر مدرس تھا تو ایک مرتبہ طلبہ نے مدرسہ میں اسٹرائک کر دی، حضرت مہتمم صاحب نے اپنے مخصوص جلال میں مجھ سے کہا: مولانا تحسین میاں، ان طلبہ کو کیفر کردار تک پہونچایا جائے، یعنی یہ طلبہ جن مساجد میں رہتے ہیں ان کے متعلقین سے گفتگو کر کے سب کو مساجد سے خارج کرا دیا

جائے۔فرماتے ہیں: میں نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ کچھ تحمل سے کام لیجئے انشاء المولیٰ نتیجہ اچھا برآمد ہوگا۔فرماتے ہیں: میرے اس مشورہ پر عمل کیا تو دیکھا کہ کچھ ایام کے بعد ایک ایک کر کے وہی طلبہ مدرسہ میں آنا شروع ہوگئے اور مدرسہ بدستور سابق طلبہ سے بھر گیا۔حضرت مہتمم صاحب نے انجام بخیر دیکھا تو ایک دن مجھ سے فرمایا تحسین میاں! ہم نہیں سمجھتے تھے کہ تم ایسے مدبر بھی ہو۔

فتوی نویسی

میں نے مستقل طور پر کبھی آپ کو فتاوی تحریر فرماتے ہوئے تو نہیں دیکھا، لیکن آپ کو اس عظیم شخصیت سے شرف تلمذ حاصل تھا جس کو دنیائے سنیت میں مفتی اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت سیدی ومرشدی ذخری لیومی وغدی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، پھر بھلا آپ اس میدان میں کیونکر تہی دامن رہتے، میں نے جامعہ نوریہ رضویہ میں خود دیکھا کہ آپ یہاں لکھے جانے والے فتاوی کی اصلاح فرماتے اور نہایت مختصر وموجز الفاظ میں مفتیان کرام کو رائے صواب سے نوازتے۔

مجھے خود یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک مفتی صاحب نے منصب، معیار ولایت کے استدلال میں آیت کریمہ تحریر کی، ان اولیاء ہ الا المتقون، جس سے یہ ثابت کرنا تھا کہ اللہ کے ولی متقی وپرہیزگار اشخاص ہی ہوتے ہیں، آپ نے نقد تنقید فرمائی اور ارشاد فرمایا: یہ آیت تو مسجد حرام کی تولیت کے سلسلہ میں ہے کہ اولیاء ہ، میں ضمیر باری تعالیٰ کی جانب راجع نہیں بلکہ مسجد حرام کی جانب راجع ہے اور سیاق آیت میں اس بات کی صراحت ہے، آیت کریمہ یوں ہے۔

”ومالهم الايعذبهم الله وهم يصدون عن المسجد الحرام وماكانوا اولياء ه ان اولياء ه الا المتقون ولكن اكثرهم لايعلمون“

ایک مرتبہ جامعہ نوریہ میں فتوی نویسی سے متعلق کوئی مفتی صاحب نہیں تھے، میں خدمت میں حاضر تھا، فرمایا: یہ استفتاء آیا ہے تم ہی فتوی لکھ دو، میں نے عرض کیا: میں نے اس میدان میں کبھی طبع آزمائی نہیں کی ہے لہذا مجھے تعمیل حکم میں کچھ وقت صرف کرنا ہوگا، چونکہ جواب فوراً جانا تھا، لہذا حضرت نے فرمایا لائیے ہم ہی لکھ دیتے ہیں۔اور میں نے دیکھا کہ آپ نے قلم برداشتہ فتوی تحریر فرمادیا، میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فتوی نویسی آپ کا مشغلہ تو نہیں دیکھا لیکن ایسی مہارت حاصل ہے کہ مراجعت کتب کے بغیر بھی آپ فتوی تحریر فرمادیتے ہیں، واضح رہے کہ یہ فتوی طلاق سے متعلق تھا اور اس میں نفس حکم بیان کرنے کے ساتھ آیات وغیرہ سے استدلال بھی تحریر فرمایا تھا، جامعہ نوریہ کے رجسٹروں میں اس طرح کے بیشتر فتاوی موجود ہیں جو آپ کی تصدیق سے جاری ہوئے ہیں۔

حزم واتقا

آپ کی مکمل حیات طیبہ تقوی وطہارت سے سے عبارت تھی، آپ کے روزمرہ کے معمولات میں حزم واتقا کے واضح ثبوت تھے، حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا ہر دم پاس وخیال رکھتے۔

معمولی چیزیں جن کی طرف عام طور پر لوگ توجہ نہیں دیتے آپ ان کا بھی خاص خیال رکھتے جن سے آپ کی تقوی شعاری بالکل واضح اور صاف عیاں دکھائی دیتی ہے، مدت العمر اس پر کاربندر ہے۔

جامعہ نوریہ میں ایک مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ آپ نے دستخط کرنے یا کسی دوسری ضرورت کے پیش نظر جامعہ کے ایک استاذ سے قلم مانگا، اتفاق سے ان کے پاس بھی قلم نہیں تھا، انہوں نے قریب میں بیٹھے ہوئے ایک طالب علم سے قلم لے کر حضرت کی خدمت

میں پیش کیا، حضرت دیکھ رہے تھے، بچہ نابالغ تھا، آپ نے وہ قلم لینے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کسی بالغ سے لیجئے اس بچہ کو اپنی چیزیں کسی کو دینا اور لینے والے کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

اللہ اللہ یہ حزم واتقا، اب خال خال ہی نظر آتا ہے، عالم اپنے علم پر عمل کرے یہ ہی اس کا شیوہ ہونا چاہئے، حضرت کے شب وروز اس بات کا بین ثبوت ہیں۔

جامعہ نوریہ رضویہ سے لگاؤ

آپ نے بریلی شریف کے چاروں مرکزی مدارس میں مسند درس وتدریس بچھائی لیکن جامعہ نوریہ سے جو خصوصی لگاؤ رہا اور اس کی آبیاری وترقی کے لئے آپ نے جو کلفتیں اٹھائیں وہ شاید دوسری جگہ پیش نہ آئی ہوں۔

اولا: جامعہ نوریہ رضویہ کا قیام بالخصوص آپ کی بدولت ہوا۔ اگر آپ نے منظر اسلام کو نہ چھوڑا ہوتا تو ظاہری حالات ایسے ہی تھے کہ جامعہ نوریہ رضویہ کا قیام عمل میں ہی نہیں آتا۔ بریلی شریف میں تیسرے دارالعلوم کے قیام کے لئے ضروری تھا کہ میدان تدریس کا شہسوار اور مسند درس کا بادشاہ جب زمام تعلیم سنبھال کر منصب صدارت پر متمکن ہوگا اسی وقت بریلی شریف کی تعلیمی روایات کو برقرار رکھا جاسکے گا۔ لہذا جامعہ نوریہ کے قیام اور اس کے عروج وارتقا میں چاہے دوسرے عوامل کتنے ہی اہم اور ضروری رہے ہوں لیکن کلیدی کردار صدر العلما ہی کو قرار دیا جائے گا کہ ان کی ذات سے جدا ہوکر جامعہ نوریہ کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا۔

ثانیا: جامعہ نوریہ میں آپ کی تدریس کا زمانہ تمام دیگر مدارس کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، بلکہ باقی تین مدارس میں مجموعی اعتبار سے جتنی مدت گذری کم وبیش جامعہ میں ان سب کے برابر ہے۔

ثالثا: جامعہ نوریہ کے لئے آپ نے آخر وقت تک جن زخموں کو برداشت کیا وہ کوئی معمولی نہیں اور ڈھکی چھپی بھی نہیں، لیکن آپ نے ان سب کو بخندہ پیشانی قبول فرمایا۔ ان تمام امور میں سب سے زیادہ اہم گوشہ یہ ہے کہ جس کا احساس خورد وکلاں اور عوام وخواص سب کو تھا کہ آپ روزانہ تقریبا سات کلومیٹر آتے اور سات کلومیٹر جاتے اور یہ چودہ کلومیٹر کا پورسفر رکشہ کے ذریعہ ہوتا، راستہ بھی اکثر مقامات پر ٹوٹا پھوٹا ہوتا، ۷۵؍سال کی عمر اور ضعیفی کا عالم، اس مشقت کا اندازہ تھوڑا بہت وہ حضرات کرسکتے ہیں جو اس منزل سے چند ایام ہی گذرے ہوں۔ راقم الحروف جامعہ نوریہ میں ۱۲؍سال قیام کے بعد اب تقریبا پانچ سال سے بذریعہ رکشہ صرف ۲کلومیٹر کی دوری سے اپنے مکان سے آتا ہے اس قلیل مسافت کو طے کرنے پر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ صدر العلما کس جانفشانی کے ساتھ اس طویل مسافت کو طے فرماتے ہوں گے۔ آپ کی آمدورفت کی مشقتوں کو دیکھتے ہوئے جامعہ اور بیرون جامعہ کے بہت سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اس رکشہ کے ذریعہ تو نہایت مشقت ہوتی ہے، کسی گاڑی کا انتظام فرمالیں تاکہ آنے میں سہولیت ہوجائے، اس طرح کا پروگرام بنا بھی اور چند دن عمل بھی ہوا تھا کہ کچھ دیگر وجوہ کے ساتھ آپ کا رکشہ والا پھر اس بات پر مصر ہوگیا کہ حضرت میں ہی آپ کو لیجایا کروں گا اور حضرت نے اس کی عرض داشت قبول فرمالی اور پھر اسی طرح آمدورفت شروع ہوگئی، ایک دن میں نے آپ کے رکشہ والے نقو سے کہا، اب پھر آپ نے حضرت کو زحمتوں کا شکار بنادیا، تو نہایت فخر سے جواب دیا واہ میں اس سعادت سے محروم ہوجاؤں، اور میں ہی کیا بہت سے لوگ حضرت کے گاڑی سے آنے کی وجہ سے حضرت کے فیض سے محروم ہوگئے تھے، میں جب حضرت کو گھر سے لے کر چلتا ہوں تو جن راستوں سے گذرتا ہوں وہاں کے بہت سے حضرات منتظر رہتے ہیں کہ ہم حضرت کے دیدار اور مصافحہ سے مشرف ہوں، تو میں خود

اپنے آپ کو اور دوسرے بہت سے حضرات کو اس فیض وسعادت سے کیوں محروم رکھوں۔ اس عقیدت مندانہ جواب کو سن کر میں خاموش ہو گیا۔

ایک دن سیدی واستاذی حضور صدر العلمانے اپنے کمرہ میں بلا کر مجھ سے فرمایا: کئی دن سے ایک بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں لیکن تمہیں فرصت میں نہیں پاتا اس لئے موقع نہیں ملا، نہایت رازداری سے فرمایا وہ بات یہ ہے کہ جامعۃ الرضا کے لئے مجھ سے اصرار کیا جارہا ہے کہ میں جامعہ نوریہ چھوڑ کر جامعۃ الرضا چلا جاؤں، یہ سن کر مجھے اپنے مربی وسرپرست کا اپنے سر سے سایہ اٹھتا نظر آیا تو میں نے بے ساختہ عرض کیا کہ حضرت پھر ہم کس کی سرپرستی میں یہاں رہیں گے، مسکراتے ہوئے فرمایا: تو تم جامعۃ الرضا چلو آپ کا یہ مشفقانہ جواب سن کر جہاں آپ کی ذرہ نوازی سے مسرت ہوئی وہیں یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب حضرت ضرور ہمیں چھوڑ کر اپنی سرپرستی سے محروم فرمادیں گے، یہ وقت تعلیمی سال کا آخری زمانہ تھا چند دن بعد تعطیل کلاں ہو گئی اور میں یہ سمجھا کہ اب حضرت افتتاح سال میں تشریف نہیں لائیں گے۔ لیکن توقع کے خلاف حضرت نے جامعہ میں نئے سال کے آغاز پر حسب معمول قدم رنجہ فرمایا اور ارشاد فرمایا، میں نے جامعۃ الرضا میں جانے سے فی الحال منع کر دیا ہے، یہ سن کر ہماری مسرت کی انتہا نہ رہی، چند ایام کے بعد پھر ارشاد فرمایا، مجھ سے جامعۃ الرضا کے لئے مزید اصرار کیا جارہا ہے اور میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ جامعہ نوریہ کو چھوڑ کر میں اس وقت نہیں آسکتا، اس کی وجہ میں نے یہ بھی بتادی ہے کہ امسال تم اور مولانا مشکور احمد صاحب استاذ جامعہ نوریہ حج وزیارت کے سفر پر جارہے ہو، لہذا اب تم مطمئن رہو کہ میں تم لوگوں کی واپسی تک جامعہ نوریہ ہی میں رہوں گا۔ بہرحال ہم دونوں پروگرام کے مطابق حج وزیارت کے سفر پر روانہ ہو گئے اور واپس آئے تو حضرت کی جامعہ میں حسب معمول رکشہ ہی سے آمدورفت جاری تھی۔ محرم میں ہماری واپسی ہوئی، فرمایا اب تم لوگ آگئے اب میں وعدہ کے مطابق جامعۃ الرضا جارہا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور اب ہمیں دم مارنے کی گنجائش بھی کیا ہو سکتی ہے لیکن ایک گذارش یہ ہے کہ حضرت امسال کے دورۂ حدیث کے طلبہ کی دستار بندی ضرور فرمائیں کیونکہ دستار بندی اور عرس اعلیٰ حضرت کا زمانہ قریب آرہا ہے۔

یہ سنکر حضرت نے دوسری گذارشات کی طرح اس عرض داشت کو بھی قبول فرمالیا۔ چونکہ مجھے بھی حضرت کی آمدورفت میں کلفتوں کا بھرپور احساس تھا لہذا میں مزید جامعہ میں قیام کی گذارش کی جرأت نہیں کرسکا۔

اس طرح ہم جامعہ میں بظاہر آپ کی سرپرستی سے محروم ہو گئے لیکن ہم نے کبھی اپنے آپ کو حضرت کی سرپرستی سے جدا نہیں تصور کیا اور نہ ہی حضرت نے کسی موقع پر ہمیں محروم رکھا، تعلیمی سال کے آغاز میں جب بھی افتتاح بخاری کا موقع آتا حضرت ہی سے بخاری شریف اور دیگر درسی کتابیں شروع کرائی جاتیں، دستار بندی کے موقع پر بھی حضرت قدم رنجہ فرماتے اور فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی فرماتے اس طرح آخر دم تک آپ کو جامعہ نوریہ سے لگاؤ رہا۔

نیز امام احمد رضا اکیڈمی کے تو آپ مستقل باقاعدہ سرپرست تھے اور ہمیشہ آپ کے اس محبوب ادارہ پر آپ کا فیض جاری رہے گا

تبلیغی اسفار

آپ کو سیدی ومرشدی تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد نہ جانے کونسی ساعت سعید میں اور نہیں معلوم کہ کس خوش بخت انسان نے مظہر مفتی اعظم، کے لقب سے ملقب کیا کہ پوری دنیائے سنیت آپ کو اس لقب سے پکار اٹھی، اور پھر صدر العلمانے مدۃ العمر حضور مفتی اعظم کے نقش قدم پر چل کر عوام وخواص سب کو اپنے عمل وکردار سے یہ

باور کرادیا کہ آپ بلاشبہ اس وصف سے متصف ہیں۔

سیدی حضور مفتی اعظم کے اوصاف جلیلہ میں ایک خاص وصف جس سے ایک عالم فیضیاب ہوا وہ تبلیغی اسفار ہیں۔ ہندوستان کا چپہ چپہ آپ کی تبلیغ وہدایت سے سرشار رہے اور گوشہ گوشہ آپ کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہے۔

سیدی واستاذی حضور صدر العلما جہاں عمل وکردار کے بادشاہ تھے وہیں آپ نے امت مسلمہ کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ہندوستان کے دوردراز علاقوں کا سفر فرمایا۔ بہار کے بہت سے علاقہ اس بات کے گواہ ہیں کہ حضور صدر العلما جب وہاں نگر نگر اور بستی بستی دورہ فرماتے تو عوام وخواص کہتے حضور یہ وہ علاقے ہیں جہاں بریلی شریف سے ۳۰/۲۵ سال پہلے یا تو حضور مفتی اعظم تشریف لائے تھے یا پھر آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے، حضرت کی اتباع میں آپ نے بعض علاقوں کا اس ترقی یافتہ دور میں بھی بیل گاڑی سے سفر فرمایا ہے اور بھٹکتے لوگوں کو اپنے دامن کرم میں پناہ دی ہے۔

وصال سے چند گھنٹوں پہلے یعنی رات کو ۱۰/۱۱ بجے ناگپور میں جہاں آپ نے قیام فرمایا تو وہاں موجود حضرات کا بیان ہے کہ حضرت صدر العلما سے ملاقات کے دوران آئندہ محرم کے دس روز کا پروگرام بھی طے ہوا تھا۔ اور موجودین نے عرض کیا تھا۔ حضور مفتی اعظم کے وصال کے بعد سے یہاں سلسلہ کی اشاعت کم ہوتی جارہی ہے، حضرت ہم سب پر کرم فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ وقت یہاں کئے لئے مرحمت فرمائیں، اس دورہ میں بھی حضرت کو متعدد مقامات تشریف لے جانا تھا، لیکن قضا وقدر کے فیصلے اٹل ہیں، ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ بہرحال آپ نے پیغام حق عام کرنے کے لئے حتی المقدور کبھی تکلف نہ برتا بلکہ بلا پس وپیش لوگوں کی عرض داشتیں منظور فرمائیں، لہٰذا آپ سب کی نگاہ میں ہمیشہ معظم ہی رہے۔

خلوص وللّٰہیت

آپ نے ہمیشہ اخلاص کو اپنا شیوہ بنایا، نام ونمود سے کبھی سروکار نہیں رکھا، آپ کی پوری حیات مبارکہ اس پر شاہد ہے، درس حدیث ہو یا تعویذ نویسی محض تبلیغ دین اور خدمت خلق کے جذبۂ صادق کے پیش نظر مدۃ العمر جاری رہے، آپ کے بزرگوں کی نصیحت تھی کہ تعویذ نویسی پر کبھی اجرت نہ لینا، لہٰذا آپ نے بطور اجرت کبھی تعویذ نہیں لکھا، ہاں تعویذ لے کر کوئی بطور نذر کچھ پیش کرتا تو قبول فرمالیتے کہ یہ اجرت نہیں تھی۔ آج تعویذ نویسوں نے اس کو ذریعہ معاش بنالیا ہے، آپ مظہر مفتی اعظم تھے لہٰذا جس طرح سیدی حضور مفتی اعظم نے تعویذ نویسی کو حصول زر کا ذریعہ نہیں بنایا اسی طرح صدر العلما بھی آپ کی نیابت میں آخری دم تک اس پر کاربند رہے۔

حضور صدر العلما کی سیرت وسوانح سے متعلق گوشے تو بہت ہیں سب کا احاطہ نہ میں کرسکتا ہوں اور نہ اب وقت باقی رہا، عرس چہلم شریف سے پہلے یہ مجلّہ منظر عام پر آنا ہے۔

لہٰذا اس شعر پر اس مضمون کا اختتام کررہا ہوں:

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغاز باب تھا

محمد حنیف خاں رضوی

پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلماایک مرد حق آگاہ

مولانا ابوالحسن رضوی

سالہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے را زآید بروں

مظہر مفتی اعظم، جلالۃ العلم، رئیس الاتقیا، استاذ الاساتذہ، زینت مسند صدارت، گل سرسبد باغ رضا، مقبول بارگاہ خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم، علم وعمل کا جبل عظیم، فقہ ودرایت میں مسلم الثبوت، عاشق رسول، سیدی وسندی فی الدنیا والآخرۃ، علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب محدث بریلوی اعلی اللہ تعالیٰ مقاماتہ (ولادت: ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۴۸ھ ۱۹۳۰ء وصال: ۱۸رجب المرجب ۱۴۲۸ھ ۳رگست ۲۰۰۷ء) اس مرد حق کا نام ہے جن کا واقعی تعارف کرانا آسان نہیں۔ ظاہر بیں حضرات ان کے علم ظاہری وتقویٰ پر خامہ فرسائی تو کرسکتے ہیں ان کے مقامات اصلیہ رفیعہ تک رسائی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مقامات کی تشہیر کبھی پسند نہیں کی، ہمیشہ اپنے کو عوام کے درمیان رکھا، وہ سب میں رہ کر سب سے الگ رہے، بعض اوقات ان سے نگاہ ملانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اور بعض اوقات اپنے اساتذۂ کرام کے واقعات سناتے، کوئی اچھوتہ شعر سناتے، اپنے پڑوسی اور شیدائی شفن بھائی سے عام سی باتیں کرتے، وہ حضور صدر العلما سے بہت بے تکلف رہا کرتے، اور غایت درجہ محبت کرتے، ابھی دیکھئے رضوان میاں سلمہ کی باتیں مزے لے لے کر سنی جارہی ہیں، صہیب میاں سلمہ کی کسی ضد پر مسکرارہے ہیں، اور ابھی دیکھئے تو کسی معرکۃ الآراء لاینحل مسئلہ کی گتھیاں سلجھائی جارہی ہیں۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

کا حسین منظر نظر آتا، دیکھنے والی نگاہیں کچھ نہ دیکھ پاتیں سوائے اس کے کہ ایک خاموش سمندر ہے کہیں تموج کا دور دور تک نشان نہیں، نورانی مسجد کے امام، مکتبۂ مشرق کے مالک، منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کے صدر صاحب ہیں۔

ہماری نگاہوں کی وسعت کتنی اور ہماری حیثیت کیا اس بحر ذخار کی گہرائی ناپنا آسان نہیں۔ بڑے بڑے صاحبان رفعت کے ساتھ ان کے علمی مکالمات سنے۔ سند الاتقیا حضرت علامہ مفتی مبین الدین امروھوی علیہ الرحمہ ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور دیر تک علمی مسائل پر مجلس گرم رہتی، حضرت طوطی ناپارہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کئی بار حضرت سے علمی گفتگو کرتے دیکھا، حضرت امام علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب ادام المولیٰ تعالیٰ فیوضات سے زمانۂ تدریس مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں اکثر گفتگو رہتی جس کا ذکرا کثر فرماتے اور حضرت امام علم وفن کی طباعی کا ذکر فرماتے۔

مجھ ننگ خلقت کو نو سال تک حضرت سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ ان میں پانچ سال ایسے گذرے جو حیات کی پونجی ہیں۔ اپنی بیٹھک میں پانچ سال مجھے وہ کتابیں پڑھائیں جو داخل درس نہیں تھیں یا میں پڑھ نہیں سکا تھا۔ میں نے منظر اسلام کے عہدۂ صدارت کے آخر دو سال۔ جامعہ نوریہ رضویہ کا مرزائی مسجد میں قیام اور پھر باقر گنج میں، حاجی رئیس صاحب سے زمین کی فراہمی اور سامنے کی عمارتوں

اور مینار کی کچھ حد تک اونچائی کے ایام یعنی ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۷ء حضور کی صحبت با برکت میں گذارے۔ اس وقت اس بے بضاعت پر جن شفقتوں کی برسات ہوئی، پرانے شہر کے بہت سے ذی اثر افراد اس کے گواہ ہیں بالخصوص گرامی مرتبت حضور علامہ مفتی حبیب رضا خاں صاحب، حضرت کی بارگاہ کے خاص، عالی جناب الحاج سید اسرائیل صاحب قبلہ، عالی جناب حافظ ڈاکٹر رئیس بیگ صاحب حضرت کے فدائی پڑوسی عالی جناب شفن بھائی وغیر ہم، ان نو سالوں میں میں نے اس ولی کامل کو بہت قریب سے دیکھا، کھاتے پیتے دیکھا، راستہ چلتے دیکھا، بستر استراحت پر دیکھا، مسجد میں دیکھا مدرسہ میں دیکھا، دینی محفلوں میں دیکھا۔ مسند رشد و ہدایت پر دیکھا، تعویذات لکھتے دیکھا، استفتاؤں کے جوابات لکھتے دیکھا، خرید و فروخت کرتے دیکھا، سفر و حضر، خلوت و جلوت مسجد و مدرسہ، گھر و بازار کہیں بھی شریعت مطہرہ سے سرمو انحراف نہیں دیکھ سکا۔

ایسا لگتا جس فطرت پر پیدا ہوئے اسی پر قائم رہے ان کی نشو و نما خالص شرعی ماحول میں ہوئی اور شریعت کی پابندی ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ وہ جیسا کھاتے وہی کھانے کا طریقہ۔ وہ جیسے چلتے وہی اسلامی چلن. وہ جیسا بولتے وہی بولنے کا اسلامی اصول جیسی نماز پڑھتے وہی اسلامی طریقۂ نماز. وہ جیسا مسکراتے وہی طریقۂ مصطفے. وہ جیسا بچوں کی پرورش کرتے وہی حکم مصطفے. صہیب میاں چند سالوں کے تھے کبھی کسی چیز کیلئے ضد کرتے، دینا ہوتا۔ جیب میں ہاتھ ڈالتے، پیسے نکالتے، کسی کو کہتے دلوا دو۔ اور نہ دینا ہوتا تو نہ وعدہ کرتے کہ بعد میں دوں گا نہ یہ کہتے تھوڑی دیر سے دوں گا. بلکہ فرماتے آپ کو نزلہ ہے چاکلیٹ نہیں دی جائیگی۔ اور وہ سمجھ جاتے کہ اب نہیں ملنی ہے۔ ان کو بہلانے کیلئے بھی میں نے کبھی جھوٹی تسلی دیتے. یا جھوٹا وعدہ کرتے نہ دیکھ سکا۔ ان کے سارے معاملے اسلامی، ان کا سارا برتاؤ اسلامی، جو کچھ کتابوں میں پڑھا حضور صدر العلما علیہ الرحمہ کو اسکا عامل پایا۔

جس طرح حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا دیکھنے والا یہ دعوی کرسکتا ہے کہ ان کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ، بالکل اسی طرح مظہر مفتی اعظم کے دیکھنے والے کو یہ حق ہے کہ وہ کہے کہ یہ مفتی اعظم کی چلتی پھرتی، پیاری پیاری تصویر ہے جس کو دوسرے مختصر لفظوں میں مظہر مفتی اعظم کہہ لیجئے، کہئے خوب کہئے، بساط بھر کہئے، اپنی اپنی نظر اپنا اپنا ظرف، جتنا کہہ پایئے کہئے لیکن حق یہ ہے کہ وہ جو کچھ تھے کہا نہیں جاسکتا، وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہلانا پسند نہیں کیا، وہ شہرت پسند نہیں تھے، ان پر منکسر المزاجی سادگی، خودداری، غیرت و عالی ظرفی اور گوشہ نشینی کا ایسا دبیز اور خوبصورت پردہ پڑا ہوا ہے کہ ان تک نگاہ ظاہر کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

میں نے اپنے مرتبۂ نیاز کا استعمال کرتے ہوئے ایک بار عرض کیا حضور! آپ اپنی زکوۃ کن اداروں کو دیتے ہیں، فرمایا: ''مجھ پر زکوۃ کبھی فرض نہیں ہوئی''

یہ سن کر میں اندر تک کپکپا گیا، اپنے اموال اور سونے چاندی کے زیورات پر غور کیا اور پھر یہ سوچ کر کہ تجھ سے دنیادار۔ گرفتار ہوا و ہوس اور اس مرد حق کا کیا موازنہ، اپنے قد کو اس بلند و بالا جبل علم و عمل کے سامنے رکھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہم بے حقیقت بولتے ہیں اس مرد حق سے اپنا کیا تقابل جن کو ماں کی مقدس آغوش سے ہی عشق رسول کی لوریاں ملی ہوں، جن کی تربیت ان بلند پایہ اولیائے کرام نے کی ہو، جن کے اسلامی کرداروں پر قسم کھائی جاسکتی ہو۔

جنہوں نے اس ماحول میں آنکھیں کھولی ہوں جہاں دن رات یہ تعلیم دی جاتی ہو کہ۔

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ اس مردار پہ کیا للچا نا دنیا دیکھی بھا لی ہے

ہاں ہاں! وہ آئینہ سلف صالحین تھے، وہ اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتے، سادگی، خداترسی، احکام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاسداری ان کا خاص وصف تھا۔ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسند کو پسند کرتے رہے اور ناپسند کو ناپسندیدہ ثابت کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کا نام لے لے کر ہزار ہا صاحبان جبہ دستار کی دنیا بھی اعلیٰ ہوگئی اور انشاء اللہ تعالیٰ آخرت بھی، مگر اس باغیرت شہزادے نے اعلیٰ حضرت کے نام پر دنیا نہیں کمائی ان کی نظر ہمیشہ عقبیٰ پر رہی۔

وہ چاہتے تو ان کے معتقدین کروڑ ہا ان کے قدموں میں لا ڈالتے، لیکن انہوں نے کبھی اپنی غیرت کا سودا نہیں ہونے دیا۔ ان کے خون کی قیمت لگانے کی جرأت کوئی کبھی نہ کرسکا۔ ان کا نفس امارہ ان پر کبھی غالب نہیں ہوسکا۔ بڑے بڑے صاحبان ثروت ان کے قدموں میں رہے۔ ان کے روحانی رعب ودبدبہ نے مغرور گردنوں کو جھکائے رکھا اور دنیا کو یہ درس دے گئے۔

کبھی نہ ختم کیا میں نے روشنی کا سفر ۔۔۔ اگر چراغ بجھا دل جلا لیا میں نے

ان کی حیات مقدسہ کے جس گوشے پر نظر ڈالئے ہمارے لئے نصیحت وموعظت کا بہت سا سامان موجود ہے۔

انہوں نے کتابیں کم لکھیں۔ ایک بار میں نے عرض کیا تھا حضور کی تصنیفات کم ہیں، فرمایا: وقت ہی کہاں ملتا ہے، یہ ایک مرد درویش نے کہا تھا، اس لئے غور کرنا پڑا اور دیکھا کہ واقعی قلم سے لکھنے کے لئے ان کے پاس وقت کم تھا۔ وہ نظر سے کتابیں لکھنے پر مامور تھے۔ انہوں نے اپنی درسگاہوں میں جس عرق ریزی سے اپنا خون جگر پلا کر اہل سنت وجماعت کی رہبری کے لئے علما وصلحا کی فوج تیار کی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ وہ مذہب اہل سنت کی سرحد ُسیما کے سچے چوکس محافظ اور بیدار مغز کمانڈر رہے۔ مظہر اسلام بریلی شریف میں ۱۸؍سال، منظر اسلام بریلی شریف میں ۷؍سال، جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں ۲۳؍سال، جامعۃ الرضا بریلی شریف میں کم وبیش دو سال، اس طرح نصف صدی میں ہزار ہا علمائے کرام کو اسناد دے کر ملک وبیرون ملک حق کی حمایت اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کا فریضہ ادا کرایا، مسلک حق کی ترویج کا یہ اہم کام ان کے تربیت یافتوں نے خوب سے خوب تر کیا اور اس خاموش کمانڈر نے ان پر قریب سے نظر رکھی، اور ان کی سرپرستی فرمائی۔ اپنے نوجوانوں کی ہمتیں بندھائیں، ان کو جواں ہمت وباحوصلہ رکھا.................. نواسۂ مفتی اعظم حضرت مولانا خالد علی خاں علیہ الرحمہ کی خدمات جلیلہ ہوں یا نواسۂ مفتی اعظم حضرت مولانا منان رضا خاں دامت برکاتہم کی مذہبی کاوشیں حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب کا گوہر برساتا قلم ہو، یا مفتی مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف صاحب کی جاں سوزی وشب بیداری، مولانا صغیر احمد جوکھن پوری کی گھن گرج ہو یا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کی باطل سوزی، مولانا ابوالحقانی کی حدیث دانی ہو یا مولانا صغیر اختر مصباحی کی قلم کاری۔ ان تمام جلوہ ریزیوں میں حضور صدر العلما کے خون جگر کی سرخی ضرور نظر آئے گی۔

کھنڈر یادوں کے کرید کر دیکھو ۔۔۔ ہمارے نام کا پتھر ضرور نکلے گا

میں نے یہ چند اسمائے گرامی سرسری طور پر ذکر کردئے ''اس گل سرسبد'' کی خوشبو کہاں کہاں پھیلی، کون کون سے ملک فیض یاب ہوئے، کتنی ریاستیں مہکیں، کتنے محلے مہکے، کن کن ضلعوں میں ان کی نظر سے لکھی ہوئی کتابیں پڑھی گئیں، اس کے شمار کے لئے کم از کم پچھلی صدی کا نصف آخر اور اکیسویں صدی کے پہلے ہے کی، مذہبی تاریخ کھنگالنے کی ضرورت پڑے گی تب کہیں جا کر زمانے کو معلوم ہوسکے گا کہ حضور صدر العلما نے کیسے کیسے لعل وگہر پیدا کئے اور ان کی آب وتاب سے اکناف عالم کے کون کون سے گوشے منور ہوئے۔

اور وہ دن دور نہیں جب زمانہ پکارے گا کہ وہ یگانہ روزگار تھے، وہ عاشق رسول اللہ ﷺ، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجا طور پر علمی وارث اور سنیت کے چہرے کی سرخی تھی۔

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

میں نے ان کو یاد مصطفیٰ میں روتے ہوئے دیکھا، خاص طور پر حضور صدر العلما کا سفر حج و زیارت جس کا میں عینی شاہد بھی ہوں، ایک مشکل عنوان ہے۔ جس سال جامعہ نوریہ رضویہ سے ہماری فراغت ہوئی اسی سال حضور صدر العلما زیارت حرمین کے لئے گئے، میں نے پورا سال انہیں مختلف مواقع پر ذکر مصطفیٰ کر کے روتے دیکھا۔ ان کا جذبۂ عشق رسول، اور مدینہ پاک سے ان کا قلبی لگاؤ ہمارے لئے مشعل راہ ہے، پروردگار عالم ان کی حب رسول کا صدقہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔ آمین۔ انہوں نے اپنے آبا و اجداد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے نعت رسول بھی کہی ہے۔ وہ ایک قادر الکلام نعت گو شاعر بھی تھے۔ ایک موقع پر کہتے ہیں:

روئے انور کا تصور زلف مشکیں کا خیال کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے
مجھے پروا نہیں موجیں اٹھیں طوفان آجائے شکستہ ہے اگر کشتی تو کیا غم نا خدا تم ہو

یہ شاعری نہیں ان کے قلب کی آواز ہے۔ ان کو تصنع آتا ہی نہیں تھا، وہ بناوٹ سے کوسوں دور تھے، جو ان کے دل میں ہوتا وہی زبان پر آتا۔ ان کے یہاں شاعری مقدمات تخیلیہ کا نام نہیں، بلکہ حقیقت حال کا اظہار ہے۔ ان کی صبح و شام پاکیزہ تھی وہ بندگی زلف و رخ میں جیتے تھے۔ دنیا کی رنگینیاں انہیں کبھی متاثر نہیں کر سکیں، بڑے سے بڑا طوفان ان کی شکستہ کشتی سے کترا کر گذر جاتا۔ ان کے پاس دنیادار کے لئے وقت نہیں تھا۔ صبح سے شام تک ایک یک لحہ خدمت دین مصطفیٰ کے لئے وقف تھا۔ وہ دوپہر کو قیلولہ اس لئے کرتے تھے کہ رات کی تنہائی میں مولیٰ کے حضور کھڑا رہنے میں آسانی ہو، وہ جنازوں میں شرکت فرماتے، بیماروں کی مزاج پرسی کرتے، غریبوں کے غم گسار تھے ہم دور افتادوں کے پرسان حال تھے۔

مجھے خوب یاد ہے، مدرسہ میں چھٹی کر کے میں حیدر آباد سے دیار مرشد پہنچا۔ آقاؤں کی بارگاہ میں اشکوں کی سوغات لٹا کر اپنے مسیحا کے دولت کدے پر حاضر ہوا، حسن اتفاق آپ مکتبہ میں تشریف فرما تھے، قاری عرفان صاحب بھی وہیں کتابوں میں الجھے ہوئے تھے، مجھ پر نظر پڑتے ہی کھل کر مسکرائے، میں نے دست بوسی کی تو اٹھ کر سینے سے لگایا اور فرمایا ''یہاں کوئی دن ایسا نہ جاتا ہوگا کہ تمہارا ذکر نہ ہوتا ہو'' اب مجھ جیسے ننگ خلقت کو بریلی شریف میں شاید یہ جملہ کبھی سننے میں نہ آئے۔

ان کے گرد کوئی حصار نہیں تھا، وہاں تک سب کی رسائی تھی، وہاں کسی کو مایوسی نہیں ہوتی تھی، وہاں ہٹو، بچو کا شور نہیں تھا، وہاں عرض حال کے لئے سفارش کی ضرورت نہیں تھی، امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا عالم ہو یا انپڑھ، دنیادار ہو یا دین دار، سب کو باریابی کا موقع میسر تھا، ان کی نوازشات عام تھیں، وہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق نوازتے، انہوں نے سب کی سنی، سب کے زخموں پر مرہم رکھا، وہاں لوگ روتے آتے اور ہنستے ہوئے چلے جاتے، وہ سب پر برسے، کوئی سبز و شاداب ہو گیا، کسی نے جمع کر لیا۔ کسی کا چہرہ دہلی گیا، نورانی مسجد کی محراب ہو یا منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ، جامعۃ الرضا کی مسند صدارت، ملک کے طول و عرض کے جلسے ہوں، یا بیرون ملک کے مذہبی دورے، رنگ جمال ان سے اتر نہ سکا، وہی میٹھا میٹھا، پیارا پیارا، رضا کا راج دلارا، وہی دلنواز مسکراہٹ، وہی زیر لب دلکش تبسم، نصف صدی پر پھیلا ہوا ہے۔ دور تدریس گواہ ہے کہ انہوں نے کسی طالب علم کو ایک طمانچہ نہیں مارا، لیکن رعب علمی کا یہ عالم

تھا کہ طلبا تو طلبا اساتذہ کی نگاہیں بھی ان کے سامنے جھکی رہتیں۔

شاید میں ہی وہ شخص ہوں جس کے لئے حضور صدرالعلما کا خاص حکم تھا کہ بریلی آؤ تو گھر پر ہی قیام کرو، کھانا یہیں کھایا کرو، تمہارے جاننے والے دعوت کریں تو چلے جایا کرو، ورنہ یہیں قیام کرو، پچھلے دنوں کچھ ناگزیر حالات کی وجہ سے چند سالوں تک بریلی شریف حاضری نہیں ہوئی، کئی خطوط اس مضمون کے آئے جس میں بارہا تقاضا ہوتا، بریلی آئے بہت دن ہوئے کب تک آرہے ہو؟ اب کی بارعرس میں آنے کی کوشش کرو، عالی جناب الحاج سید اسرائیل صاحب ادام المولیٰ تعالی اکرامھم جو حضور صدرالعلما کے خلیفہ بھی ہیں اور ضیاء العلوم کے صدر بھی، سید صاحب سے میرے تعلق خاطر کا انہیں علم تھا تحریر فرماتے، سید صاحب یاد کرتے ہیں انہوں نے بھی تمہیں آنے کو کہا ہے۔ افسوس! اب بریلی شریف میں ایسا انتظار کسی کو نہ رہے گا۔

میرے خط آنے کی فکر کسی کو نہ ہوگی، میرے غموں کا مداوا کوئی نہ کر سکے گا۔

مجھ سے نہ جانے کتنے ہزار ہوں گے جو اس در کی بھیک سے پل رہے ہوں گے۔ مجھ سمیت ان ہزاروں لاکھوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امیدوں کا مرکز، دلوں کا وقار آسودۂ خاک ہوگیا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم　　　تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

پہلے سفر پر آمادہ نہیں ہوتے تھے، تقریباً اس صدی عیسوی کے آغاز یا پچھلی صدی عیسوی کے آخری چند سالوں سے سفر کرنے لگے تھے، جو ان کے مذاق زندگی سے تو میل نہیں کھاتا تھا، مقررہ اوقات کے شیڈول میں تبدیلی بار خاطر ہوتی، خشکی ہوجاتی، نیند نہیں آتی، جلسوں کے ہنگامے، عقیدت مندوں کا ہجوم، پریشان حالوں کی پریشانی یہ ساری یلغار صرف اس لئے برداشت کررہے تھے کہ مصطفیٰ والوں کی تعداد بڑھے، رضا کا پیغام عام ہو، سنیت کو فروغ ملے، بدعقیدوں کی راہیں رکیں، خوش عقیدوں کو پناہ ملے، لیکن اچانک یہ کیا ہوا۔

ماکان قیس هلکه هلک واحد　　　ولکنه بنیان قوم تهدم

حضرت کی اچانک رحلت سے نہ صرف خانقاہ رضویہ کی فصل بہار رخصت ہوگئی بلکہ پوری دنیائے سنیت میں ایسا خلا ہوگیا جس کا پر ہونا نہایت دشوار ہے، مولائے قدیر اس حادثے پر دنیائے سنیت کو صبر کی توفیق عطا فرمائے، اور پردۂ غیب سے کوئی بہتر انتظام فرمائے، ان کے ساتھ عہد رفتہ کی بہت سی یادیں گئیں جوان کے سینے میں محفوظ تھیں، موت کا فرشتہ ان سے ایسے وقت ملا جب وہ وطن سے بہت دور مسلک اعلیٰ حضرت کا علم لہرانے نکلے تھے، موت کی آخری ہچکیوں میں بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا درد زندہ وسلامت رہا، یہ غم ہم سب کا مشترکہ غم ہے، ہم گرامی منزلت مولانا حسان رضا خاں صاحب، عزیز گرامی جناب رضوان میاں وعزیز محترم جناب صہیب میاں صاحب سلمھم، المولی تعالیٰ عن النوائب وزادھم المولی تعالیٰ شرفا وکرامہ، اور خاندان رضویہ کے دیگر پسماندگان کو پرسہ دیں، اور وہ ہمیں پرسہ دیں، کہ ہم بھی اندر تک لہولہان ہیں۔ ان کے داغ مفارقت کا غم گہرا ہے کہ کسی بھی پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا اور اب یہ زندگی بھر کا زخم ہے مٹے مٹے نہ مٹے۔

تم تھے تو زندگی بھی فردوس زندگی تھی　　　لے جاؤ زندگی بھی اب زندگی میں کیا ہے

ماہناموں کے چند صفحات اس بحر بیکراں کے ذکر کے لئے ناکافی ہیں غموں کا بوجھ ہلکا ہوگا تو بہت سی باتیں کہنے کو ہیں...... کہنے کی کوشش کروں گا۔　　　کفش بردار خانوادۂ رضویہ　　　فقیر محمد ابوالحسن رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلما......اخلاق حسنہ کے پیکر

مولانا عبد السلام رضوی

نمونۂ اسلاف صدر العلما، مظہر مفتئ اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کا سانحۂ ارتحال ایک عظیم و نا قابل فراموش حادثہ ہے۔ یہ چند افراد کا نہیں بلکہ پوری جماعت کا شدید المیہ ہے۔ حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان بلا شبہ ایک عالم با عمل تھے۔

حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان بڑی خوبیوں کے حامل تھے۔ علم و حکمت کے شہریار اور تقویٰ و طہارت کے سرمایہ دار تھے، جامع شریعت و طریقت اور مینارۂ رشد و ہدایت تھے، مملکت استغناؤ قناعت کے بادشاہ اور شہرت و ناموری سے دور و نفور تھے، تواضع و انکساری کے پیکر اور حسن خلق و حلم و بردباری کے مجسّمہ تھے، بزم تدریس کے صدر نشیں اور استاذ الاساتذہ تھے۔ ان شاء اللہ العزیز اس عظیم مجلّہ میں حضرت کے ان تمام محاسن و کمالات پر مضامین شامل ہونگے۔

مجھے سن ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۴ء بزمانۂ طالب علمی مظہر اسلام میں اور ۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۴ء بزمانۂ مدرسی جامعہ نوریہ رضویہ میں آپ کے زیر سایۂ کرم رہنے کی سعادت میسر ہوئی۔ اس مدت میں بار بار آپ کی زیارت و ہم نشینی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی باتیں سنیں، آپ کا اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا دیکھا، لوگوں سے آپ کا خندہ پیشانی و خوشروئی کے ساتھ پیش آنا دیکھا، نمازوں میں آپ کی اقتدا کی سعادت نصیب ہوئی، آپ کی معیت میں چند مقامات کے سفر کا موقع بھی ملا۔ میں انہی مشاہدات کی روشنی میں جو امور بروقت مستحضر ہیں ان کو سپرد قلم کرتا ہوں۔ بعض باتیں وہ بھی ہونگی جو دیگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوئیں۔

کسی دانشور نے کہا ہے اور بجا کہا ہے: شریف آدمی پہاڑ کے مانند ہوتا ہے کہ جس طرح پہاڑ تیز و تند ہوا کے جھونکوں سے بھی متحرک نہیں ہوتا بلکہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے، اسی طرح صاحب شرافت کوئی مرتبہ پانے کے بعد اتراتا اور اچھلتا کودتا نہیں ہے خواہ وہ مرتبہ کیسا ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ اور گھٹیا اور رزیل آدمی گھاس کی طرح ہوتا ہے کہ معمولی ہوا چلی اور جھومنا شروع کر دیا، اسی طرح رزیل آدمی معمولی مرتبہ ملنے پر بھی اتراہٹ اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان واقعۃً کوہ گراں کے مثل تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی عزت و عظمت اور بلند مراتب سے نوازا تھا۔ آپ ایک جید عالم دین تھے، سیکڑوں علما، فضلا اور مفتیوں کے مربی و آقائے نعمت تھے، استاذ الاساتذہ تھے، بڑی تعداد میں لوگوں کے پیر و مرشد تھے، عظیم و نامور خاندان کے فرد تھے، جس جگہ تشریف لے جاتے لوگ آپ کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھاتے، جس مجلس میں رونق افروز ہوتے صدر نشین ہوتے، اصحاب دولت و جاہ آپ کی بارگاہ میں اظہار عقیدت و نیازمندی کو اپنی عزت تصور کرتے، اور اہل علم و دانش آپ کی دست بوسی کو اپنی سعادت یقین کرتے۔

لیکن اس سب کے باوجود آپ کی کتاب زندگی میں ناز و نخوت کا کوئی نام و نشان نہ تھا، عُجب و خود پسندی سے آپ بالکل دور

تھے،،خودنمائی وخودآرائی سے کوئی لگاؤنہ تھا۔ بلکہ آپ سادگی،انکساری اور بے نفسی کے پیکرِ جمیل تھے۔

حضرت جامعہ نوریہ میں کسی ضرورت سے پرائمری درجات کے پاس سے گزرتے اور درجہ استاذ سے خالی ہوتا یا استاذ کی توجہ کسی دوسری طرف ہوتی تو چھوٹے چھوٹے بچے دوڑتے ہوئے حضرت کے پاس آتے ،سلام کرتے اور اپنے سروں پر دست شفقت رکھواتے اور خوب خوش ہوتے۔ حضرت بالکل خفا نہ ہوتے۔

جب حضرت جامعہ نوریہ سے روانہ ہوتے تو طلبہ مصافحہ کے لئے دوڑ پڑتے ،مصافحہ ودست بوسی کرتے اور سروں پر ہاتھ رکھواتے۔ یہاں تک کہ آپ کا رکشہ چلنا شروع ہوجاتا تب بھی یہ سلسہ جاری رہتا۔ جب رکشہ جامعہ نوریہ سے آگے بڑھتا تو راستہ کے ارد گرد جو لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوتے وہ حضرت کی طرف بڑھتے،قریب آکر سلام عرض کرتے اور حضرت کی طرف اپنا سر خم کر دیتے،حضرت انکے سروں پر ہاتھ رکھ دیتے،ہم طلبہ سے کہتے کہ تمہارا طریقہ درست نہیں کہ حضرت رکشہ پر سوار ہیں،رکشہ چلنے والا ہے اور تم لوگ دوڑ دوڑ کر مصافحہ کے لئے آرہے ہو۔مصافحہ کرنا ہے تو اس وقت کیا کرو جب حضرت درسگاہ میں فارغ ہوں۔لیکن ہم نے نہیں سنا کہ حضرت نے طلبہ اور دوسرے لوگوں کے اس طریقہ پر کبھی ناگواری کا اظہار فرمایا ہو۔ یہ مسلمانوں اور طلبہ پر آپ کی طرف سے شفقت ورافت اور ان کی دلجوئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نماز فجر کے بعد مدینہ کے خدام (حصولِ برکت کے لئے) پانی کے برتن حضورﷺ کی بارگاہ میں لے کر آتے۔آپ ہر ایک برتن میں اپنا دست اقدس ڈبو دیتے۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ صبح ٹھنڈی ہوتی تب بھی آپ انکار نہ فرماتے بلکہ دست بابرکت پانی میں ڈال دیتے۔ (مشکوۃ شریف جلد ثانی ص ۵۱۹)

حضرت صدر العلما کے مذکورہ حالات میں اس سنت کریمہ کا پرتو صاف نظر آرہا ہے۔

زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ ایک مرتبہ دار العلوم مظہر اسلام میں ایک مجلس کا انعقاد کیا گیا۔راقم السطور اور رفیق درس حضرت مولانا مفتی محمد یامین صاحب مفتی ومدرس جامعہ حمیدیہ مدنپورہ بنارس نے حضرت کی بارگاہ میں گزارش کی کہ حضور آج ترنم کے ساتھ اپنی کہی ہوئی کوئی نعت پاک سنادیں۔حضرت نے ٹال دیا لیکن جب ہم نے دوبارہ کہا تو راضی ہوگئے۔اور آپ نے اس مجلس میں ترنم کے ساتھ یہ نعت پاک پڑھی۔

جسکو کہتے ہیں قیامت،حشر جس کا نام ہے
درحقیقت ان کے دیوانوں کا جشن عام ہے

اساتذہ،طلبہ اور دیگر حاضرین بہت محظوظ ہوئے اور خوب داد وتحسین پیش کی گئی۔

ایک بار میں اپنے برادر اصغر ماسٹر صفدر علی کو داخل سلسلہ کرانے کے لئے دولت کدے پر حاضر ہوا تو حضرت نے بڑی شفقت ومحبت سے بٹھایا اور چائے نمکین سے تواضع بھی فرمائی۔یہ تھی حضرت کی طرف سے اپنے خدام کی دلجوئی اور اصاغر نوازی۔

حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان بہت کم سخن تھے۔اور تقریر تو بالکل نہیں کرتے تھے۔جن جلسوں میں آپ رونق افروز ہوتے انکی صدارت وسرپرستی فرماتے اور آخر میں دعا فرماتے۔حضرت کو جلسوں میں اسی لئے مدعو کیا جاتا کہ آپ صدارت وسرپرستی فرمائیں،لوگ دیدار سے مشرف ہوں اور فیوض وبرکات حاصل کریں اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہونے کی آرزو

رکھتے ہوں ان کی آرزو کی تکمیل ہو جائے۔

۱۴۰۵ھ کی بات ہے کہ حضرت مدرسہ مفتاح العلوم جامع مسجد قصبہ رامنگر ضلع نینی تال میں فارسی عربی درجات کا سالانہ امتحان لینے تشریف لے گئے۔ اس وقت مدرسۂ ہذا میں آپ کے شاگرد رشید حضرت علامہ محمد حنیف خاں مؤلف جامع الاحادیث صدر مدرس تھے۔ راقم بھی وہیں پڑھاتا تھا۔ حضرت نے دن میں امتحان لیا۔ اور شب کو جلسۂ دستار بندی میں شرکت فرمائی۔ مقرر خصوصی حضرت مولانا مختار احمد صاحب بہیڑوی تھے، آپ نے اپنی تقریر کے اختتام پر یہ اعلان کیا کہ اب حضرت صدر العلما تشریف لائیں گے اور مدرسہ کی خدمات پر اپنے تاثرات کا اظہار فرمائیں گے حضرت مائک پر تشریف لائے اور مختصر خطبہ کے بعد چند کلمات ارشاد فرمائے جو کچھ اس طرح تھے "مدرسہ مفتاح العلوم کی تعلیمی خدمات اطمینان بخش ہیں۔ اساتذہ کی حسن کارکردگی اور طلبہ کی صلاحیت اس سے ظاہر ہے کہ میں کسی طالب علم کو فیل نہیں کرسکا۔ یہ کلمات فرماکر بات ختم کردی اور بیٹھ گئے۔

لیکن جب آپ مسند تدریس پر ہوتے تو خوب تقریر فرماتے، ہماری ملاحسن آپ ہی کے پاس تھی۔ یہ علم منطق کی معیاری کتاب ہے اور دقیق مباحث پر مشتمل ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ درس کی پوری گھنٹی میں مسلسل تقریر فرماتے۔ کلام میں کوئی تکلف اور جھک نہ ہوتی۔ زبان بھی ادبی اور صاف ستھری ہوتی۔

آپ بولنے میں بڑے محتاط تھے۔ اگر کسی بات میں شک ہوتا تو اس کو یقین کے انداز میں بیان نہ فرماتے بلکہ تردیدی طور پر بیان کرتے۔ ایک مرتبہ قیام جامعہ نوریہ کے تعلق سے تفصیلاً حالات سنائے۔ لیکن جس امر میں کچھ بھی تردد ہوا اس کو حتمی انداز میں بیان نہیں فرمایا۔

آپ کی مجلس بہت پاکیزہ ہوتی تھی۔ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں چند افراد جمع ہوتے ہیں تو گفتگو کے دوران شعوری یا غیر شعوری طور پر باب غیبت بھی کھل جاتا ہے۔ حضرت کی مجلس میں اگر کسی سے یہ نادانی ہوتی تو آپ اس میں حصہ نہ لیتے بلکہ بے اعتنائی برتتے اور بات کا رخ بدل دیتے۔

حرص وطمع سے بالکل دور تھے، بلکہ طبع شریف میں حد درجہ قناعت اور استغنا تھا۔ صدیق مکرم جناب الحاج حافظ ثناء اللہ صاحب استاذ جامعہ نوریہ نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ حضرت کو موضع کھیلم لے گیا۔ وہاں رات میں جلسہ ہوا۔ صبح کو لوگ مرید ہوئے۔ انہوں نے جو نذریں پیش کیں وہ حضرت میرے سپرد فرماتے رہے۔ یہ کل ڈھائی سویا تین سو روپے تھے۔ قیام گاہ پر پہونچ کر میں نے یہ روپے حضرت کو دیے تو آپ نے سب کے سب مجھی کو عطا فرمادیے۔

قلیل الغذا تھے۔ میں نے قصبہ جسپور میں دیکھا کہ حضرت نے سنت طریقہ پر بیٹھ کر کھانا کھایا اور قلیل مقدار میں کھایا۔ طبیعت میں نفاست و پاکیزگی تھی۔ لباس سادہ لیکن صاف ستھرا پہنتے۔

سورۂ بقرہ شریف کی ابتدائی آیات میں مخلص اہل ایمان کی جو صفات مذکور ہیں ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ "وَیـقیـمـون الصلوٰۃ" اور نماز قائم رکھیں۔ حضرت صدر الافاضل اس کے تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"نماز قائم رکھنے سے یہ مراد ہے کہ اس پر مداومت کرتے ہیں، اور ٹھیک وقتوں پر پابندی کے ساتھ اس کے ارکان پورے پورے ادا کرتے اور فرائض، سنن، مستحبات کی حفاظت کرتے ہیں۔ کسی میں خلل نہیں آنے دیتے۔ مفسدات و مکروہات سے اس کو بچاتے

ہیں۔اوراس کے حقوق اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔“

حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان میں یہ صفت پورے طور پر موجود تھی، آپ بلاشک وشبہ نماز کو قائم رکھنے والے تھے۔نمازوں پر مداومت فرماتے،انتہائی پابندی سے نمازوں کو ان کے معینہ اوقات پر ان کے فرائض وواجبات وسنن ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے بڑے اہتمام سے ادا فرماتے۔جماعت اور حاضری مسجد کا بھی التزام فرماتے۔سخت سردی ہو یا سخت گرمی،لیکن نماز کے معاملہ میں آپ کی طرف سے کسی بھی طرح کا کسل نہیں ہوتا تھا۔حالانکہ نحیف وناتواں تھے اور ایسا آدمی سخت سردی سے بھی بہت متاثر ہوتا ہے اور سخت گرمی سے بھی۔

حالت حضر میں پانچوں نمازیں اپنے محلّہ کی قریبی مسجد ”نورانی مسجد“ میں ادا فرماتے۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ گھر پر موجود ہوں اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہ ہوئے ہوں،الّا بعذر شرعی۔کسی دوسری جگہ قیام ہوتا تو وہاں بھی مسجد میں جا کر نماز ادا فرماتے۔ہاں اگر کوئی دقت ہوتی مثلاً تاریکی یا راستے کی خرابی وغیرہ تو امر دیگر ہے۔

سفر کرتے ہوئے بھی اس بات کا پورا پورا خیال رہتا کہ نمازیں وقت پر ادا ہوں۔ایسا نہیں تھا کہ اگر منزل قریب ہے تو سوچ لیا کہ اب راہ میں کیا ٹھہریں منزل پر پہونچ کر ہی ادا کرلیں گے خواہ وقت یا وقت مستحب کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔بلکہ اگر ممکن ہوتا تو باجماعت مسجد میں نماز ادا فرماتے۔ عبدالسلام رضوی مہواکھیڑوی،خادم تدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما اور درس حدیث

مولانا مفتی قاضی شہید عالم رضوی

صدر العلما،مظہر مفتی اعظم ہند،شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان تواضع وانکساری،سادگی وبے تکلفی،حلم وبردباری،نرم مزاجی وخوش خلقی،شفقت ومحبت،ضبط وتحمل،کم خوری وکم گوئی،تقویٰ وپرہیزگاری،مسجد میں نماز پنج گانہ باجماعت کی پابندی،تصنع وبناوٹ سے دوری،حرص وطمع سے تنفر اور شہرت طلبی سے اجتناب جیسے اوصاف وکمالات کے حوالہ سے خاندان رضویہ میں ایک خاص شناخت اور پہچان رکھتے تھے۔اس قحط الرجال کے دور میں بھی یہ ساری خوبیاں اللہ تعالی نے آپ کی ذات میں جمع فرمادیں،یہی وجہ ہے کہ آپ مظہر مفتی اعظم ہند کے جلیل القدر لقب سے مشہور ہوئے،اگر کوئی شخص نام ظاہر کئے بغیر ان تمام صفات کا ذکر کرے تو سامع کے ذہن وفکر میں ان صفات کے مصداق وموصوف کے روپ میں صدر العلما ہی کی ذات متبادر ہوتی ہے،صدر العلما کے پاس شفقت ومحبت کے دوہرے پیمانے نہ تھے،امیر ہو یا غریب،بڑا ہو یا چھوٹا،اپنا ہو یا بے گانہ،سب کے ساتھ یکساں پیش آتے اور ایسی محبت وشفقت سے پیش آتے کہ ہر فرد کو محسوس ہوتا کہ صدر العلما سب سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے ہیں۔شہر کا جو شخص بھی اپنے گھر میں تشریف ارزانی کی دعوت پیش کرتا خواہ کوئی بھی موقع ہو تیجہ ہو یا چالیسواں یا اپنے آبا واجداد کی سالانہ فاتحہ ہو یا شادی بیاہ ودیگر تقریبات صدر العلما بطیب خاطر منظور فرماتے۔بعض لوگ صدر العلما کے تقویٰ وپرہیزگاری کو دیکھ کر یہ سمجھتے کہ جس شخص

کی نماز جنازہ صدر العلما پڑھادیں انشاء اللہ اس کی بخشش ونجات ہو جائے گی ،لہٰذا لوگ اپنے مورث کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے صدر العلما سے گزارش کرتے اور حضرت اس کا دل نہ توڑتے اور بطیب خاطر منظور فرما کر حاضر ہو جاتے۔

دین کی بے لوث خدمت کرنے میں اپنی مثال آپ تھے،نورانی مسجد جو پہلے بہت چھوٹی سی تھی اور ویران رہا کرتی تھی حضور صدر العلما نے بغیر کسی حرص وطمع کے خالصۃً لوجہ اللہ اس مسجد کو آباد رکھا،اور فی سبیل اللہ امامت فرماتے رہے،اور موقع بہ موقع اذان بھی خود ہی کہہ دیا کرتے تھے۔اسی طرح کی بے لوث دینی خدمات کی اہم اور عظیم الشان کڑی درس قرآن وحدیث ہے۔عام مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح وتربیت کیلئے درس قرآن وحدیث کا سلسلہ شروع فرمایا۔اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ شہر کے بہت سے لوگ صدر العلما کے درس حدیث سے مستفیض ہونے کے خواہش مند تھے لیکن حضرت کی مصروفیت کی وجہ سے وقت نکالنا مشکل تھا اس کے با وجود معتقدین ومتوسلین حضرت کی شفقت ومحبت بے عمل کے خلاف ان کے تنفر اور عوام کی اصلاح وتربیت کے تئیں ان کے جذبۂ ایثار سے پرامید تھے،بالآخر گرامی وقار عالی جناب سید اسرائیل صاحب ساکن پرانا شہر کی قیادت میں گرامی مرتبت حافظ اچھن صاحب ساکن پرانا شہر،عالی جناب ڈاکٹر رئیس بیگ ساکن پرانا شہر عالی جناب ڈاکٹر محمود شاہ خاں صاحب ساکن پرانا شہر اور داروغہ اعجاز الدین ساکن محلّہ عقب کوتوالی نے صدر العلما کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس عظیم دینی کام کو شروع کرنے کے لیے اپنی خواہشات کا اظہار کیا گو کہ مصروفیت بہت تھی لیکن ایک تو سید اور آل رسول کی خواہش کو تشنہ چھوڑ دینا صدر العلما کے لئے ایک مشکل امر تھا،دوسری بات یہ ہے کہ بے لوث دینی خدمات کے لیے اپنے رب کی بارگاہ سے قلب ایسا ملا تھا جو جذبۂ ایثار سے لبریز تھا منظور فرمالیا۔ہفتہ میں ایک دن یعنی جمعہ کا دن متعین ہوا،مقرر کردہ وقت پر یہ لوگ آجاتے اور درس حدیث میں شریک ہو جاتے ،دھیرے دھیرے صدر العلما کے درس حدیث کی خبر مشتہر ہو نے لگی جو سنتا درس میں شریک ہوتا یہاں تک کہ سامعین کی کثرت کی وجہ سے آپ کی بیٹھک تنگ پڑ گئی،لہٰذا نورانی مسجد میں انتظام کیا گیا جو حضرت کے گھر سے قریب ہے اور حضرت صدر العلما ہی کی ذات سے وہ مسجد آباد تھی لیکن کچھ ہی دنوں میں سامعین کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ دوسری مسجد یعنی مسجد چھ مینار کانکر ٹولہ پرانا شہر میں درس حدیث منتقل کر دیا گیا۔اگر چہ اس درس مبارک کی شروعات عوام کے لئے ہوئی تھی ،لیکن بعض علماوخواص بھی شریک ہونے لگے اور صدر العلما اس درس مبارک کے ذریعہ عوام وخواص سب کو اپنی حیات کے آخری لمحات تک مستفید ومستنیر فرماتے رہے۔درس حدیث کا آغاز نومبر ۱۹۸۲ء میں ہوا اور تقریباً تین ماہ بعد مارچ ۱۹۸۳ء میں درس قرآن کریم بھی شامل کر لیا گیا،ہر جمعہ کو طلوع آفتاب کے تقریباً ۴۵ رمنٹ کے بعد درس شروع ہوتا،دور دراز کے محلوں سے حتی کہ فرید پور جو بریلی سے تقریباً ۲۰ رکلومیٹر مسافت پر واقع ہے وہاں سے بھی لوگ آکر پہلے سے مسجد چھ مینار میں بیٹھ جاتے ۔اور وقت مقرر پر صدر العلما تشریف لاتے ۔پہلے قرآن کریم کے ایک رکوع کا ترجمہ وتفسیر اس طرح کرتے کہ ایک ایک آیت کی تلاوت کرتے پھر اس کا ترجمہ اور مختصر مگر جامع تفسیر بیان فرماتے اگر کسی آیت سے اہل سنت کے عقائد اور نظریات کی حمایت ہوتی تو اس کی نشاندہی فرمادیتے پھر مشکوۃ شریف کا درس دیتے تھے نہایت عام فہم اور آسان انداز میں ترجمہ وتشریح کرتے کہ ہر کسی کو سمجھ میں آجائے ۔مشکل الفاظ اور پیچیدہ تراکیب سے احتراز فرماتے۔دوران درس جب ایسی حدیث آجاتی جو امام اعظم کے مذہب کے خلاف ہو تو اس حدیث سے متعلق تاویل یا نسخ جو بھی ہوتا بیان فرماتے اور امام اعظم کے مذہب کے موافق حدیث بیان فرماتے،اور آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے جو احکام شرعیہ ومسائل دینیہ مستنبط ہوتے وہ بھی صدر العلما نہایت آسان اسلوب میں بیان فرماتے ،درس قرآن وحدیث کا یہ پروگرام ایک گھنٹہ کا

ہوتا، اس کے بعد لوگ یکے بعد دیگرے اپنے اپنے اشکالات ومسائل پیش کرتے اور حضرت صدر العلما ان مسائل کا جواب مرحمت فرماتے۔ عالی جناب سید اسرائیل صاحب نے کئی بار اعلان کیا سامعین صرف درس سے متعلق ہی سولات پیش کریں لیکن لوگ اس بات کی پابندی نہیں کرتے اور ہر قسم کے سوالات پیش کرتے اور حضرت صدر العلما نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب عنایت فرماتے اور غیر متعلق اور غیر ضروری سوالات پوچھنے کے باوجود کبھی بھی حضرت کی پیشانی پر شکن نہیں آتی، پھر دعا اور اس کے بعد استغفار اور کلمہ طیبہ کے ذکر کے ساتھ درس قرآن ودرس حدیث کا یہ مبارک پروگرام اختتام پذیر ہوتا، درس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مکتبۂ مشرق میں تشریف رکھتے اور بعض لوگ وہاں بھی اپنے معاملات ومسائل کو پیش کرتے اور حضرت نہایت خندہ پیشانی سے ان کا حل پیش فرماتے رہتے۔

الحمدللہ ۲۵ رسال تک یہ فیض بخش سلسلہ جاری رہا۔ تقریباً ۱۴ رسال میں قرآن کریم کا درس مکمل ہوا اس موقعہ پر لوگوں نے عوامی سطح کا بڑا اہتمام کیا، اب پھر دوبارہ قرآن کریم کا درس مکمل ہونے کو تھا اٹھائیسویں پارہ کا بارہواں رکوع ہو چکا تھا لیکن ۱۸ ررجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳ راگست ۲۰۰۷ء کو رب قدیر کی بارگاہ سے صدر العلما کو بلاوا آیا اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر جام شہادت نوش فرمایا اور اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ یکم دسمبر ۲۰۰۳ء میں مسجد چھ مینارہ کانکرٹولہ میں بحیثیت امام وخطیب اس فقیر رضوی کا تقرر ہوا اس وقت سے اب تک جب کبھی صدر العلما تبلیغی اسفار پر تشریف لے جاتے تو حضرت کی خواہش کے مطابق یہ فقیر رضوی حضرت صدر العلما کی نیابت میں درس دیا کرتا تھا۔ جس جمعہ کو حضرت کا وصال ہوا اس سے پہلے والے جمعہ میں بھی حضرت صدر العلما بریلی شریف میں تشریف نہیں رکھتے تھے اور سفر پر جانے سے پہلے اپنے خلف اوسط گرامی وقار جناب رضوان میاں صاحب کے ذریعہ اس فقیر کو یاد فرمایا حسب الحکم فقیر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا جمعہ کے دن میں نہیں رہوں گا، درس تم کو دینا ہے، اس سے پہلے کبھی بھی بلا کر درس حدیث سے متعلق کوئی ہدایت نہیں فرمائی تھی۔ حضرت کا یہ جملہ بار بار یاد آرہا ہے، گویا کہ حضرت نے دنیا سے اپنا رخت سفر باندھنے اور اس مبارک درس کے سلسلے کو آئندہ قائم رکھنے کا پیشگی ہی اشارہ فرمادیا۔ رب کریم سب کے لئے ان کے کردار وعمل کو مشعل راہ بنائے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

قاضی شہید عالم

خادم تدریس وافتا جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔ وخطیب وامام مسجد چھ مینارہ کانکرٹولہ، پرانا شہر بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما اور علم حدیث

مولانا کوثر امام قادری

''تمھارا نقش پا تو نور کا مینار ہے ساقی''

جون ۲۰۰۷ء کی بات ہے راقم بعض احادیث کی تحقیق وتفتیش کی غرض سے امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف حاضر ہوا، بانیٔ اکیڈمی نے جس اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کیا وہ بیان سے باہر ہے ہر طرح کی سہولتوں سے نوازا کئی طرح کے الجھے ہوئے مسائل سلجھ گئے، علمی تحقیق سے فراغت کے بعد بارگاہ اعلی حضرت میں باریابی کی سعادت نصیب ہوئی، دعاوزیارت کے بعد حضور تاج الشریعہ فقیہ اسلام ازہری میاں مدظلہ العالی سے شرف ملاقات کے لئے دردولت پر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت باہر دورہ پر ہیں وہاں سے مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا پہنچا وہاں یادگار مفتی اعظم فخر رضویت آبروئے سنیت صدر العلما حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں صاحب قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا دست بوسی کی ایک کنارہ میں بیٹھ گیا حضرت نے بغور دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ مجھے اپنا تعارف کرانا چاہئے میں نے عرض کیا میرا نام کوثر امام قادری ہے دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہاراج گنج میں تعلیمی خدمت انجام دیتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت مسکرائے اور فرمایا آپ کے کئی مضامین نظروں سے گذرے ''فرضی روایات کا چلن'' بڑا اچھا لگا، اتنے میں چائے بسکٹ آئی، چائے وائے کے بعد میں نے موقع کو غنیمت سمجھا، یہ میرے لئے بڑی سعادت کی بات تھی اور وہ لمحے یادگاری تھے کہ ایک ایسی ہستی کے حضور میں حاضر تھا جہاں بڑے بڑے مشائخ، صاحب افتا زانوئے ادب تہ کرتے ہیں فوراً میں نے ان لمحوں سے استفادہ کی کوشش کی اور عرض کیا حضور موضوعات حدیث کے سلسلے میں کون سی کتاب زیادہ نفع بخش ثابت ہوگی آپ نے ارشاد فرمایا موضوعات کبیر للشیخ ملاعلی قاری کا مطالعہ کیجئے اس فن میں یہ اچھی کتاب ہے۔

معاً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ملاعلی قاری حنفی ہیں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ بھی حنفی ہیں اس لئے آپ نے موضوعات کبیر کی نشاندہی فرمائی اتنے میں گویا ہوئے اور فرمایا اس لئے نہیں کہ ملاعلی قاری حنفی ہیں بلکہ اس لئے کہ انہوں نے موضوعات کی دیگر کتابوں کو سامنے رکھ کر کامل احتیاط کے ساتھ تحقیق فرمائی ہے، اور جرأت کی بجائے احتیاط سے کام لیا ہے۔

میرا دوسرا سوال تھا'' اطلبو العلم ولو کان بالصین'' کو امام ابن حبان نے لایثبت اور باطل کہا ہے اس بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا یہ ابن حبان کی تحقیق ہے انہیں جس سند سے یہ حدیث ملی اسے دیکھ کر انہوں نے حکم بطلان لگایا مگر آپ تحقیق کریں گے تو معلوم ہوجائے گا کی موضوع وباطل نہیں ہاں ضعیف ہے، اور اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ ایسا ہی اشارہ فرمایا ہے وقت کے اس عظیم عالم، جلیل الشان فقیہ، مہتم بالشان مبلغ کے ساتھ یہ چند لمحے کبھی میں بھول نہیں سکتا۔

کوثر امام قادری، بانی دارالعلوم احسن العلما لکھنورہ سیوان وخادم التدریس دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما......چند یادیں

حضرت مولانا حسان رضا خاں خلف اکبر صدر العلما

حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی صدر المدسین جامعہ نوریہ رضویہ (مرتب جامع الاحادیث) جو حضور صدر العلما کے بہت سعادت مند شاگرد ہیں انہوں نے مجھے حضور صدر العلما کی ذات وشخصیت سے متعلق کچھ باتیں قلمبند کرنے کو کہا تو انکے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے سینہ میں کچھ محفوظ یادوں کو قلم کے حوالے کر رہا ہوں۔

میں بات شروع کرنا چاہتا ہوں عالی شان نورانی مسجد سے۔جب سے میں نے ہوش سنبھالا نورانی مسجد کو میں نے آپ کا میدان عمل پایا، یہ عالی شان مسجد جب انار والی مسجد کہلاتی تھی، ایک چھوٹے سے خطۂ ارض پر ایک چھوٹا سا کڑیوں والا کمرہ، آگے ٹین کی چھت تھی، جس میں کل ڈھائی تین نمازی ہوتے تھے، ڈھائی اس طرح کہ حضور صدر العلما اپنے ساتھ مجھے بھی لے جاتے تھے جبکہ میری عمر پانچ سال رہی ہوگی۔یہ ان کی خدمت کا صلہ ہے کہ آج تقریباً تیس سال کے بعد نورانی مسجد بریلی شریف کی مساجد میں ایک عالی شان اور خوبصورت مسجد شمار کی جاتی ہے، نمازیوں کی تعداد بھی کثیر پیمانے پر ہوتی ہے، اسی مسجد میں آپ فی سبیل اللہ امامت فرماتے تھے۔میں نے آپ کو آندھی، طوفان، بارش اور دھوپ ہر موسم میں بلا ناغہ جماعت کی پابندی کرتے دیکھا۔۲۰۰۶ء میں حضرت کو غدود بڑھ جانے کی شکایت ہوگئی تھی، حالت یہ ہوگئی تھی کہ دن میں تین تین بار کپڑے نجس ہوجاتے، مگر کڑاکے کی ٹھنڈ میں ہر بار غسل فرماتے اور نماز ادا فرماتے تھے، جسم پر شدت سے کپکپی ہوتی لیکن نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔

اب سے دس پندرہ سال قبل تک ہماری زندگی کوئی خاص خوشحالی میں نہیں گزری، خاندان میں ایک شادی تھی، کچھ ضروریات کے لئے والدہ صاحبہ نے روپئے مانگے تو آپ کمرے میں جا کر تھوڑی دیر تک بکسیہ کھکھوڑتے رہے، پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ لاج رکھ لے کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔حلم وبردباری کا عالم یہ تھا کہ ایک بار گھر میں کسی کی طبیعت خراب تھی، ہر طرح کے علاج ہو چکے تھے، ایک دن میں بریلی کے مشہور ومعروف عمر دراز غیر مسلم ڈاکٹر کو بلا لایا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ عام ڈاکٹروں کے برخلاف بدزبان ہے۔ہوا یوں کہ اس نے مریض کو دیکھ کر اپنی تجویز بتائی، اس وقت میرے چچا حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب اور والد حضور موجود تھے، اس ڈاکٹر نے ابا حضور کی طرف مخاطب ہو کر فارسی کا ایک شعر پڑھا اور بولا اس کا مطلب آپ نے سمجھا؟ صدر العلما بس مسکرا دیئے۔ڈاکٹر نے کہا نہیں سمجھے، بس داڑھیاں رکھ لی ہیں علم سے کوئی واسطہ نہیں، حضور صدر العلما مسکرا دیئے پھر تو ہمارے چچا جان نے صدر العلما سے مخاطب ہو کر غصہ سے فرمایا: کچھ بولتے کیوں نہیں، اب بھی آپ مسکراتے رہے اور کچھ نہ فرمایا، تب چچا جان نے اس شعر کے پہلے تو صحیح الفاظ بتائے پھر اس کا ترجمہ کیا، اور چچا جان نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ علما کے استاذ ہیں۔یہ سن کر اس موذی ڈاکٹر کا سر شرم سے جھک گیا۔

درس وتدریس کا مشغلہ اس کثرت سے تھا کہ پڑھنے کے زمانہ سے ہی پڑھانا شروع فرما دیا تھا، جتنا پڑھا اس سے کہیں زیادہ پڑھایا۔پچاس سال سے زیادہ آپ نے بریلی شریف کے چاروں مشہور مدارس میں درس دیا۔وصال سے پندرہ دن قبل میں نے پوچھا کہ

آپ جب دوروں پر جاتے ہیں تو کیا آپ کی تنخواہ کٹتی ہے؟ فرمایا کاٹتے تو نہیں ہیں مگر میں کٹوا دیتا ہوں۔

حضور صدرالعلما کے پاس حضور مفتی اعظم کی دی ہوئی تمام اسناد تھیں، اور بزرگوں کے محبت بھرے خطوط بھی تھے، لیکن آپ نے ان تمام تبرکات کو چھپا کر رکھا، ان کی تشہیر نہیں کی۔ ان میں سب سے زیادہ اہم حضور مفتی اعظم کی سند خلافت ہے جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:"عممته عمامتي والبسته جبتي في مجلس العرس المبارك عام ١٣٨٠ھ

ایک بار حضرت مولانا ابراہیم خوشتر قادری رضوی بانی وسربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل (ماریشش) جو والد محترم کے ہم سبق، ہم پیالہ وہم نوالہ اور بچپن کے دوست تھے۔ بریلی تشریف لائے اور حضور صدرالعلما سے عرض کیا: میں تذکرۂ جمیل لکھ رہا ہوں، وہ تمام اسناد جو حضرت نے آپ کو دی ہیں مجھے عنایت فرمادیں میں اس تذکرہ میں ان کو شائع کروں گا، مگر آپ نے صاف انکار کردیا۔ پھر خوشتر صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو اسناد نہیں دے رہے ہیں، تم ان سے لے لو اور کم از کم فریم کر کے بیٹھک میں لگا دو تا کہ لوگ انہیں پہچان سکیں، مگر اس وقت میں بھی وہ اسناد حاصل نہ کرسکا۔ اب چند سال پہلے مولانا اجمل رضا صاحب نے "حیات صدرالعلما" لکھنے کا ارادہ کیا اور اس کتاب کے لئے مجھ سے اسناد مانگیں تو میں نے حضرت صدرالعلما سے یہ کہہ کر اسنادیں مانگیں کہ کاغذ بوسیدہ ہوگیا ہے آپ مجھے دیدیں میں لیمنیشن اور فوٹو کاپی کرا کر انہیں محفوظ کرلونگا، اس طرح یہ تبرکات میں حاصل کرسکا اور فوٹو کاپی مولانا اجمل رضا صاحب کو بھیجی اور یوں آپ کی اسناد دوسروں کے سامنے آسکیں جس سے حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا ابراہیم خوشتر صاحب نے اپنے وصال سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب پڑھائیں۔

آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند نے "گل سرسبد" فرمایا اور سند عملیات پر "قرة عيني ودرة زيني " تحریر فرمایا یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری زینت کا موتی۔

حضور صدرالعلما کے استاذ محترم علامہ مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان کے وصال کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند نے ایک منقبت لکھی تھی اس میں ایک شعر تھا۔

پیارے تحسین رضا سے پوچھئے　　　شعل تحسین رضا جاتا رہا

❁❁❁

اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سے حضور مفتی اعظم کو کتنا پیار تھا۔

وہ مظہر مفتی اعظم تھے، ان کا علم حضور مفتی اعظم کے علم کا مظہر تھا صورت وسیرت مفتی اعظم کی سیرت کا مظہر تھی۔ ان کا جلوس جنازہ مفتی اعظم کے جلوس جنازہ کا مظہر تھا۔ اب بریلی کی عوام انہیں ڈھونڈ رہی ہے۔ نورانی مسجد کے محراب ومنبر انہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ جامعۃ الرضا کی مسند تدریس انہیں ڈھونڈ رہی ہے، میری اور سب کی نگاہیں انہیں ڈھونڈ رہی ہیں، مگر جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری میاں سب کو اس انداز میں تسلی دیتے نظر آتے ہیں کہ:

فردوس کے باغوں سے ادھر مل نہیں سکتا　　　وہ مالک جنت کی محبت میں گما ہے

اللہ تبارک تعالی ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کا چوکیدار بنائے۔ آمین

ہمارے ابا جان..................کی یادیں اور باتیں

جناب محمد رضوان رضا خان صاحب نوری خلف اوسط حضور صدر العلما)

امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر، بریلی شریف کے ذمہ داران، اکیڈمی کے سالنامہ ''تجلیات رضا'' کا صدر العلما نمبر، نکال رہے ہیں۔ یہ حضور صدر العلما سے انکی عقیدت ومحبت ہے۔ یہ حضرات اس نمبر کو عرس چہلم میں منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ کام زیادہ ہے اور وقت تھوڑا ہے۔ اس تھوڑے وقت میں ایک ضخیم نمبر نکالنا امر دشوار معلوم ہوتا ہے، لیکن اکیڈمی کے اراکین اور ان کے معاونین خصوصاً حضور صدر العلما کے شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ کے بلند ارادے اور رات دن ان کی محنت دیکھ کر امید یہ ہے کہ ان شاء اللہ یہ حضرات اس دشوار مہم کو سر کر لیں گے۔

میں بھی چاہتا ہوں کہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے میرے ذہن میں جو یادیں ہیں انہیں لکھ دوں۔ تاکہ اس نمبر کے ذریعہ محفوظ ہو جائیں۔ ان یادوں میں کچھ ان کی ہم پر شفقت سے متعلق ہیں، کچھ ان کے معمولات کے بارے میں ہیں اور کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی نوازشوں کے تعلق سے ہیں۔

ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ میں ماریشش جانے سے پہلے ابا جان نے ایک جگہ میرا رشتہ بھیجا۔ ان لوگوں کی طرف سے یہ باتیں دریافت کرائی گئیں۔ رضوان میاں کا بینک بیلنس کیا ہے؟ نوکری کچی ہے یا پکی؟ کارخانہ کی آمدنی کیا ہے؟

ابا جان نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ بڑی محبت سے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں امیر کر دے۔ پھر افسوس کرتے ہوئے فرمایا ہمارے زمانے میں خاندان دیکھے جاتے تھے لیکن اب لوگ پیسہ دیکھ رہے ہیں۔

جون ۲۰۰۷ء میں میں نے ابا جان سے عرض کیا کہ مجھے کارخانے کے لئے کچھ روپیہ دیدیں۔ اس پر فرمایا: اب اس میں پیسہ مت لگاؤ۔ اب کی برسات میں ان شاء اللہ یہ جگہ بنوا دیں گے۔ اوپر منزل میں تم رہنا اور نیچے بھی کچھ ہو جائے گا۔

ابا جان اس جگہ کی تعمیر تو نہ کرا سکے لیکن اس جگہ کی خوش نصیبی ہے کہ وہ خود ہمیشہ کے لئے اس کے قریب میں آرام فرما ہو گئے۔ ابا جان کے وصال کی خبر کے بعد میں نے چاہا تھا کہ اسی کارخانہ کی زمین میں آپ کی تدفین ہو۔ اور اسی غرض سے میں نے ہفتہ کی صبح کو صفائی بھی کرا دی تھی۔ لیکن امریکہ سے خالہ صاحبہ کا فون آ گیا کہ میری خواہش ہے کہ تمہارے کارخانے سے متصل جو میرا پلاٹ پڑا ہے حضرت کو اس میں دفن کیا جائے۔ میں نہیں آپاؤنگی لیکن میری اس خواہش کو ضرور پورا کیا جائے۔

جامعہ نوریہ رضویہ سے جب مجھے پہلی تنخواہ ملی۔ تو میں نے لیجا کر ابا جان کی بارگاہ میں پیش کر دی، واپس کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: اسے تم رکھ لو۔ تمہارے کام آئیگی۔ اور فرمایا: پانچوں وقت کی نماز پڑھو اور شریعت کی پابندی کرو۔ اسی میں میری خوشی ہے۔ مجھے تمہارے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔

ابا جان اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ گھر کا سامان بازار سے خود ہی خرید کر لاتے تھے۔ جب ہم لوگ بڑے ہو گئے تو یہ کام ہم انجام دینے لگے۔ ہمارے یہاں کوئی خادم نہیں تھا۔

ہمارے یہاں ایک مکان تھا جس کی چھت کڑیوں کی تھی۔ اور اوپر کھپریل پڑی ہوئی تھی۔ موسم برسات میں ابا جان خود ہی

کھپریل کو درست کرلیا کرتے تھے۔

(۸) ابا جان میں حرص و طمع نام کو بھی نہیں تھی بلکہ وہ غنی طبیعت کے مالک تھے۔ اب تو بفضلہ تعالیٰ ہمارے یہاں خوش حالی ہے لیکن پہلے مالی حالات بس یوں ہی تھے۔ اس کے باوجود ابا جان تعویذ کی خدمت پر کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ اگر تعویذ لینے والوں سے معمولی رقم بھی لی جاتی تو دولت کا ڈھیر لگ جاتا۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ دوسرے لوگ تو تعویذ کا پیسہ لیتے ہیں آپ کیوں نہیں لیتے؟ فرمایا: ہماری اماں نے ہم سے کہا تھا کہ تعویذ کا پیسہ مت لینا۔ فی سبیل اللہ لکھنا۔ ہاں اگر کوئی خود سے دے تو قبول کرلینا۔

(۹) ابا جان صابر و شاکر تھے۔ ہم نے نہیں سنا کہ آپ نے کبھی مالی تنگی کا شکوہ کیا ہو یا کبھی قلت مشاہرہ کا رونا رویا ہو۔

(۱۰) غالباً ۱۹۸۲ء میں جناب قاری عرفان الحق کو ساتھ میں لیکر اپنی بیٹھک میں ''مکتبۂ مشرق'' قائم کیا۔ تین سو پچاس روپے کی کتابوں سے آغاز ہوا۔ اس سے خاص فائدہ نہیں تھا۔ مقصود یہ تھا کہ پرانے شہر کے لوگوں کو دینی کتابیں بآسانی مل سکیں۔ کیونکہ پرانے شہر میں کوئی کتب خانہ نہیں تھا۔ جس سفر میں ابا جان کا وصال ہوا اس میں قاری عرفان الحق صاحب بھی ساتھ تھے۔ زیادہ تر سفروں میں ابا جان کے ہمراہ آپ ہی ہوتے تھے۔ وہ بھی حادثہ میں شدید زخمی ہوئے۔ ابھی تک دلی ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے۔ آمین

(۱۱) ابا جان لوگوں کی دعوت پر پورے ہندوستان کا سفر فرماتے تھے۔ ایسے مقامات پر بھی جانا ہوتا جہاں سواری کا معقول بندوبست نہیں ہوتا بلکہ ٹرین یا بس سے اتر کر بیل گاڑی یا گھوڑا تانگے سے جانا پڑتا۔ یہ سواری یقیناً آپ کیلئے کوئی آرام دہ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن لوگوں کی محبت اور ان کی دلجوئی کے لئے جاتے تھے۔

ایک بار حضور تاج الشریعہ نے ابا جان سے فرمایا آپ اتنی کمزوری میں بہار، بنگال، اور دیہاتی علاقوں کا سفر نہ کیا کریں۔ تکلیف ہوتی ہے۔ ابا نے جواب دیا کہ جب میں خراب راستوں والے علاقہ میں جاتا ہوں تو لوگ بتاتے ہیں کہ پہلے مفتی اعظم ہند یہاں آتے تھے اور اب آپ آئے ہیں۔ تو میں سوچتا ہوں کہ ۲۵ / سال پہلے حضور مفتی اعظم ہند کس طرح یہاں پہنچے ہونگے۔ اور بہار کے لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کی محبت یہ زحمتیں گوارا کرنے پر مجبور کردیتی ہے۔

(۱۲) حضور مفتی اعظم ہند ابا جان سے بہت خوش رہتے تھے اور آپ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ابا جان نے بتایا کہ میری یہ نعت پاک جس کا مطلع ہے ؎

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
در حقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

بھائی صاحب (حضرت مولانا سبطین رضا خاں صاحب قبلہ) نے برائے اشاعت ماہنامہ ''نوری کرن'' بریلی شریف میں بھیج دی۔ حضور مفتی اعظم اس وقت جبل پور میں تشریف رکھتے تھے۔ آپنے وہیں یہ نعت پاک پڑھی۔ جب واپس تشریف لائے تو مجھے بلایا اور فرمایا تم اتنا اچھا کلام کہتے ہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔ نعت پڑھی تو میں نے سمجھا کہ شاید چچا میاں کا غیر مطبوعہ کلام ہے۔ لیکن جب مقطع پڑھا تو تمہارا نام آیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ پڑھ کر سناؤ۔ میں نے نعت پاک سنائی تو حضرت نے دس روپئے انعام عطا فرمایا۔

(۱۴) پھوپھا جان حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ اور ابا جان کے باہمی تعلقات بڑے اچھے تھے، دونوں ایک دوسرے کی قدر و عزت کرتے تھے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ کہیں پر ابا جان پہلے سے موجود ہوتے اور حضور تاج الشریعہ تشریف لاتے تو ابا جان کھڑے ہو جاتے، اور یہی طریقہ ابا جان کے لئے ان کا تھا۔

حضرت پھوپھا جان تاج الشریعہ نے ہمارے سروں پر دست شفقت رکھا، ہم سب بھائیوں کی دلجوئی فرمائی، ہماری ہمتیں بندھائیں، اور ہمیں امید ہے کہ حضرت اسی طرح ہماری سرپرستی فرماتے رہیں گے اور ان کی شفقتیں ہمیں حاصل رہیں گی، اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ شفقت ہمارے سروں پر وائم رکھے۔

ابا جان کی حادثاتی رحلت کی خبر سن کر ہم لوگ ہوش کھو بیٹھے۔ نہ کھانا پینا اچھا لگتا تھا اور نہ کسی سے بات کرنا۔ دل کو کسی طرح چین نہیں آتا تھا، ہر اولاد کا اپنے باپ کی موت پر یہی حال ہوتا ہوگا۔

کہتے ہیں وقت ہر زخم کا مرہم ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غم کی شدت کم ہو جاتی ہے اور یہ بھی اللہ کا فضل ہے ہم لوگ بھی رفتہ رفتہ اپنے معمولات کی طرف لوٹ رہے ہیں، غم میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔

ہم نے دیکھا کہ ہم بھائیوں کو اور اقربا کو تو غم تھا ہی لیکن اہل سنت کے خواص و عوام بھی کم دکھی نہیں تھے، خصوصاً پرانا شہر کے لوگوں کو ابا جان کی جدائی کا بہت رنج تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ابا جان طریقوں کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

محمد رضوان خاں نوری خلف اوسط صدر العلما کانکر ٹولہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما کی کہانی ....بیٹے کی زبانی

جناب صہیب رضا خاں خلف اصغر حضور صدر العلما

جو ایک بار اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے، لیکن کچھ لوگ ایسے دنیا میں تشریف لائے ہیں جو اپنی زندگی کی شروعات سے لے کر آخری سانس تک دین اسلام کی خدمت میں گزار دیتے ہیں اور اس فانی ہونے والی دنیا کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کتنی ہی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر حال میں شکریہ ادا کرتے ہیں غریبوں بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں اپنی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسروں کے دکھ درد زندگی بھر دور کرتے ہیں۔ یہ چمک دمک والی دنیا کے لوگ جن کی آنکھیں چمک سے دھندلا چکی ہوں ایسی شخصیات کو ان کے جانے کے بعد ہی پہچانتے ہیں کیوں کہ وہ اپنی چمک جاتے وقت دکھاتے ہیں۔ انہیں ان کی زندگی میں پہچاننے کے لئے آنکھ والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری عمر ابھی تقریباً ۲۴ رسال ہے لیکن میں اللہ کا شکر ادا کروں گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بچپن میں ہی وہ آنکھیں عطا فرمائیں کہ میں نے اپنے والد محترم کو بخوبی پہچانا اور چھ سال کی کم عمری میں یہ جائزہ لے لیا کہ ان سے اچھا مرشد کامل نہیں مل سکتا اور ان کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔ کہتے ہیں کہ باپ جسم کا مربی ہوتا ہے اور مرشد روح کا مربی ہوتا ہے، میری خوش نصیبی تو دیکھیں جو رشتہ میرا اس دنیا میں صدر العلما سے ہے وہ

واحد ہے کہ میرے جسمانی وروحانی مربی وہی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا۔ میں نے اپنے والد محترم کی نماز کبھی قضا ہوتے ہوئے نہیں دیکھی وہ ہمیشہ نماز پنجگانہ پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے چاہے کتنی بھی سردی ہو۔ نماز فجر بھی اس ضعیفی کے عالم میں نورانی مسجد میں ادا کرنے جاتے، اس کے بعد گھر لوٹ کر ناشتہ کرتے، پھر مدرسے جانے کی تیاری کرتے، مدرسے سے لوٹنے کے بعد کھانا تناول فرماتے پھر ایک گھنٹہ قیلولہ کرنے کے بعد نماز ظہر ادا کرتے۔ مسجد سے لوٹتے وقت لوگوں کی آمد ورفت شروع ہو جاتی مکتبہ مشرق میں بیٹھ کر تعویذات لکھتے، ہر ایک سائل کی بات غور سے سنتے اور مختلف پریشانیوں کے تعویذات عطا کرتے، پھر عصر کا وقت ہو جاتا نماز عصر کے بعد بھی اکثر یہ سلسلہ مغرب تک چلتا۔ نماز مغرب کے بعد تھوڑا سا وقت ہم گھر والوں کو بمشکل مل پاتا، عشا کے بعد مطالعہ کرتے پھر سو جاتے۔ کھانے میں ہمیشہ دوپہر ورات کو دو چپاتی روٹی اور بکری کا شوربہ حضرت عالی مرتبت کی پسند تھا۔ صبح ناشتہ چائے اور پاپے سے کرتے اور ایک کپ چائے ظہر سے قبل نوش فرماتے بیچ میں کبھی بھی کچھ نہ کھاتے، رات کو جلدی سوتے صبح فجر سے قبل بیدار ہوتے۔ یہ سلسلہ تقریباً میں نے پچھلے ۲۰ رسال سے دیکھا۔ سادہ سفید سوتی کرتا پیجامہ پہنتے اوپر صدری اور ٹھنڈ کے موسم میں شیروانی پہنتے۔ شفقت ومحبت کا یہ عالم کہ ہر شخص یہ خیال کرتا کہ حضرت سب سے زیادہ محبت مجھ سے رکھتے تھے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے بعد بھی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی دروازے پر دستک دیتا تو خود ہی بڑھ کر دیکھ لیتے۔ ہر ایک چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، سب سے بے حد خوش اخلاقی سے پیش آتے، پریشانیوں میں صبر کرتے اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرماتے، آدمی جس جگہ رہے اس کے مقامی لوگ اس کی عزت کریں ایسا کم ہوتا ہے لیکن حضرت کا معاملہ یہ تھا کہ دوسرے شہروں سے زیادہ چاہنے والے والد صاحب کے بریلی شریف میں ہیں جس گلی میں ہمارا غریب خانہ ہے اس میں زیادہ تر حضرات ابا حضور سے ہی بیعت ہیں۔ بریلی شہر کے علاوہ بریلی کے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی آپ اکثر جاتے سادگی کا یہ عالم کہ اگر کوئی رکشہ لے آئے تو رکشے میں بیٹھ کر فاتحہ دینے چل دیتے۔ ایک بار کسی سے وعدہ کر لیتے تو چاہے کچھ بھی ہو جائے اپنے وعدے پر عمل کرتے۔ ایک مرتبہ کی بات ہے نماز عصر کے بعد میرے بڑے بھائی حسان رضا خاں صاحب، میں اور میرے والد محترم جیسے ہی مسجد سے باہر نکلے تیز بارش ہونے لگی۔ ابا حضور کو کوئی فاتحہ میں شرکت کے لئے مدعو کر گیا تھا میں نے اور بھائی صاحب نے والد صاحب کو یہ کہکر بہت روکنے کی کوشش کی کہ بارش تیز ہے آپ رک جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے وعدہ کر لیا ہے اب تو جانا ہی ہوگا کہکر سیدھے رکشہ میں بیٹھ کر چل دئے۔ ہم لوگ دیکھتے رہ گئے۔ ابھی حال ہی کی بات ہے کہ میرے پھپھا جان تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری (جو میرے والد کے بھانجے بھی ہیں اور بہنوئی بھی) کے صاحبزادے عسجد بھائی نے خواب میں حضور مفتی اعظم ہند کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں تحسین میاں سے اپنے والد کے لئے تعویز لاؤ جس سے انکی آنکھوں کو فائدہ پہنچے۔ بات آئی گئی ہو گی کچھ دنوں کے بعد عسجد بھائی کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ نے حضور مفتی اعظم کو جاگتے میں دیکھا کہ حضرت جلال میں ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے عسجد سے کہا تھا کہ اختر میاں کے لئے تحسین میاں سے تعویذ لاؤ۔ انہوں نے اپنے خادم کو صدر العلما کی بارگاہ میں بھیجا اس وقت میں ابا حضور کے پاس موجود تھا تو اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔ ابا حضور نے پھپھا جان کے لئے تعویذ تیار کیا اور فرمایا اس آنکھوں کے تعویذ کی خصوصی اجازت مجھے حضور مفتی اعظم نے عطا فرمائی تھی، جو انہیں جتنا جانتا اتنا گرویدہ ہو جاتا تھا میں نے ایسے ایسے لوگوں کو ان کا مرید ہوتے دیکھا ہے جنہیں کوئی پیر پسند نہیں آتا تھا جو بیحد دنیادار ہوتے یا پھر بہت زیادہ دیندار ہوتے اور انہیں سچے مرشد کامل کی تلاش ہوتی۔ کچھ وقت سے ابا حضور کے ساتھ مجھے بھی دوروں پر جانے کا شرف حاصل ہوا چند سال پہلے کی بات ہے میں ابا حضور کے

ساتھ لدھیانہ جو پنجاب کا ایک شہر ہے گیا، بیحد تکلیف کا سامنہ کرنا پڑا لوگ تو محبت میں یہ چاہتے ہیں ایک ایک گھر میں حضرت جائیں اور فاتحہ پڑھیں وہی ہوا تین دن تک اس دورے میں صبح سے شام تک لوگوں کے گھر جانا اور رات کو جلسے میں شرکت کرنا، بیحد گرمی کا موسم ، بیت الخلا کی چھت تک نہیں ، غرض یہ کہ مجھ جیسے جوان آدمی کو بخار آ گیا، لیکن ابّاً حضور کی ہمت اور ان کی طاقت سبحان اللہ بیشک وہ روحانی طاقت تھی جو انہیں اہل سنت کی خدمت انجام دینے کے لئے ہمیشہ ساتھ رہتی ۔

تین مرتبہ میرا ابّاً حضور کے ساتھ ماریشس بھی جانا ہوا میں نے دیکھا کہ وہ ہمیشہ سفر میں بھی نماز کی پابندی فرماتے ایروپلین میں بھی نماز ادا کرتے اور اگر ٹرین چلتی ہوتی تب بھی نماز ادا کرتے ۔

ایک مرتبہ میں نے ابّاً حضور سے دریافت کیا، کہ چلتی ٹرین میں نماز ہوتی نہیں ہے پھر آپ نماز کیوں ادا کرتے ہیں، رکنے کا انتظار نہیں کرتے ؟ جب رکتی ہے تو دوبارہ ادا کرتے ہیں ۔تو انہوں نے فرمایا ایسا میں حرمت وقت کے لئے کرتا ہوں ۔ پھر دہرا لیتا ہوں آخری مرتبہ جب پچھلے بارہ ربیع الاول شریف کو ابّاً حضور کے ساتھ ماریشس میں تھا تب وضو کرتے وقت ابّاً حضور کا پیر پھسل گیا اور پیٹھ کی ہڈی میں چوٹ لگ گئی تھی معلوم یہ ہوا کہ باتھ روم میں رکھی کرسی جس پر بیٹھ کر ابّاً حضور پیر دھوتے تھے وہ کسی نے صفائی کے دوران ہٹا دی تھی ، نماز کی جلدی میں انہوں نے ایک پیر اٹھا کر واش بیسن میں پیر دھونا چاہا تو پیر پھسل گیا ۔ درد اتنا تھا کہ سیدھا بیٹھنا مشکل تھا، سات گھنٹے فلائٹ کے دوران درد اور بڑھ گیا، پھر وہاں سے ٹرین کے ذریعہ بریلی شریف لوٹنا تھا ۔ جب ہم دلی پہنچے تو میرے پاس حضور تاج الشریعہ کا فون آیا، انہیں ابّا حضور کے گرنے کی خبر مل گئی تھی ، انہوں نے فرمایا میری گاڑی منگوالی ہوتی ابّا کو گاڑی سے لے کر آنا، پلیٹ فارم پر کافی چلنا پڑے گا، لیکن پہلے سے ریزرویشن ہونے کی وجہ سے یہ طے ہوا کہ ٹرین سے واپسی ہوگی ۔

جب ٹرین دلّی سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئی تو کچھ ہی دیر میں عصر کا وقت شروع ہو گیا ۔ ابّا حضور وضو کے لئے اٹھے میں بھی سہارا دیتا ہوا ان کے ساتھ ساتھ ٹرین کے واش بیسن پر آیا اور ابّا حضور وضو فرمانے لگے جیسے ہی پیر دھونے کی باری آئی ابّا حضور نے پھر ویسے ہی داہنا پیر واش بیسن کی طرف بڑھایا، میری روح کانپ گئی اور میں نے دونوں ہاتھوں سے واش بیسن کو پکڑ کر ابّا کو سہارا دیا ۔ جس چوٹ کے درد کی شدّت سے صدر العلما بیٹھ بھی نہیں پا رہے تھے نماز کی محبت میں سب بھول جاتے ۔

عرس رضوی کا قل شریف ابّا حضور اکثر خانقاہ شریف میں یا منّانی میاں کے گھر کے کسی کمرے میں بیٹھ کر کسی عام آدمی کی طرح کرتے رہے سادگی کی وجہ سے باہر سے آئے مہمان انہیں اکثر پہچان نہ پاتے کہ وہ خانوادۂ رضویہ کے کتنے عظیم فرد ہیں ۔

دنیا میں کون ایسا مرید ہوگا جو نہ چاہے کہ اس کے پیر کو لوگ پہچانیں میں بھی ایک عام انسان ہوں میں نے جب ہوش سنبھالا تو میں نے آپ سے ضد کی کہ آپ کو اسٹیج پر رونق افروز ہونا چاہئے اور علماء کی طرح جبّہ عمامہ پہننا چاہئے میری بے حد ضد پر وہ گزشتہ دو تین سال سے ازہری مہمان خانے کی تقریب میں شرکت فرماتے تھے لیکن کئی مرتبہ باہر کے مہمان ہونے کی وجہ سے ان کی ذات کو نہ پہچان پاتے اور ان کے ساتھ اسٹیج تک پہنچنا مشکل ہوتا اور کئی بار دھکّا مکّی کا سامنا بھی کرنا پڑا ۔

ان کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان جیسی سادگی ، عاجزی انکساری ، زہد و تقویٰ ، دین کے لئے اپنے دکھ درد بھول کر خدمت دین کا جذبہ ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آتا ۔ یہ میں نہیں کہتا بریلی کے سمجھدار عوام جنہوں نے مفتئ اعظم کی صحبت پائی پھر مظہر مفتئ اعظم سے فیضیاب ہوئے ان کے دل کی آواز ہے ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تینوں بھائیوں میں ہمیشہ میل جول باقی رکھے اور ہمارے ابا حضور نے جو راہ ہمیں دکھا گئے، ہمیں اس پر چل کر نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے اور ہمیں خانقاہ صدر العلما کی عزت وشان قائم ودائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، وہ بھلے ہی آج ہمارے بیچ نہیں ہیں، مگر ان کی یادیں ہمارے دل میں زندہ ہیں اور جیسے ہم ان کی زندگی میں فیضیاب ہوتے تھے، آج ان کے روضۂ مبارک پر جو دعا مانگ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما رہا ہے۔

میرا ایک دوست زمین خریدنا چاہتا تھا، لیکن کسی وجہ سے اڑچنیں آ رہی تھیں مجھ سے کہا کہ ابا حضور کے مزار شریف پر آپ دعا کریں، میں نے جس رات دعا کی دوسرے ہی دن زمین کا بیعنامہ ہو گیا یہ ہے اللہ کے ولیوں کی شان۔

کام وہ لے لیجئے تم کا جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پے کروڑوں درود

صہیب رضا خاں　　　صاحبزادہ حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ

صدر العلما اپنے اشعار کے آئینہ میں

صغیر اختر مصباحی

جملہ اصناف سخن میں نعت گوئی اگرچہ مشکل ترین صنف ہے بقول حسان الہند امام احمد رضا قدس سرہ تلوار کی دھار پر چلنا ہے مگر پر شوق بصیرت ہر دشوار گزار مرحلہ بہ آسانی طے کر لیتی ہے اور شستہ وپاکیزہ اسلوب کے ذریعہ اپنے سرکار کرم، رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مخلصانہ وغلامانہ خراج عقیدت پیش کرنا اپنی سعادت سمجھتی ہے۔

نعت گوئی کا اصل محرک جذبۂ عشق رسول ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو بارگاہ خداوندی سے عشق رسالت کی عظیم دولت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان وعمل کا کوئی تصور ہے ہی نہیں۔

یہ عشق رسول جتنا زیادہ ہوگا اسلوب بیان، طرز فکر اور مضمون نگاری اتنی ہی مثبت، پائیدار اور نتیجہ خیز ہوگی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی گرانقدر شخصیت میں یہ دولت بے بہا بدرجہ اتم تھی، ان کے عشق رسالت کو ان کے ان اشعار سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں۔

الروح فداك فزد حرقا، یك شعله دگر برزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا　　　جس کو ہو درد کا مزہ، ناز دوا اٹھائے کیوں

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

اے عشق ترے صدقے، جلنے سے چھٹے سستے　　　جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے

ممدوح محترم صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہ نے عشق رسول کا سرمایہ اپنے اجداد سے وراثت میں پایا اور اس سرمایہ نے فکر رسا کو ذوق نعت بخشا۔ آپ کی فکر رسا سے نکلنے والا پہلا شعر ہمارے دعوی کا بین ثبوت ہے۔ فرماتے ہیں۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہونچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

اس کا پس منظر یہ ہے کہ مبلغ اسلام مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب (جو آپ کے مخلص دوست اور عزیز ساتھی تھے) نے ایک طرح مصرع پر لکھنے کو مجبور کیا تو آپ نے اس کا پہلا شعر یہ تحریر فرمایا اور یہیں سے آپ کی شاعری کا آغاز ہو گیا۔

یوں تو صدر العلما کی کی شاعری بہر لحاظ گوناگوں خوبیوں کی جامع ہے اور ہر پہلو سے اس پر گفتگو کی جا سکتی ہے مگر اس موقع میں ان کا ایک خاص رنگ ظاہر کرنا چاہتا ہوں یعنی مدینہ منورہ سے غایت درجہ وابستگی اور یہ سب کچھ ان کے اشعار ہی کی روشنی میں ہے، بلفظ دیگر ''ان کی کہانی ان کے اشعار کی زبانی'' یعنی اب جو اشعار استعمال کئے جائیں گے وہ حضرت صدر العلما ہی کے ہیں۔

آپ وقتاً فوقتاً طبع آزمائی فرماتے رہے، آپ کا کلام اہل علم طبقہ میں پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا رہا، احباب و متعلقین تو اپنی جگہ خود حضور مفتی اعظم ہند خوب خوب پسند فرماتے۔ ایک مرتبہ جب آپ نے اپنی منظوم نعت پاک جس کا مطلع ہے۔

جس کو کہتے ہیں قیامت، خلد جس کا نام ہے
درحقیقت ان کے دیوانوں کا جشن عام ہے

حضور مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں سنائی، حضرت بہت محظوظ ہوئے جب مقطع پڑھا تو حضرت نے فرمایا! اچھا تمہارا کلام ہے میں تو سمجھ رہا تھا کہ چچا جان (استاذ زمن) کی کوئی غیر مطبوعہ نعت ہے۔

وہ کوئی اور عشق ہوتا ہے جو زیاں اور تباہ کاری کا سبب ہوتا ہے، عشق رسول تو بہر صورت بار آور اور نفع بخش ہوتا ہے، اگر جذبۂ عشق کامل ہو تو دنیا کی ہر شئی بے رنگ و نور نظر آتی ہے، عاشق رسول غموں سے آزاد ہو جاتا ہے، وہ ایسا پختہ خیال اور ثابت قدم ہوتا ہے کہ آلام و مصائب روزگار اس کے جذبات کو سرد نہیں کر پاتے ہیں، وہ محبت میں غرق رہتا ہے، اس کو فنائیت و فدائیت کا مقام بلند حاصل رہتا ہے۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتا ہے کہ۔

مرے دل میں محبت ہے، مرا دل ہے عبادت میں
تصور میں مدینہ ہے، میں ہوں ہر وقت جنت میں

یا بلفظ دیگر۔

طیبہ کا تصور کیا کہئے، اک کیف کی حالت ہوتی ہے
جس سمت نگاہیں اٹھتی ہیں، بس سامنے جنت ہوتی ہے

اس کی ایک یہ بھی خواہش ہوتی ہے۔

یارب دل تحسیںؔ کی بھی برآئے تمنا — آجائے بلاوا درِ سرکارِ کرم سے

اور اپنی ہر آرزو کا نچوڑ یوں بتاتا ہے۔

مری ہر آرزو کا ماحصل تحسین بس یہ ہے
کسی صورت پہنچ جاؤں میں دربار رسالت میں

کبھی دل کا حال زار یوں بھی کہہ دیتا ہے۔

طیبہ کی بہار دلکش کا جب تذکرہ کوئی کرتا ہے
اس وقت مریض الفت کی کچھ اور ہی حالت ہوتی ہے

بلکہ یوں بھی کہہ اٹھتا ہے۔

احساس فزوں جب ہوتا ہے اس باب کرم سے دوری کا
وہ قلب ہی جانے بیچارہ جو قلب کی حالت ہوتی ہے

اور اسے کبھی یہ تک کہنا پڑتا ہے۔

زیارت روضۂ سرکار کی اک بار ہوجائے
پھر اس کے بعد چاہے یہ نظر بے کار ہوجائے

اللہ کریم بڑا کارساز ہے، دلوں کا رازداں ہے، اس کی سرکار میں جذبۂ صادق کی حقیقی قدر ہے، اس کے یہاں دیر ہو تو ہو مگر اندھیر کبھی نہیں ہے۔ آخرش دعا قبول ہو کر مژدۂ جانفزا سناتی ہے، وہ رخت سفر باندھکر پروانہ وار چل دیتا ہے اور یہ کہہ کر سفینہ پر سوار ہوجاتا ہے۔

کرم ان کا اگر اپنا شریک کار ہوجائے
تلاطم خیز طوفانوں سے بیڑا پار ہوجائے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیز و تند اور سرکش موجوں کی زد پر آکر صحیح و سالم کشتیاں بھی حوصلہ کھو بیٹھتی ہیں مگر ہر طوفان بلا کو خاموش کردینے والی ایک نگاہِ معتبر کے سہارے شکستہ و ناہموار کشتیاں بھی کنارے لگ جاتی ہیں، ذرا دیکھیں کہ وہ اس نگاہ معتبر پر اعتماد کرکے کس بے اعتنائی و بے نیازی سے عرض مدعا کر اٹھتا ہے۔

مجھے پرواہ نہیں موجیں اٹھیں، طوفان آجائیں
شکستہ ہے اگر کشتی تو غم کیا؟ ناخدا تم ہو

اور کبھی یوں بھی کہتا ہے۔

مجھے پرواہ نہیں موجیں اٹھیں، طوفان آجائے
نگہبان دوعالم میری کشتی کا نگہباں ہے

کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے۔

ڈوبنے والے نے ان کا نام نامی جب لیا
موج ساحل بن گئی، طوفاں کنارا ہوگیا

اپنے رب کے فضل و کرم اور اپنے رسول کے لطف اعم سے وہ ہر دشوار گزار مرحلہ طے کرتا ہوا حدودِ حرم میں قدم رکھتا ہے، لیجئے اب وہ مکہ معظّمہ میں داخل ہو رہا ہے دیکھتے ہی دیکھتے مسجد حرام میں داخل ہوگیا، سامنے خانۂ کعبہ ہے، شوق عبادت محو نیاز ہے، جبیں عقیدت بیتابانہ سجدے کئے جارہی ہے، کیف و سرور اور رحمت و نور کے دلاویز مناظر اس کے ذوق عبادت کو پروان چڑھاتے ہیں، بارگاہ عظمت میں سجدوں پہ سجدے کئے جارہا ہے، یہ اس کا روزمرہ کا عمل ضرور ہے مگر اس کی تلاش کچھ اور ہے اسی جستجو میں در و دیوار حرم سے کان لگا دیتا ہے، ایک طرب انگیز صدا نے دل کی دھڑکنیں تیز کردیں، کہنے والے نے کیا کہا؟ سننے والے نے کیا سنا؟ لیجئے لیجئے وہ آپ کو بھی سناتا ہے۔

دیکھو مری آنکھوں سے در شاہ اُمَم کو
آتی ہے صدا یہ در و دیوار حرم سے

صدا کیا آئی؟ بے چینی اور بڑھ گئی، دل نے وہ ہنگامہ برپا کر دیا کہ رکنا مشکل ہے۔ آخر دل کی مراد پوری ہوئی، مدینہ منورہ کے لئے رخت سفر باندھا اور چلدیا۔ شوق کا عجب عالم ہے مستانہ وار چلا جا رہا ہے، مدینہ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے، راستے کے دل ربا مناظر جذبات کو اور بھڑکا رہے ہیں کیوں کہ

نظر میں جذب ہیں رنگینیاں گلزار طیبہ کی

حالانکہ وہ دل کو تسلیاں دیتا جا رہا ہے، لیجئے اس کی تسلی کا انداز دیکھیں۔

دل کو یہ کہکر رہ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں آ گئی منزل تری بس اور اک دوگام ہے

دشت طیبہ پر نظر پڑتی ہے، طرب انگیز اور کیف ساماں مناظر دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے۔

طرب انگیز ہے، راحت فزا ہے، کیف ساماں ہے یہ کوئی گلستاں ہے یا مدینے کا بیاباں ہے

یا یوں سمجھ لیں۔

جس نے دیکھا بیابان طیبہ اس کو رضواں کی جنت نہ بھائی

طرح طرح کے خیالات سطح ذہن پر مرتسم ہوتے ہیں، وہ یوں بھی کہتا ہے۔

جو مجنوں بن کے کھو جائے خیال دشت طیبہ میں
اسے آغوش میں لینے نہ کیوں خلد بریں آئے

پھول تو پھول وہ یہاں کے کانٹوں کا بھی احترام کرتا ہے وہ بھی اس شان سے۔

دیار پاک کے کانٹوں سے کر کے دوستی ہمدم
ریاضِ خلد کے پھولوں کو اپنا راز داں کر لیں

اب مدینہ بالکل سامنے ہے، وہ وارفتہ شوق چلا جا رہا ہے مگر دل کی بے چینی تھمنے کا نام نہیں لیتی، آخر اسے کہنا پڑتا ہے۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

وہ پہنچ بھی گیا، خوشگوار اور مشکبار شاہراہوں سے گزر کر در نبی پر پہونچ جاتا ہے۔ محبوب کا در جنت سے کم نہیں ہوتا وہ اب جنت میں داخل ہو رہا ہے۔

مگر پاؤں بوجھل ہیں، خیالات منتشر ہیں کچھ بھی کہہ پانے کی ہمت نہیں ہے بہت کچھ کہنے آیا تھا میں اب کچھ بھی کہنے کی سکت کھو بیٹھا ہے، حالانکہ یاد سب کچھ ہے مگر کہے تو کیسے؟ رقت طاری ہے لرزہ براندام ہے اور زبان گنگ ہے، اپنی ساری ہمتوں کو یکجا کیا اور سراپا فریاد بن کر عرض گزار ہے۔

وہ سنتے ہیں زمانہ سرگزشت غم سناتا ہے
ذرا موقع جو مل جائے تو کچھ ہم بھی بیاں کر لیں

اور موقع ملتے ہی فوراً عرض کر دیتا ہے:

تمہارا نام لیوا ہے گدائے بے نوا تحسین کرم کی اک نظر اس پر بھی اے سرکار ہو جائے

دعا حقیقت بن جاتی ہے اور نگاہ کرم اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ گدائے بے نوا کو شرف یاب کرتی ہے پھر کیا؟ مچل کر کہہ اٹھتا ہے......

مری جانب نگاہ لطف سردار رسولاں ہے مقدر پہ میں نازاں ہوں مقدر مجھ پہ نازاں ہے

اس نگاہ کرم نے اسے اپنی پہلی حالت پر لوٹا دیا۔ایک بار پھر آستان اقدس پر نظر پڑتی ہے دل کی حسرت انگڑائی لیتی ہے اپنی جبین شوق کو مزید پر وقار بنانے کیلئے اپنی دلی خواہش کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

وفور شوق میں مل کر جبین کو آستانے سے نشان سجدۂ توحید کو جنت نشان کر لیں

مگر نشان توحید کو جنت نشاں کریں تو کیسے؟ کیا پیشانی اس قابل ہے بھی؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں! پیشانی اس قابل ہے ہی کہاں۔

منظور نہیں ہے کہ وہ پامال جبیں ہو یوں سجدہ کرایا نہ در پاک پہ ہم سے

اس بارگاہ کی حاضری کیلئے تسکین خاطر بھی ضروری ہے، جس کے لئے کوشش جاری ہے، دل کو سمجھا بجھا کر در دولت پر بٹھا دیا اور بے قراری دل کو قرار آنے لگا، دنیا سے بے نیاز بارگاہ کرم میں حاضر رہ کر مختلف خیالات کے سہارے محو گفتگو ہے مثلاً۔

امام الانبیاء تم ہو رسول مجتبیٰ تم ہو جو سب کے پیشوا ہیں ان کے آقا پیشوا تم ہو

اور کبھی یہ کہتا ہے۔

تری ذات مبارک وجہ تخلیق دو عالم ہے یہ الفاظ دگر تیرے لئے دنیا و دیں آئے

کبھی خیال اور بلند ہو جاتا ہے۔

روئے انور کا تصور، زلف مشکیں کا خیال کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

پر کیف نظاروں میں گم ہے، اٹھنے کو جی نہیں چاہتا، جرأت شوق یہاں تک بڑھی کہ ہنگامہ محشر کو بھی خطاب کر دیا۔

بیٹھے ہیں یہاں چھوڑ کے نیرنگی عالم ہم کو نہ اٹھا حشر درشاہ امم سے

لیکن وہاں بیٹھے رہنا اپنے اختیار میں نہیں، اٹھنا ہی پڑتا ہے، باہر آیا آخر کار اٹھتا ہے، اب روضہ انور کا بیرونی اور بالائی منظر سامنے ہے، رحمت و نور کی موسلا دھار بارش نے ہر ایک منظر کو حسین تر بنا دیا ہے، گنبد خضرا کے طلسماتی نظارے کتنے پر کشش ہیں لبوں پر درود پاک کا مبارک ورد ہے اور آنکھوں میں جمال گنبد خضرا کے دلاویز نظارے، وجدانی کیفیت بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ایسے میں دل کی حسرت جاگی، لب اظہار کو قوت گویائی ملتی ہے تو یوں۔

لب پر ہو درود اور ہوں گنبد پہ نگاہیں ایسے میں بلاوا مرا آجائے عدم سے

کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ یہ بلاوا کس شان کا ہے؟ یہاں کا نکلا ہوا سیدھے سیدھے فردوس بریں پہونچتا ہے

ع مدینہ سے جو ہم نکلے تو فردوس بریں آئے

بہر حال یہ پر شوق حاضری روزمرہ کا معمول ہوگئی، ذکر و فکر نبی کی محفلیں آراستہ ہیں، کس خوش عقیدگی سے آقا کا ذکر ہو رہا ہے، سماں بندھا ہوا ہے، کیف آور جھونکوں سے مشام جاں معطر ہے، متاثر ہو کر عرض گزار ہوتا ہے۔

سکون پرور ہیں لمحے ذکر آقائے دو عالم کے
الٰہی زندگی وقف غم سرکار ہو جائے

شب وروز اسی ماحول میں گزرتے رہے، آخر کار واپسی کی خبر سننے کو مل جاتی ہے، اف! کتنی روح فرسا ہے یہ خبر! آہ کتنی کربناک ہے یہ خبر! سیاسی اور قانونی مجبوری یاں نہ ہوتیں تو کون جاتا یہاں سے؟ لیکن جاتے جاتے کچھ اپنا مدعا بھی عرض کردوں۔

اگر عکس رخ سرکار کی ہو جلوہ آرائی — مرے دل کا سیہ خانہ زار ہو جائے

بلکہ حضور!

عطا فرمایئے آنکھوں کو میری ایسی بینائی
نظر جس سمت اٹھے آپ کا دیدار ہو جائے

اب اپنے وطن واپس ہو رہا ہے، لرزتے ہونٹوں، برستی آنکھوں اور دھڑکتے دل سے روضۂ اقدس کو الوداع کہتا ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ہونٹوں پر سجا ہوا ہے، نبی نبی کی صدائیں جاری ہیں، زبان بول رہی ہے مگر دل خاموش اور اداس ہے، اپنی محرومی اور تشنہ کامی کا احساس رلا رہا ہے، اتنے میں کوئی پرلطف آواز آتی ہے۔

ساقی کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسیؔن آج تشنہ کام ہے

دل تحسین نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنے نبی پاک کے دامن خطا پوش و کرم نواز دیکھ کر بے پایاں مچل کر عرض کرتا ہے۔

مرحبا اے وسعت ذیل خطا پوش نبی
عاصیوں کو منھ چھپا نے کا سہارا ہو

❁❁❁

صغیر اختر مصباحی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

منتخب کلام صدر العلما

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں — تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلبِ مضطر میں
انہیں قسمت نے ان کی رفعتِ افلاک بخشی ہے — گرے جو اشک آنکھوں سے مری ہجرِ پیمبر میں
گنہگاروں کے سر پر سایہ ہے جب اُن کی رحمت کا — سوا نیزے پہ آکر شمس کیا کر لے گا محشر میں
مرے بختِ سیہ کو تو اگر چاہے بد ڈالے — ترے رحمت کو کافی دخل حاصل ہے مقدر میں
مدد اے ہادیٔ امت نوائے بے نوایاں سُن — چراغِ بے کسی تھرا رہا ہے بادِ صرصر میں
مری ہر آرزو کا ماحصل تحسیؔن بس یہ ہے — کسی صورت پہنچ جاؤں میں دربارِ پیمبر میں

❁❁❁❁❁

کرے مدح شہ والا، کہاں انساں میں طاقت ہے
مگر اُن کی ثنا خوانی ، تقاضائے محبت ہے

نہاں جس دل میں سرکار دو عالم کی محبت ہے
وہ دل مومن کا دل ہے، چشمۂ نور ہدایت ہے

میں دنیا کی خوشی ہرگز نہ لوں دے کر غمِ آقا
یہی غم تو ہے جس سے زندگی اپنی عبارت ہے

فلک کے چاند تارے تم سے بہتر ہو نہیں سکتے
رہ طیبہ کے ذرو! تم پہ آقا کی عنایت ہے

اُسے کیا خوف خورشیدِ قیامت کی تمازت کا؟
جو خوش انجام زیرِ سایۂ دامانِ حضرت ہے

مچل جائے گی رحمت دیکھ کر مجرم کو محشر میں
وہ مجرم جس کے لب پر نامِ سرکارِ رسالت ہے

بدل سکتے ہیں حالاتِ زمانہ آج بھی تحسینؔ
مگر اُن کے نگاہِ فیض ساماں کی ضرورت ہے

❁❁❁❁❁

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

عظمت فرق شہ کونین کیا جانے کوئی
جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے

آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لئے
اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنان گردش ایام ہے

روئے انور کا تصور، زلف مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

دل یہ کہہ کر رہِ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آگئی منزل تری بس اور دو اک گام ہے

ساقیٔ کوثر کا نامِ پاک ہے وردِ زباں
کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنۂ کام ہے

❁❁❁❁❁

امام الانبیاء تم ہو رسول مجتبیٰ تم ہو

جو سب کے پیشوا ہیں ان کے آقا پیشوا تم ہو

حقیقت آپ کی سمجھیں تو کیا سمجھیں خرد والے
خدا والے یہ کہتے ہیں خدا جانے کہ کیا تم ہو

تمہاری واقعی توصیف ہم سے غیر ممکن ہے
کہ ہم جو کچھ کہیں اس سے حقیقت میں سوا تم ہو

خدا دیتا ہے تم تقسیم کرتے ہو زمانے کو
میان خالق و مخلوق محکم واسطہ تم ہو

مجھے پرواہ نہیں موجیں اٹھیں طوفان آجائیں
شکستہ ہے اگر کشتی تو غم کیا ناخدا تم ہو

وہ کعبہ ہے جہاں سر جھک رہے ہیں اہل عالم کے
مگر کعبہ بھی جس کے سامنے خم ہوگیا تم ہو

دل تحسین سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آقا
سنا ہے جب سے اس نے شافع روز جزا تم ہو

❀❀❀❀❀

جو ہر شئی کی حقیقت ہے جو پنہاں ہے حقیقت میں
اسی کے حسن کا جلوہ ہے اس شمعِ رسالت میں

مرے دل میں محبت ہے مرا دل ہے عبادت میں
تصور میں مدینہ ہے میں ہوں ہر وقت جنت میں

نبی کے اک اشارہ سے قمر کیونکر نہ ہو ٹکڑے
کہ فطرت کار فرما ہے حجابات نبوت میں

میں کہہ دوں گا قیامت میں کہ روز امتحاں ہے وہ
مرا ایماں محبت ہے مجھے جانچو محبت میں
ترا دل تو ہے جنت میں مرے دل میں ہے وہ جنت
یہی تو فرق ہے زاہد عبادت میں محبت میں

وہ مسلم جس کو تونے خاص رحمت سے نوازا تھا
وہ اب بے حد پریشاں ہے وہی ہے اب مصیبت میں

پیمبر کی حقیقت کو کوئی تحسیں کیا سمجھے
جو مقطع ہے تخیل کا وہ مطلع ہے نبوت میں

❁❁❁❁❁

رسولوں میں باین صورت امام المرسلیں آئے
کہ جیسے بزم انجم میں کوئی ماہ مبیں آئے

خبر کیا ہم کو زاہد راستے میں تجھ پہ کیا گذری
مدینہ سے جو ہم نکلے تو فردوس بریں آئے

تری ذاتِ مبارک وجہِ تخلیقِ دو عالم ہے
بہ الفاظ دگر تیرے لئے دنیا و دیں آئے

سرِ محشر نگاہِ منتظر تو جنکی جویا ہے
ابھی آئے ، ابھی آئے، یہیں آئے یہیں آئے

جو مجنوں بن کے کھو جائے خیالِ دشتِ طیبہ میں
اسے آغوش میں لیتے نہ کیوں خلدِ بریں آئے

زمانہ مبتلا تھا وہم کی پوجا میں سر تا پا
ترے قدموں کی برکت ہے کہ آدابِ یقیں آئے

❁❁❁❁❁

اگر ذوقِ عمل کو آج امیر کارواں کر لیں
بدل کر پھر وہی پہلی سی تقدیر جہاں کر لیں

وہ سنتے ہیں زمانہ سر گزشت غم سناتا ہے
ذرا موقع جو مل جائے تو کچھ ہم بھی بیاں کرلیں
ادھر آؤ بہت ممکن نشان راہ مل جائے
یہ ہیں نقش قدم بڑھ کر تلاش کارواں کر لیں

لپٹ کر ان کے دامن سے مچل کر ان کے قدموں پر
ہم اپنی پستیوں کو پھر حریفِ آسماں کر لیں

دیار پاک کے کانٹوں سے کر کے دوستی ہمدم
ریاض خلد کے پھولوں کو اپنا رازداں کرلیں

نظر میں جذب ہیں رنگینیاں گلزار طیبہ کی
جہاں چاہیں وہاں پیدا نیا باغ جناں کر لیں

دفور شوق میں مل کر جبیں کو آستانہ سے
نشان سجدۂ توحید کو جنت نشاں کرلیں

یہیں سے رحمتوں کا ساتھ ہو جائے اگر تحسینؔ
کسی کے ذکر کو حرف اخیر داستاں کر لیں

❁❁❁❁❁

وجہ تخلیق دو عالم عالم آرا ہو گیا
آج دنیا کو غم دنیا گوارا ہو گیا

ڈوبنے والے نے انکا نام نامی جب لیا
موج ساحل بن گئی طوفاں کنارا ہوگیا

اللہ اللہ نشۂ صہبائے الفت کا سرور
دل کی آنکھیں کھل گئیں ان کا نظار ہو گیا

مرحبا اے وسعت ذیل خطا پوش نبی
عاصیوں کو منھ چھپانے کا سہارا مل گیا

شوق سے مجھ کو فرشتے لے چلیں سوئے جحیم
میں نہ بولوں گا اگر ان کو گوارا ہو گیا
بس ابھی ہوتے ہیں طے یہ نیک و بد کے مرحلے
آپ یہ فرما تو دیں تحسینؔ ہمارا ہوگیا

❁❁❁❁❁

ارمان نکلتے ہیں دل کے آقا کی زیارت ہوتی ہے
کون اس کو قیامت کہتا ہے ایسی بھی قیامت ہوتی ہے

طیبہ کا تصور کیا کہئے اک کیف کی حالت ہوتی ہے
جس سمت نگاہیں اُٹھتی ہیں بس سامنے جنت ہوتی ہے

احساس فزوں جب ہوتا ہے اس باب کرم سے دوری کا
وہ قلب ہی جانے بے چارہ جو قلب کی حالت ہو تی ہے

ہے ان کی رضا پرحق کی رضا اور ان کا کیا ہےحق کا کیا
جو ان کا ارادہ ہوتا ہے وہ حق کی مشیت ہوتی ہے

اس باعثِ خلقِ عالم کا جب نام لبوں پر آتا ہے
راحت سے بدل کر رہتی ہے جو کوئی مصیبت ہوتی ہے

طیبہ کی بہار دلکش کا جب تذکرہ کوئی کرتا ہے
اس وقت مریض الفت کی کچھ اور ہی حالت ہوتی ہے

مختارِ جہاں ہیں وہ تحسینؔ جو مانگو وہ ان سے ملتا ہے
تقسیم انہیں کے در سے تو کونین کی دولت ہوتی ہے

❁❁❁❁❁

مئے حب نبی سے جس کا دل سرشار ہو جائے
وہ دانائے حقیقت واقف اسرار ہو جائے

زیارت روضۂ سرکار کی اک بار ہو جائے
پھر اس کے بعد چاہے یہ نظر بے کار ہو جائے

کرم ان کا اگر اپنا شریک کار ہو جائے
تلاطم خیز طوفانوں سے بیڑا پار ہو جائے
اگر بے پردہ حسن سید ابرار ہو جائے
زمیں سے آسماں تک عالم انوار ہو جائے

نظر آئے جسے حسنِ شہ کونین میں خامی
الٰہ العالمیں ایسی نظر بے کار ہو جائے

عطا فرمایئے آنکھوں کو میری ایسی بینائی
نظر جس سمت اٹھے آپ کا یدار ہو جائے

اگر عکس رخ سرکار کی ہو جلوہ آرائی
مرے دل کا سیہ خانہ تجلی زار ہو جائے

سکوں پرور ہیں لمحے ذکر آقائے دو عالم کے
خدایا زندگی وقفِ غمِ سرکار ہو جائے

تمہارا نام لیوا ہے گدائے بینوا تحسینؔ
کرم کی اک نظر اس پر بھی اے سرکار ہو جائے

❁❁❁❁❁

وہ یوں تشریف لائے ہم گنہ گاروں کے جھرمٹ میں
مسیحا جیسے آجاتا ہے بیماروں کے جھرمٹ میں

مدد فرمایئے آقا پریشاں حال امت کی
کہ شورِ المدد برپا ہے بے چاروں کے جھرمٹ میں

لرز جاتی ہے ہر موج بلا سے آج وہ کشتی
رہا کرتی تھی جو خنداں کبھی دھاروں کے جھرمٹ میں

تلاش جذبۂ ایماں عبث ہے کینہ کاروں میں
وفا کی جستجو اور ان جفا کاروں کے جھرمٹ میں

حسین ابن علی کی آج بھی ہم کو ضرورت ہے
گھرا ہے آج بھی اسلام خوں خواروں کے جھرمٹ میں
انہیں کا عکس رخ جلوہ فگن ہے ورنہ اے تحسینؔ
چمک ایسی کہاں سے آگئی تاروں کے جھرمٹ میں

❁❁❁❁❁

رکتا نہیں ہرگز وہ ادھر باغ ارم سے
وا بستہ جو ہو آپ کے دامان کرم سے

للہ کرم کیجئے سرکار مدینہ
دل ڈوب رہا ہے مرا فرقت کے الم سے

آلام زمانہ کا بھلا اس میں گذر کیا
آباد ہے جو دل شہ خوباں کے الم سے

لب پر ہو درود اور ہوں گنبد پہ نگاہیں
ایسے میں بلاوا مرا آجائے عدم سے

منظور نہیں ہے کہ وہ پامالِ جبیں ہو
یوں سجدہ کرایا نہ در پاک پہ ہم سے

دیدار کی امید نہ ہوتی جو سر حشر
بیدار نہ ہوتے کبھی ہم خواب عدم سے

بیٹھے ہیں یہاں چھوڑ کے نیرنگیٔ عالم
ہم کو نہ اٹھا حشر در شاہ اُمم سے

دیکھو مری آنکھوں سے در شاہ اُمم کو
آتی ہے صدا یہ در و دیوار حرم سے

یا رب دلِ تحسیؔن کی بھی برآئے تمنا
آ جائے بلاوا درِ سرکارِ کرم سے

❁❁❁❁❁

طرب انگیز ہے راحت فزا ہے کیف ساماں ہے
یہ کوئی گلستاں ہے یا مدینہ کا بیاباں ہے
مری جانب نگاہِ لطفِ سردار رسولاں ہے
مقدر پر میں نازاں ہوں مقدر مجھ پہ نازاں ہے

یہ مانا باغ رضواں روح پرور کیف ساماں ہے
مدینہ کا گلستاں پھرمدینہ کا گلستاں ہے

مجھے دنیا میں کوئی غم نہ عقبیٰ میں پریشانی
یہاں بھی ان کا داماں ہے وہاں بھی ان کا داماں ہے

نبی کی یاد ہے کافی سہارا دونوں عالم میں
یہاں وجہ سکون دل وہاں بخشش کا ساماں ہے

مجھے پروا نہیں موجیں اٹھیں طوفان آجائے
نگہبان دوعالم میری کشتی کا نگہباں ہے

نبیوں میں کچھ ایسی شان ہے سرکار والا کی
کہ اگلے انبیاء کو امتی بننے کا ارماں ہے

جو ان کے ہیں انہیں نار جہنم چھو نہیں سکتی
خدا کے خاص بندوں پر خدا کا خاص احساں ہے

نہیں فعل عبث سرکار طیبہ کی ثنا خوانی
جو وہ تحسین فرما دیں تو یہ بخشش کا ساماں ہے

❁❁❁❁❁

یاد سرکار طیبہ جو آئی — مل گئی دل کو غم سے رہائی
جس نے دیکھا بیابان طیبہ — اس کو رضواں کی جنت نہ بھائی
مجھ کو بے بس نہ سمجھے زمانہ — ان کے در تک ہے میری رسائی
پھر مصائب نے گھیرا ہے مجھ کو — اے غم عشق آقا دہائی
جس نے سمجھا انہیں اپنا جیسا — اس نے ایماں کی دولت گنوائی

❁❁❁❁❁

منقبت درشان امام عالی مقام رضی اللہ عنہ

خندہ پیشانی سے ہر صدمہ اٹھاتے ہیں حسین
عشق کے آداب دنیا کو سکھاتے ہیں حسین

جب گذرتی ہے کسی دشوار منزل سے حیات
دفعتہً ہر مبتلا کو یاد آتے ہیں حسین

محسن انسانیت ہیں نو نہال مصطفیٰ
ظلم کی ظلمت کو دنیا سے مٹاتے ہیں حسین

خاک میں مل جائے گا اک آن میں تیرا غرور
اے گروہِ اشقیاء تشریف لاتے ہیں حسین

کیوں نہوگی ہم گنہگاروں کی بخشش حشر میں
سر ہتھیلی پر لئے تشریف لاتے ہیں حسین

موج کوثر جس پہ قرباں اس مقدس خون سے
داستان عشق کو رنگیں بناتے ہیں حسین

❁❁❁❁❁

خدایا مرادوں سے دامن کو بھر دے
جنون محبت دے ذوق نظر دے
بدل دے نوشتے وہی دَور کر دے
علی کی سی ہیبت شکوہ عمر دے
پڑے جو بھی مشکل وہ آسان کر دے
مسلماں کو پھر سے مسلمان کر دے

قطعات

لن ترانی نصیب موسیٰ تھی
ان کو جلوے دکھائے جاتے ہیں
وہ سر طور خود گئے لیکن
عرش پر یہ بلائے جاتے ہیں

❁ ❁❁ ❁

رب نے سب کچھ عطا کیا ان کو
پانے والے انہیں سے پاتے ہیں
حق شناسی ہے فطرت مومن
جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں
علم غیب رسول کے منکر
غیب مانا کہ راز ہے لیکن
اک حقیقت کو بھول جاتے ہیں
راز اپنوں سے کب چھپاتے ہیں

مناقب صدرالعلما

گل زار حسن کا گل رنگین ادا ہے ۔۔۔ تحسین رضا واقعی تحسینِ رضا ہے
توصیف میں اس کی جو کہوں اس سے سوا ہے ۔۔۔ تحسین رضا واقعی تحسینِ رضا ہے
نام اس کا بہت خوب ہے خود اس کی ثنا ہے ۔۔۔ تحسین رضا واقعی تحسینِ رضا ہے
رحمانی ضیاؤں کی ردا میں وہ چھپا ہے ۔۔۔ تحسین رضا سرحدِ تحسیں سے ورا ہے
اب عقل کی پرواز اسے چھو نہیں سکتی ۔۔۔ تحسین رضا ایسا بلندی کا سما ہے
فردوس کے باغوں سے اِدھر مل نہیں سکتا ۔۔۔ وہ مالک جنت کی محبت میں گما ہے

تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری میاں صاحب مدظلہ العالی

اے وقت کے فرعون ذرا دیکھ! یہ کیا ہے ۔۔۔ کس شان سے اسلام کا دیوانہ اٹھا ہے
ہر سمت جدھر دیکھو تہلکہ سا مچا ہے ۔۔۔ اشکوں کے سمندر میں جہاں ڈوب رہا ہے
جب چاہے بلا لے ہمیں یہ رب کی رضا ہے ۔۔۔ یہ جام قضا وہ ہے جو نبیوں نے پیا ہے
وہ تیرا جنازہ تھا کہ اسلام کا پرچم ۔۔۔ تا دیر فرشتوں کے جو کاندھوں پہ رہا ہے
گفتار میں کردار میں سیرت میں عمل میں ۔۔۔ تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
رحمت کے فرشتوں نے کہا رب سے یہ جاکر ۔۔۔ کس شان سے اسلام کا دیوانہ اٹھا ہے
تحسین کی تحسین کروں کس سے میں خادم ۔۔۔ ہر شخص کا اخلاص تو مصروف دعا ہے

جناب محمد شفیق خادم مرادآبادی

دل اہل عقیدت کا جسے ڈھونڈ رہا ہے ۔۔۔ فردوس کے باغوں میں وہ اب جلوہ نما ہے
سچ اس نے کہا واقعی یہ جس نے کہا ہے ۔۔۔ تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
دل اہل بصیرت کا یہی بول رہا ہے ۔۔۔ تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
بے شک چمن علم کا ایک پھول تھے حضرت ۔۔۔ اس واسطے گل مفتی اعظم نے کہا ہے

حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب
برادر خورد صدرالعلما

گلِ سرسبد

نائبِ خیر الوریٰ ہیں حضرت تحسین رضا ۔۔۔ پیکرِ رشد و ھُدیٰ ہیں حضرت تحسیں رضا
مفتی اعظم نے فرمایا گُلِ سر سبد ہیں ۔۔۔ اک بہارِ جانفزا ہیں حضرت تحسیں رضا
عِلم وعرفان دست بستہ حاضر دربار ہیں ۔۔۔ رہبروں کے رہنما ہیں حضرت تحسیں رضا

سادگی ہے جن کی وجہ زینت صد انجمن
ایسی ذاتِ بے ریا ہیں حضرت تحسیں رضا
جس کا ہر لمحہ فدائے عظمتِ شاہِ اُمم
وہ شہید باوفا ہیں حضرت تحسیں رضا
ہے بہت مشہور سلطاؔں حق شناسی آپ کی
حق نما و حق رسا ہیں حضرت تحسیں رضا

محمد سلطان اشرف نوری مدرسہ سلطان العلوم، بھیڑی

ہے وقت موت معین ہر آدمی کے لئے
مگر یہ موت ہے تجدید زندگی کے لئے
ہوا ہے حضرت تحسین رضا کا جب سے وصال
محال ہو گیا ضبط الم سبھی کے لئے
یہ حادثہ تو یقیناً ہے دردناک بہت
مگر یہ جام شہادت بھی ہے اسی کے لئے
نہیں ہے شک کوئی اس میں کہ تھے وہ ایسے ولی
ہم آج اشک بہاتے ہیں اس ولی کے لئے
وہ جسکو دیکھ کے مٹتی تھی دل کی تاریکی
وہ ایسے نور ہدایت تھے تیرگی کے لئے
وہ سادگی کہ تھی تقوی کی جس میں زیبائی
ترس رہی ہے نظر ایسی سادگی کے لئے
نہ کام آئے گا باطل کا کوئی منصوبہ
پیام حق تھے وہ دنیائے گمرہی کے لئے
نہ ہو گا کو ئی بھی گستاخ کا میا ب کبھی
وہ بن گئے تھے سپر عظمت نبی کے لئے
شکیؔل تھے وہ معلم بھی ،پیرومرشد بھی
وجود ان کا تھا ملت کی رہبری کے لئے

ڈاکٹر محمد شکیؔل اعظمی گھوسی مئو

جان نثار مصطفٰے تحسیں رضا خاں قادری
عاشق غوث الوریٰ تحسیں رضا خاں قادری
چشمۂ بحر صفا تحسیں رضا خاں قادری
معرفت کا میکدہ تحسیں رضا خاں قادری
رمز حق سے آشنا تحسیں رضا خاں قادری
بزم حکمت کی ضیا تحسیں رضا خاں قادری
دین احمد پر فدا تحسیں رضا خاں قادری
حق پرست وحق نما تحسیں رضا خاں قادری
پاک باز وپارسا تحسیں رضا خاں قادری
پیشوائے اتقیاء تحسیں رضا خاں قادری
ہے جہان سنیت میں ان کا چرچا ہر جگہ
واصف شاہ ہدیٰ تحسیں رضا خاں قادری
چشم حق بیں نے انہیں دیکھا تو پایا حق نما
اک ولیِ باصفا تحسیں رضا خاں قادری
علم وحکمت کے درخشاں آفتاب وماہتاب
بزم دانش کی ضیا تحسیں رضا خاں قادری
غم گسار اہل سنت جلوۂ مہر و وفا
پیکر لطف وعطا تحسیں رضا خاں قادری
ماہ چرخ قادریت وارث علم نبی
چشمہ فیض و عطا تحسیں رضا خاں قادری
جامع علم شریعت صاحب فضل و شرف
منبع بحر سخا تحسیں رضا خاں قادری
علم وحکمت کے چمن کا درحقیقت ہے اسؔد
عندلیب خوشنوا تحسیں رضا خاں قادری

جزیل احمد اسؔد القادری سنبھلی

۷۸۶

پیکر عظمت سنیت علامہ تحسین رضا

از پدم شری بیکل اتساہی، بلرام پوری

❁❁❁

اک پھول شگفتہ نوریؔ کا تحسین رضا تحسین رضا
من موہک اک خوشبوئے رضاؔ تحسین رضا تحسین رضا

وہ سادہ طبیعت کا مالک ، وہ راہِ شریعت کا سالک
وہ رشد و ہدایت میں یکتا تحسین رضا تحسین رضا

وہ چہرۂ علم کا روحِ رمق، اُفق دانش کا رنگ شفق
وہ صدر نشین عشق و وفا تحسین رضا تحسین رضا

نعت مصطفوی اس کا ہنر ، تبلیغ محبت اس کا سفر
معیار شہادت شوق قضا تحسین رضا تحسین رضا

تحقیق حدیث مصطفوی ، تصدیق کمالات رضوی
توفیق حسنؔ کی حسنِ ضیاء تحسین رضا تحسین رضا

وہ عظمت تقویٰ کا حامل ، وہ لطفِ عنایت کا حاصل
آئینۂ عشق شاہ ہدیٰ تحسین رضا تحسین رضا

تعظیم محبت کا گلشن ، تکریم عنایت کا آنگن
دکھیوں کی دوا، ولیوں کی دعا تحسین رضا تحسین رضا

دیوانۂ غوث الاعظم وہ ، بیکلؔ کے سکوں کا عالم وہ
ایمان و یقین کا راہ نما ، تحسین رضا تحسین رضا

اللّٰہ .... اللّٰہ

۷۸۶

منقبت در شان محدث اعظم پاکستان

از قلم حقیقت رقم

تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہ

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا
آہ! دل کا حوصلہ جاتا رہا

وہ محدث وہ مفکر وہ فقیہ
عالم علم ھدیٰ جاتا رہا

حضرت صدر الشریعہ کا وہ چاند
میرا مہر پرضیا جاتا رہا

پیارے تحسین الرضا سے پوچھئے
شغل تحسین رضا جاتا رہا

سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح
زور ان کے قلب کا جاتا رہا

غوث اعظم قطب عالم کا غلام
نائب احمد رضا جاتا رہا

مولوی سردار احمد کیا گئے
لطف سارا درس کا جاتا رہا

دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو
چاند روشن علم کا جاتا رہا

اللہ .... اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلما کی بارگاہ میں صحافتی نذرانہ عقیدت

ڈاکٹر محمد قیصر شمسی

دنیائے سنیت اور تاریخ درس حدیث میں ۳؍اگست ۲۰۰۷ء کا دن ہمیشہ اس لئے کرب کے ساتھ یاد کیا جاتا رہے گا کہ اس دن آفتاب سنیت اور ماہتاب محدثین بہت دور دراز کے علاقہ میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا مگر افق اسلام پر اس آفتاب کا راحت بخش اجالا اور ماہتاب شریعت کی کرنوں کی روشنی ہمیشہ کے لئے محسوس کی جاتی رہے گی۔ صدر العلما حضرت تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سراپا جب بھی یاد آئے گا تو ان کا وہ مسکراتا ہوا چہرا ان کی آنکھوں کی وہ روحانیت ان کی کشادہ پیشانی کی وہ علمیت و وقار ان کے سرو قد کی سچائی اور لباس کی سادگی ہر کس و ناکس کو اپنی جانب متوجہ کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ حضرت کی شخصیت اور علمیت کے بے شمار پہلوؤں کا اگر قلمی احاطہ کیا جائے تو اس کار عظیم کیلئے ایک طویل عرصہ اور ایک عظیم ادارہ درکار ہے۔

حضرت کے اچانک رحلت فرما جانے سے نہ صرف بریلی شہر نے آنسو بہائے بلکہ ملک اور بیرون ملک سے موصول ہونے والی اطلاعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مظہر مفتی اعظم کی رحلت دنیائے اسلام کیلئے ایک عظیم سانحہ ثابت ہوئی حضرت کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں میں اپنے بھی تھے اور کچھ پرائے بھی تھے۔

آپ کے وصال کے موقع پر ملک کے مؤقر اخبارات نے عالم اسلام کے اس المناک حادثے کو صرف خبر ہی نہیں بنایا بلکہ اخبارات نے جس طرح حضرت کو خراج عقیدت پیش کیا اس سے بھی ان کی عالمی شہرت اور پر وقار شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہندی روزنامہ امر اجالا اپنے ۶؍اگست کے شمارہ میں حضرت علامہ کے وصال کی خبر شائع کرتے ہوئے لکھتا ہے ”تحسین میاں صاحب نے اعلیحضرت کے مشن کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کیا۔ اعلیٰ حضرت کے پیغام کو دور دور تک پھیلانے کے لئے آپ نے ساؤتھ افریقہ، امریکہ، ماریشس، بنگلہ دیس، نیپال، سری لنکا سمیت کئی ملکوں کا دورہ کیا“

حیدرآباد سے شائع ہونے والا اردو روزنامہ ”اعتماد“ حضرت کے وصال کی خبر کے ساتھ ۶؍اگست کے شمارے میں لکھتا ہے۔

”مولانا موصوف کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ موصوف کے ہزارہا شاگرد ہیں۔ مولانا موصوف کے انتقال سے علمائے اہلسنت کے مابین ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جسکا احساس بہت دن تک ہوتا رہے گا“

حیدرآباد سے ہی شائع ہونے والا اردو روزنامہ ”منصف“ ۶؍اگست کی اشاعت میں صدر العلما کو اس طرح سے خراج عقیدت پیش کرتا ہے ”علامہ کے انتقال سے علمی حلقے میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا علمی حلقہ میں ایک سکتا چھا گیا“

اردو روزنامہ ”سہارا“ حیدرآباد ۶؍اگست کے پرچہ میں حضرت کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ”پچھلے ۵۵؍سال سے حضرت حدیث کی خدمت انجام دیتے آرہے تھے“

حیدرآباد کا روزنامہ اخبار ”رہنمائے دکن“ حضرت کے بارے میں ۵؍اگست کے شمارہ میں تبصرہ کرتے ہوئے مولانا الحاج

مبشر احمد کے حوالے سے لکھتا ہے" وہ آفتاب شریعت اور ماہتاب طریقت کی حیثیت سے دنیائے سنیت میں بڑے معروف تھے ان کی شہادت سے ایک علمی اور روحانی نقصان ہوا ہے"

بریلی کی تاریخ شاہد ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کے جلوس جنازہ کے بعد اگر کسی جلوس جنازہ میں لاکھوں عقیدت مندوں نے شرکت کی تو وہ جلوس جنازہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اس جلوس کی منظر کشی کرتے ہوئے روزنامہ امر اجالا ۶/اگست کو لکھتا ہے کہ" بریلی مسلک کی عظیم شخصیت حضرت تحسین میاں کے آخری سفر میں لاکھوں عقیدت مند جٹے۔ دن میں شہر کی سبھی بڑی سڑکیں خاص کر پرانے شہر کی گلیاں وداعی دینے والوں سے بھری رہیں۔ لوگوں نے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر حضرت کو الوداع کہا" حضرت کے وصال کے سلسلہ میں" دینک جاگرن" ۶/اگست کے شمارہ میں اسطرح رقم طراز ہے" حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب کے وصال کو نہ صرف خاندان اعلیٰ حضرت یا مسلک اہل سنت کی بلکہ پورے سماج کی چھتی (نقصان) مانا جا رہا ہے، تمام علمائے دین اور عوامی نمائندوں کا ماننا ہے کہ ان کی کمی کو پورا نہیں کیا جا سکتا"

عظیم محدث اور ہر دل عزیز عالم دین حضرت علامہ تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی وابستگی جس خانوادہ اور جس دینی مشن سے ہے اس کی بنا پر ساری دنیا بریلی کو بریلی شریف کے نام سے منسوب کر چکی ہے، حضرت کے وصال کے موقع پر شہر کی پہلی خاتون میئر سپریا ایرن نے حضرت کی آخری آرامگاہ پہنچ کر اپنا نام انکے عقیدت مندوں میں درج کرایا، اس موقع پر انہوں نے حضرت کی آرامگاہ کے سامنے سے گزرنے والی سرکاری سڑک کو حضرت کے نام سے منسوب کر کے اپنی عقیدت کا نذرانہ پیش کیا، یہ خبر روزنامہ امر اجالا کے ۸/اگست کے شمارہ کی زینت اس طرح بنی" حضرت تحسین میاں کے سوئم کے دن آج مختلف سیاسی جماعتوں کے لیڈران اپنا افسوس ظاہر کرنے پہنچے، شام کے وقت سپریا ایرن بھی وہاں پہنچیں ایرن نے تحسین میاں والی سڑک کا نام ان کے نام پر کرنے کا اعلان کیا"

امر اجالا ۵/اگست کے شمارہ میں علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب ساجوادی پارٹی کے لیڈر اور ممبر راجیہ سبھا ویر پال سنگھ یادو اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر و ممبر اسمبلی راجیش اگروال کے حوالوں سے لکھا" آپ خاندان رضا کے عظیم بزرگ اور اہل سنت والجماعت کے صف اول کے رہنما تھے" (علامہ اختر رضا خاں)

" وہ عالم اسلام کے اور اہل شریعت کے استاد ہی نہیں بلکہ انسانیت کے علمبردار بھی تھے" (ویر پال سنگھ یادو)

" تحسین میاں نے بریلی شہر کی پہچان پوری دنیا میں کرائی انکی کاوشوں سے لوگ بریلویوں کی بیحد عزت کرتے ہیں، ان کی اچانک رحلت سے ہندستان کی عظیم شخصیت ہمارے درمیان نہیں رہی" (راجیش اگروال)

روزنامہ" اعتماد" حیدرآباد ۵/اگست کے شمارہ میں حضرت کی روحانی عظمتوں اور دینی خدمات کے اعتراف میں لکھتا ہے" وہ ایک صاحب تقویٰ باعمل بزرگ اور غیر نزاعی شخصیت کے حامل تھے، فن حدیث کی انہوں نے جو خاموش خدمات انجام دی ہیں انکو فراموش نہیں کیا جا سکتا"

اردو روزنامہ" راشٹریہ سہارا نے اپنے ۵۔۶/اگست کے شمارہ میں الہ آباد، مبارکپور، ردولی (بارہ بنکی) فیض آباد، جلالپور، وارانسی، رائے بریلی، اور پرتاپ گڑھ وغیرہ میں منعقد ہونے والے تعزیتی جلسوں کی خبریں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، مذکورہ اخبارات ۵/اگست کے شمارہ میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے استاذ علامہ عبدالحفیظ کے حوالے سے لکھتا ہے" انکی شخصیت علم وعمل کی

سنگم تھی'' اسی اخبار نے ۶؍اگست کے شمارہ میں دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور فیض آباد کے استاذ قاری رئیس احمد خاں صاحب کی نسبت سے لکھتا ہے ''علامہ تحسین رضا روایتوں کے امین اور اسلامی اقدار وتہذیب کے سچے پاسبان تھے، وہ ایسے عالم دین تھے جن کے علم وعمل میں یکسانیت تھی'' حیدرآباد سے شائع ہونے والے اردو روزنامہ ''رہنمائے دکن'' نے اپنے ۵؍اگست کے شمارے میں حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب کے وصال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے بعض علما کے حیدرآباد کے تعزیتی پیغامات اسطرح تحریر کئے ہیں۔

جناب سید عبدالرؤف رضا نائب صدر اتحاد ملت اسلامی نے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں بریلوی کے سانحۂ ارتحال کو پوری امت مسلمہ وخانوادۂ اعلیٰ حضرت کا عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے ان کے انتقال کو پورے عالم کی موت کے مماثل قرار دیا۔

''ڈاکٹر سعید نوری بانی وناظم اعلیٰ دارالعلوم انور مصطفیٰ اور سکریٹری جناب عبدالحمید رضوی نے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تحسین رضا خاں (بریلی شریف) کے انتقال پر گہرے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت موصوف پوری دنیائے سنیت کے عظیم علمی، روحانی اور ہردلعزیز بزرگ تھے، پچھلے ۶ دہوں میں انہوں نے مسلسل فن حدیث اور علم حدیث کی جو خدمات انجام دی ہیں آج ان کی نظیر ملنا مشکل ہے، انہوں نے ہمیشہ درددلی اور ہمدردی اخوت، بھائی چارگی، انسانیت دوستی اور حب خدا وعشق رسول کی تعلیم دی ہے۔

''مولانا عبدالحی بانی وناظم اعلیٰ مدرسہ دارالعلوم مدینہ سورج نگر نے کہا حضرت نے اپنے علم وحکمت اور حسن عمل، تقوی وطہارت سے جو نمونہ عمل قوم مسلمہ کے لئے پیش کیا ہے وہ سبھی کے لئے قابل تقلید ہے''

اخبارات کے خراج عقیدت اور منصفانہ تبصروں سے شیخ الحدیث مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف علمی ملی اور سماجی مقام کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ یہ تبصرے اس مسلم حقیقت کے شاہد ہیں کہ حضرت علامہ کی رحلت کا کرب دنیائے اسلام اور سماج کے ہر طبقے میں محسوس کیا گیا، حضرت کے علم وعمل کی خوشبو عالم اسلام میں ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی پروردگار ہمیں ان کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ڈاکٹر محمد قیصر شمسی بریلی شریف